

کتاب آپ کے پاس امانت ہے
اس کو احتیاط و حفاظت سے رکھیں

شکریہ

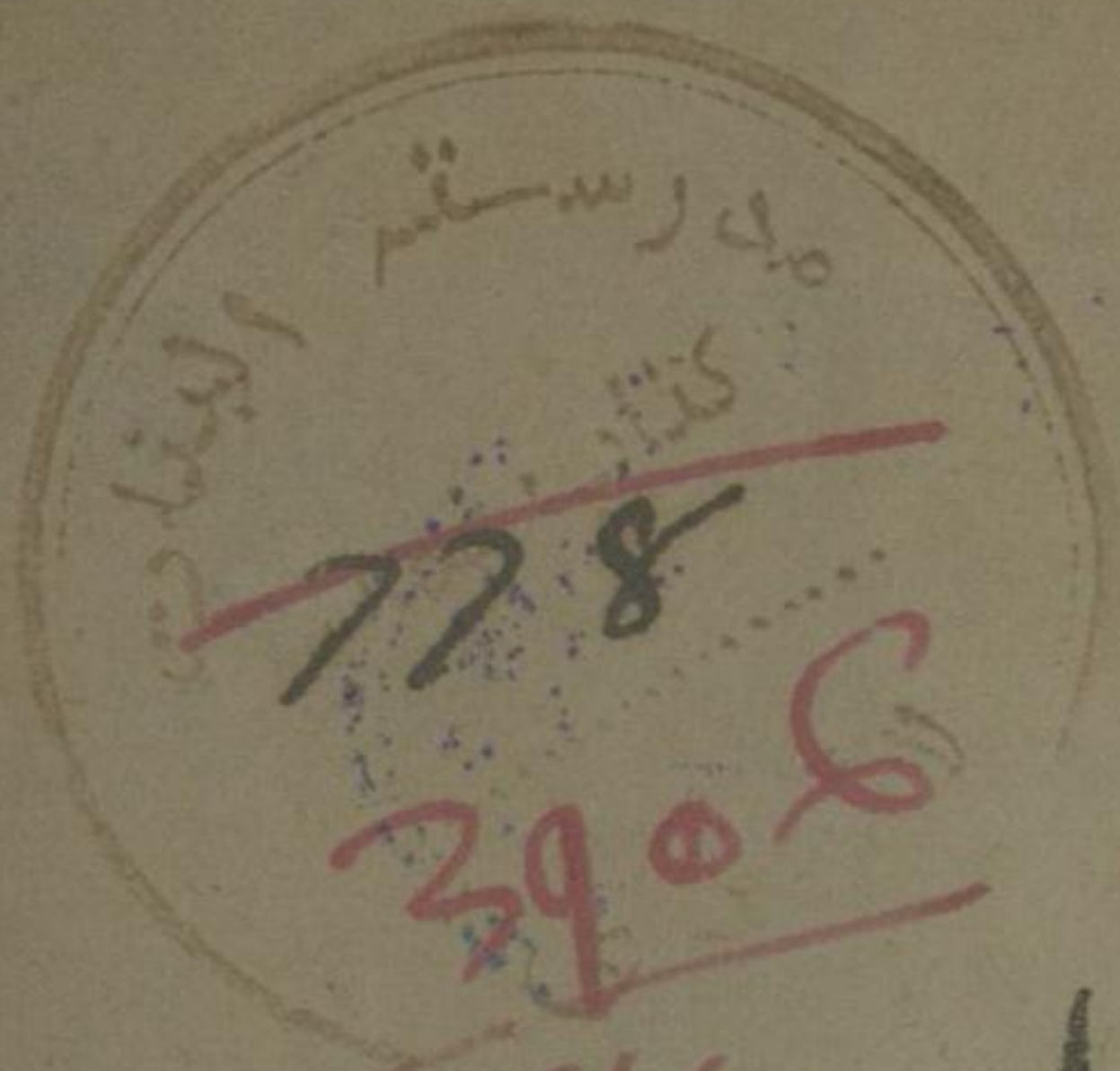
LIBRARY

ACC No.

**GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT
DEGREE COLLEGE
15-LAKE ROAD, LAHORE**



TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
Publications



دو قرآن

ڈاکٹر غلام جیلانی برقی

LIBRARY
ACC No.
GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT DEGREE COLLEGE 15-LAKE ROAD, LAHORE

کتاب منزل - لاہور

قیمت تین روپے

ساقی پبلشرز

ترتیب مضامین

پیش نامہ	۴	۲۔ بہار نباتات	نظام شمسی	۱۰۲
۱۔ تمہید	۹	بجلی	دُم دار ستارے	۱۱۹
اہمیت مظانہ فطرت	۱۱	درخت	شہاب	۱۲۰
شہد اعلیٰ الناس	۲۱	تنوع اشجار	۴۔ عالم حیوانات	
کعبہ کی اہمیت	۲۴	اہمیت نباتات	اقسام حیوانات	۱۲۳
امۃ وسطا	۲۵	میزان عدل	حرکات حیوانات	۱۲۵
قرش زمین	۲۷	نظام روئیدگی	مادہ مجھڑ	۱۲۷
فولاد	۲۸	اوراق اشجار	اونٹ کے عجائبات	۱۲۸
ایک تاریخی واقعہ	۲۹	جذبہ افزائش نسل	دنیا سے طیور	۱۲۹
ابتلائے خلیل	۳۱	پھولوں کا فرض	چند عجائبات طیور	۱۳۵
نظر	۳۳	پھولوں کی حفاظت	۵۔ تماشاخانے حشرات	
علم	۳۵	انجیر کا حمل	چیونٹی	۱۴۰
شعاعیں	۳۶	سدا بہار درخت	عنکبوت	۱۴۴
عادات الہیہ	۳۸	چند عجیب غریب درخت	مکڑی کے اقسام	۱۴۵
ماحول سے تطابق	۴۰	۳۔ سپر افلاک	شہد کی مکھی	۱۴۸
رقبہ آفرینش	۴۱	آفتاب	مجھڑ	۱۵۶
اللہ کا دار الحکومت	۴۲	گردش آفتاب	زنبور سیاح	۱۶۰
یک رنگی کائنات	۵۳	حرکت زمین	کر ایس	۱۶۱
روشنی اور بجلی کے انجن	۵۵	چاند کا بعد	بلیک بیل	۱۶۱
صحیفہ فطرت کے چند مفسر	۵۹	ستارے	اکرین فلانی	۱۶۲

۲۷۵	موت کا ڈر	ایوان کائنات کی انیٹیں ۲۰۱	۱۶۲	ٹڈی
۲۷۸	اللہ حساب دان ہے	کائنات میں تنوع ۲۰۵	۱۶۲	ویک
۳۰۹	ایک بشارت	بجلی ۲۰۸	۱۶۳	جگنو
۳۱۲	سد العرم	ایشر ۲۱۱	۱۶۳	پسو
۳۱۳	طوفان نوحؑ	روشنی و بصارت ۲۱۳	۱۶۳	گالی بھڑ
۳۱۴	اسلامی کھیتی	السنة والوان ۲۱۵	۱۶۵	کوچی نیلی
۳۱۵	بعض سورتوں کے مطالب	حیوانوں کے رنگوں میں حکمت ۲۱۹	۱۶۵	بیلوں کی مکھی
۳۲۰	الفجر	۸۔ معجزات جبال	۱۶۵	درختوں کی مکھی
۳۲۲	الذاریات	طبقات جبال ۲۲۲	۱۶۵	۶۔ دنیا کے آب
۳۲۴	الطور	تدوین جبال ۲۲۷	۱۷۰	۱۔ موج بحر
۳۲۴	النجم	زلزلے ۲۲۹	۱۷۵	منارِ روشنی
۳۲۶	البلد	۹۔ جسم انسانی کے معجزات	۱۷۷	سفینے
۳۲۸	الشمس	انسان میں حیوانیت ۲۳۰	۱۸۲	دغانی جہاز
۳۲۹	اللیل	آواز ۲۳۶	۱۸۳	پانی کے چند جانور
۳۳۱	النّھی	حیاتیات یا وٹمن ۲۵۰	۱۸۸	عجائبات سمندر
۳۳۲	النّین	جوہر غذا ۲۵۳	۱۹۰	۷۔ صحیفہ فطرت کے
۳۳۲	العلق	۱۰۔ متفرق آیاتِ طبیعی کی تفسیر	۱۹۱	چند اور اوراق
۳۳۴	القدر	مسئلہ شفاعت ۳۶۲	۱۹۱	آغازِ تخلیق
۳۳۶	العادیات	الصلوة ۲۶۵	۱۹۲	مدارجِ ستہ
۳۳۷	العصر	اختلاف لیل و نہار ۲۶۸	۱۹۵	زمینوں کی تعداد
۳۳۷	الفیل	ہواؤں کا ہیر پھیر ۲۷۰	۱۹۷	آغازِ حیات
		۱۱۔ کیا زندگی ایک خواب ہے؟ ۲۷۹	۱۹۹	رحم

پیش نامہ

یہ ۱۹۳۸ء کی بات ہے :

میں اُمت مسلمہ لائبریری 'امرت سر میں بیٹھا، بعض پُرانے اخبارات و رسائل کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ روزنامہ انقلاب کا کوئی خاص نمبر میرے سامنے آگیا۔ چند صفحے اُلٹے، تو میری نگاہ ایک عنوان - "قرآن حکیم اور علم الاُفاق" پر جم کر رہ گئی۔ مضمون پڑھا تو پسند آیا۔ لکھنے والے کا نام تھا پروفیسر غلام جیلانی برق جو اُن دنوں محض ایم اے تھے اور اب تو ماشارشہ ایم اے پی ایچ ڈی ہیں۔ ڈاکٹری کی یہ سند انہوں نے کہیں بعد میں حاصل کی۔ میں نے سوچا کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اس قسم کے مضمون البیان کے لئے بھی لکھا کریں۔ کچھ عرصے کے بعد میں نے اُن کے نام رسالہ جاری کر دیا اور اس کے ساتھ ایک خط بھی لکھ دیا۔ چند روز کے اندر اُن کا پہلا مضمون دفتر میں پہنچ گیا۔ آج پھر گئی برس کے بعد سوچتا ہوں، قدرت کے وسیلے کتنے عجیب غریب ہیں! مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم سے قرآن مجید کے معارف پر ایک ایسی کتاب نکلے گی، جو اردو لٹریچر میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہوگی۔ و

مجھے اس کا دیباچہ لکھنے کے لئے کہیں گے اور سچ مح اس کا شرف مجھے ہی حاصل ہوگا۔ کہیں خواب میں بھی یہ باتیں نہ سوچی تھیں۔ لیکن قدرت کے وسیلے کتنے حیرت انگیز ہیں! اُن بوسیدہ اخبارات کی ورق گردانی اور اس حسین و جمیل کتاب کی اشاعت کے درمیان اتنا تعجب انگیز رشتہ! ایسی غیر مرئی کریمیاں!

دواڑھائی برس تک ان کا کوئی نہ کوئی مضمون دوسرے چوتھے مہینے "البیان" میں ضرور شائع ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۲ء کے اوائل میں اُن کی طرف سے "دو قرآن" کے مسودے کی ایک قسط موصول ہوئی۔ شروع میں خیال تھا کہ عام طویل مضمونوں کی طرح یہ بھی زیادہ سے زیادہ دو چار سطروں میں ختم ہو جائے گا؛ لیکن نہیں، ایک مرتبہ یہ سلسلہ شروع ہوا تو پورے چودہ مہینوں کے بعد ختم ہوا۔ اور جس طرح پہلی قسط دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکا کہ یہ سلسلہ اتنا طویل ہوگا، اسی طرح یہ بھی محسوس نہیں ہو سکا کہ اُن کی محنت "البیان" کے پڑھنے والوں کی طرف سے ایسی بے قرار شکرگزار یوں کا خراج حاصل کرے گی کہ عین اس زمانے میں جب کہ کاغذ نہ صرف انتہائی طور پر گراں ہے، بلکہ گراں قیمت پر بھی ملنا مشکل ہے، احباب کے مسلسل تقاضوں سے متاثر ہو کر ان مضامین کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں چھاپنا پڑے گا۔ دقراست مسلمہ سب کے دلی شکر ہے کہ اس نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

"دو قرآن" میں جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، بتایا گیا ہے کہ قرآن

ایک نہیں، دو ہیں، ایک وہ جو کتاب کی شکل میں ہر مسلمان کے گھر میں موجود، ہر عاقل کے سینے میں محفوظ ہے۔ اور دوسرا وہ جو کائناتِ ارض و سما کی شکل میں ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ دھرتی یہ سورج، یہ چاند، یہ آن گنت تاروں بھری کہکشاں، یہ بادل اور ہوائیں، یہ پانی سے لدی ہوئی گھاٹیں، یہ جھکتے ہوئے پھول، یہ چمکتے ہوئے پرندے، سمندر اور خشکی کے یہ مہیب جانور، یہ سونے چاندی، ایلومینیم، کوئلے اور لوہے کی کانیں، یہ سر بفلک پہاڑ، یہ لق و دق صحرا، اور وسیع و بسیط سمندر، یہ سب کے سب اُس قرآن کی آیات ہیں۔ ایک قرآن میں لکھی ہوئی آیتیں ہیں، اور دوسرے میں عمل و حرکت کرتی ہوئی آیتیں۔ ایک قرآن اصول و قوانین کا ضابطہ ہے اور دوسرا اس کی عملی تشریح! قرآن حکیم اور صحیفہ فطرت کی آیات کا یہ حیرت انگیز تطابق ہی تو ہے۔ جس پر غور و فکر کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے، لیکن مسلمانوں کی بد نصیبی کہ انہوں نے مظاہر فطرت اور عجائباتِ عالم کے اندر چمکتی ہوئی سچائی سے منہ موڑ کر زندگی سے باہر کسی دوسری سچائی کی تلاش شروع کر دی، مگر زندگی اور سچائی دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ تاریک حجروں میں کوئی روشنی نہیں ہے، خالقِ ہوا اور قبرستانوں میں موت کے پہرے ہیں۔ زندگی کے نشان نہیں ہیں، اوداد و ظفان میں انسانی کرامات میں۔ بازوؤں کو شل کر دینے والی سردی اور دماغوں کو منجمد کر دینے والی برودت ہے۔ عمل و حرکت پر آمادہ کرنے والی حرارت و تمازت نہیں ہے۔ اُس قوم کی بد قسمتی میں کیا شک ہے، جس نے پھلتی ہوئی زندگی کے ساتھ بغل گیر ہونے کے بجائے سوئی اور سہمی ہوئی موت کے پہلو میں لیٹنا گوارا کر لیا!

قرآن برائے نام مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے، تمام انسانوں کا مذہب ہے، تمام زمانوں کا مذہب ہے اور تمام جہانوں کا مذہب اور زیادہ صحیح لفظوں میں زندگی کا مذہب ہے۔ وہ کتاب جو انسان کو زندگی اور اس کے مظاہر سے الگ کسی ناقابل فہم سچائی کی ترغیب دیتی ہے، خالق کائنات کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ قرآن، کس طرح فطرت کی ہیب کے ہیب و رختیر سے خیر چیزوں کی طرف انسانی ذہن کو متوجہ کر کے اسے سبق اندوزی کی ترغیب دیتا ہے، اس کی پوری تفصیل تو آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گی۔ البتہ اشارے کے طور پر میں بھی ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ چند ہی روز کا ذکر ہے کہ میں سورہ نحل کی آیات کی تلاوت کر رہا تھا جن میں نوع انسان کو شہد کی مکھی کے کارناموں کی طرف متوجہ کر کے یہ لکھا ہے کہ **إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ** یعنی شہد کی مکھی کے ان اعمال میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں سبق موجود ہے۔ اتفاقاً اسی روز میں نے ایک انگریزی کتاب میں شہد کی مکھی پر ایک مختصر مضمون بھی پڑھا، اس میں لکھا تھا کہ انسان اپنی زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ تین خواہشیں کر سکتا ہے۔ صحت، دولت اور عقل۔ یہ تینوں چیزیں شہد کی مکھی کو میسر ہیں۔ اس لئے کہ وہ سورج کی روشنی، تازہ ہوا اور خوب صورت پھولوں اور پھلوں میں گھومتی رہتی ہے۔ اور سخت محنت کر کے شہد کے ذخیرے جمع کرتی رہتی ہے۔ اس مختصر مضمون کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنے دل سے سوال کیا: کیا درحقیقت مکھی کے اعمال میں انسانوں کے لئے سبق موجود نہیں ہے؟

”زندگی ہی مذہب ہے، یہ بنیادی اصول ہے۔ جسے آپ ذہن میں لکھ کر

اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔

جناب برقی نے یہ کتاب لکھ کر درحقیقت قرآن پاک کی اتنی زبردست خدمت سرانجام دی ہے، جس کی سعادت اس سے پہلے ہندوستان کے کسی مسلمان کو حاصل نہیں ہوئی۔ مظاہر فطرت کے متعلق کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسے انہوں نے سائنس کی روشنی میں پیش نہ کیا ہو۔ اس کا رنامہ عظیم کے لئے نہ جانے انہوں نے کتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، کتنی سخت محنت کی ہوگی، کتنا وقت صرف کیا ہوگا۔ میں اُن تمام مسلمانوں کی طرف سے جو قرآن کے سرچشمے سے، سائنس کے پیالے میں پانی لے کر اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مصر میں یہ کام علامہ طنطاوی جو ہری نے سرانجام دیا تھا، عربی زبان سے نا بلد ہونے کے باعث ہندوستان کے مسلمان اس سے مستفید نہیں ہو سکے۔ ہندوستان کے مسلمان اب فخر کر سکتے کہ اُن کے ہاں بھی ایک طنطاوی ہے۔ میں نے قلم اٹھایا تھا، کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لئے، لیکن نہیں لکھ سکا، پھر سوچا، دیباچہ نہ سہی، تعارف ہی سہی۔ لیکن تعارف بھی نہیں لکھ سکا۔ پھر سوچا، تعریف ہی سہی۔ تعریف بھی نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ اچھی چیزیں تعریف سے بے نیاز ہوتی ہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ مسرت اور حیرت کا اظہار کر سکا ہوں اور وہ بھی اتنا نہیں جتنا میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔

بریت نگر۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۳ء

محمد قبال سلمانی

باب (۱)

تمہید

قرآن حکیم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن دو ہیں۔ کتاب الہی اور صحیفہ فطرت، یعنی کائنات۔ ہر دو کو اللہ نے آیات کہا ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق تو ظاہر ہے: تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (یوسف ۲) قرآن کے مندرجات کتاب مبین کی آیات ہیں۔

اور دوسری طرف صحیفہ کائنات کے مختلف مناظر کو بھی بارہا آیات سے تعبیر کیا گیا ہے، مثلاً:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ (آل عمران، ۱۹) | ارض و سما کی تخلیق اور اختلافِ لیل و نہار میں عقل مندوں کے لئے آیات موجود ہیں۔
 إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ۚ (سجده، ۴۱) | ارض و سما کی تخلیق اختلافِ لیل و نہار سمندروں میں تیرنے والی سفید کشتیوں

..... وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور اس گھاٹ میں زمین و آسمان کے درمیان
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَقَوْمٌ لَّيْقَلُونَ ۝ (بقرہ ۱۶۴) | خیمہ آراہی، اور باب عقل کے لئے آیات موجود ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالزَّمِينِ وَالْأَرْضِ وَالزَّمِينِ وَالْأَرْضِ وَالزَّمِينِ
اِخْتِلَافُ لِسَانِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ (روم - ۲۳) | اور رنگوں کا اختلاف اللہ کی آیات میں ہے۔
وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (جاثیہ - ۴) | تمہاری پیدائش اور جو پاؤں کی افزائش نسل
میں اہل یقین کے لئے آیات الہی موجود ہیں۔

دلیل دوم

قرآن اور صحیفہ کائنات ہر دو بہ ظاہر بے ترتیبی ہیں۔ قرآن
حکیم میں ربط آیات و سورتیں کے لئے ہمیشہ ایک معما بنا رہا اور
کائنات کی ظاہری بے ترتیبی عیاں ہے۔ سیاروں کی بکھری ہوئی محفل، سلسلہ کوہستان
کی بلند و پست چوٹیاں، انسانی دنیا میں الوان و طبائع کا اختلاف، اقلیم اشجار میں
ظاہری بے نظمی اور حشرات و حیوانات کی بے آہنگی، طلبائے کائنات کو ہمیشہ پریشان
کرتی رہی۔ ہر دو بہ ظاہر بے ترتیب ہیں۔ لیکن دراصل ایک بردست نظام کے حامل ہیں۔
جس طرح اسرار قرآن انسانی فہم سے دور، الورا ہیں۔ اسی طرح صحیفہ فطرت باوجود
عیان ہونے کے انہیں ادق ہے۔ علمائے مغرب، افعال الہی (کائنات) کے مطالعہ
پر عمریں صرف کر چکے ہیں۔ لیکن ان بزرگوں کی ہر کوشش انہیں پیام در ماندگی دے
رہی ہے اور وہ قدم قدم پر یہ اعلان کرتے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ

”معلوم شد کہ هیچ معلوم نہ شد“

دلیل سوم

جس طرح دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم قرآن کی ایک آیت
نہیں بنا سکتا، اسی طرح بڑے سے بڑا سائنس دان ایک پتے

اور ذرے تک کی تخلیق سے عاجز ہے۔

جس طرح قول خدا (قرآن) کا مطالعہ فرض ہی اسی طرح
اہمیت مطالعہ فطرت عمل خدا (کائنات) کا مطالعہ بھی از بس لازمی ہے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا | اے رسول! دیکھئے انسانی کو حکمت کے وہ زمین میں
 کَیْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ (عنکبوت-۳) | چل پھر کر دیکھے کہ خدا نے کس طرح آفرینش کی ابتدا کی۔

جس طرح قرآن سے اعراض باعث ہلاکت ہے:

فَنَبَذْنَاهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِمْ (آل عمران-۱۸۷) | ان لوگوں نے کلام الہی سے منہ پھیر لیا۔

اسی طرح صحیفہ کائنات سے اعراض بھی عذاب الہی کا باعث بنتا ہے:

وَكَايِنَّا مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ | ارض و سما میں کتنی ہی ایسی آیات ہیں جن سے
 يَمْرَأُونَ عَلَيْهِنَّ وَأَهُنَّ عَنْهَا مُعْرِضُونَ (یوسف-۲۱) | یہ لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

ایک مقام پر تو صحیفہ کائنات کے مطالعے سے اعراض کی سزا قومی موت تجویز کی گئی ہے

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ | کیا یہ لوگ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق پر
 وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ خَوْفٌ يَحْشُرُونَ (غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی
 قَدْ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ (اعراف-۸۵) | موت قریب آگئی ہے۔

مطالعہ کائنات کی اہمیت کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے

کہ قرآن میں وضو، نماز، صوم و زکوٰۃ، حج، طلاق، قرض وغیرہ پر ڈیڑھ سو آیات ہیں اور
 مطالعہ کائنات کے متعلق سات سو چھپن۔ قرآن حکیم ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے آخری پیام
 الہی ہے۔ اگر آج یہ کتاب ہمیں معادن ارضیہ، دفائن جبال اور خزائن بحار سے مستفید ہونے
 کا درس نہیں دیتی اور ترقی یافتہ اقوام کا بہدوش نہیں بناتی، تو یہ کتاب (حاکم بدن، صراط)

ناقص و نامکمل ہے اور اس کا دعویٰ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ دَعْوَا بِلِلّٰہِ بِنِیَادِہِ۔

آج اہل مغرب لوہے مٹانے بارود اور دیگر خزانہ ارضی سے فائدہ اٹھا کر فلک علم و ہنر پر

آفتاب بنے ہوئے ہیں، ہوائوں میں اڑ رہے ہیں، دریاؤں میں تیر رہے ہیں۔ زمین کے بعد

ترین اطراف کی خبریں لمحوں میں سن رہے ہیں۔ عملِ بخیر سے ملیں دوڑا رہے ہیں۔ آنے والے

حوادثِ سماویہ (باد و باران) کی خبریں دے رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ صحیفہ کائنات

کے مطالعہ کرنے کے بعد اس کے قوانین و آیات کو اپنی بہتری کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

اور دوسری طرف ہمارا مذہبی رہنما یعنی مُلّا، اعمالِ خدا سے اس قدر جاہل، غشّاءِ الہی سے

اس قدر کورا اور مطالعہ کائنات سے اس قدر بے گانہ ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں

کہ ہوا میں چراغ کیوں بجھ جاتا ہے اور آگ کیوں بھڑک اٹھتی ہے؟ دل کیوں ٹھک

رہا ہے؟ سانس کی آمد و رفت کیوں ہے؟ دست و پا دل و دماغ، حواسِ اعصاب

اور عروق و عضلات میں اللہ کے کون کون سے معجزات موجود ہیں؟ رحم مادر میں بچے

کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے؟ مریض کا کہہ کر ہاں پر عمل کیا اور کیوں ہے؟ الغرض

مُلّا کے اسلام اعمالِ الہی سے یکسر غافل، معجزاتِ تخلیق سے قطعاً نا آشنا، فطرت کے

ایمان افرادِ کارناموں سے بالکل بے گانہ ہے، اور پھر بھی علم کا مدعی ہے۔

وَمِنْ الْجَبَالِ جُدَدٌ بَیضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ
غور کرد کہ پہاڑوں میں سفید سرخ اور سیاہ

اَلْوَاثِقَا وَغَرَابِیِبٌ سُوْدَةٌ وَمِنْ النَّاسِ
بہروں کی تہیں موجود ہیں نیز انسانوں جو پاؤں

اَللّٰہِ وَاَبْوَابُ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُ کَذٰلِکَ اَلَا
مولشیوں کے مختلف رنگوں کا مطالعہ کرو اور یاد رکھو کہ

اِنَّمَا یَخْشٰی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ (فاطمہؑ) اللہ سے اس کے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔

اس آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلی علم صحیفہ کائنات کے مطالعہ

سے حاصل ہوتا ہے اور کہ خوف یا خشیت اللہ صرف علمائے کائنات ہی کا حصہ ہو سکتا ہے جس طرح شکسپیر، روسو، لقمان، سعدی، بوعلی سینا اور اقبال کی صحیح عظمت کو سمجھنے کے لئے ان کے اعمال (تصانیف) کا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صحیح عظمت و رفعت، لرزہ فگن کمال تخلیق، ہیبت خیز جمالِ تلوین، پریشکوہ نظام ربوبیت اور حیرت انگیز نسق کائنات کو سمجھنے کے لئے صحیفہ فطرت میں غور و تدبیر کرنا پڑے گا۔ اگر کسی مصنف کی تعریف اس کی تصنیف پڑھے بغیر ہو سکتی ہے تو اللہ کی حمد و ثنا بھی اس کے حیرت انگیز اعمال پر تدبیر کئے بغیر ممکن ہے۔

ایک بھوکا روٹی ملنے پر، پیاسا پانی حاصل کرنے کے بعد اور جاہل دولتِ علم سے بہرہ ور ہو کر شکر یہ ادا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم اولاد ملنے پر یوں شکر الہی ادا فرماتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلٰی الْاٰلِیْنَ اِسْمَ اللّٰهِ شَاکِرٌ ہے، جس نے بڑھاپے میں اِسْمِ عَلِیّ وَاِسْحَاقَ (ابراہیم ۳۹) مجھے دو بیٹے اسمعیل اور اسحق عطا فرمائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام زندان سے رہا ہو کر فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ اَخْرَجَنِيْ مِنْ السِّجْنِ (یوسف ۱۰) اللہ نے جیل خانے سے نکال کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

الحمد لله اذا العریاتنی راحل حق الکفایت من الاسلام سر بالالا

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے موت سے پہلے مجھے لباسِ اسلام سے مزین کیا لیکن مسلمان کو محض ذاتی فائدہ کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کے ربِّ العلمین ہونے پر شکر یہ ادا کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ غور فرمائیے کہ مطالعہ کائنات کی طرف دعوت دینے کے علاوہ کس

وسیع ہمدردی کا پیام دیا گیا ہے۔ اللہ کو صرف حقیقی حمد و ثنا پسند آتی ہے، اس لئے
 آج بعض ایسی اقوام معزز کر دی گئیں، جو خدا کی صحیح معنوں میں شاگرد ہیں اور ہمیں یا کاری
 و زبانی حمد و ثنا کی سزاؤں غلامی کی صورت میں دی گئی۔ حالانکہ ظاہری مساجدوں اور
 مصلیوں سے ہماری مساجد معمور ہیں، لیکن:

قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ (سبا ۱۴) | میرے حقیقی شکر گزار بندوں کی تعداد بہت کم
 زمین کے اندر معدنیات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ موجود ہے۔ فضا میں مخفی
 قوانین سمع و بصر (ریڈیو، ٹیلی وژن) محو عمل ہیں۔ آج بجلی اور اس کے کرشموں، جریاں
 اور اس کے معجزوں، سلیم اور اس کے عجائبات، پٹرول اور اس کے کمالات سے
 دیگر اقوام فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ حالانکہ:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ - ۲۹) | تمام کائنات و خزان ارضی تمہارے لئے
 پیدا کئے گئے ہیں۔

قدرت کی طرف سے ہمیں آنکھیں، کان اور دل و دماغ عطا ہوئے ہیں،
 لیکن ہم نے ان اعضا کا صحیح استعمال نہ کیا اور آج اس جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔
 إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ أَوْ لَدَىٰكَ (انسان سے آنکھ، کان اور دل کے صحیح
 کَانَ عِنْدَ مَسْئُورٍ (بنی اسرائیل - ۳۶) | یا غلط استعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

زمین پر انسان، اللہ کا قائم مقام ہے، جس طرح اللہ مادے کو توڑ پھوڑ کر روز
 تخلیق کے نئے نئے مناظر دکھاتا ہے، اسی طرح انسان کو بھی اللہ کی پیروی کرنا چاہیے۔

۱۔ دیگر اقوام نے اقوالِ خدا سے روگردانی کی اور صرف اعمالِ خدا کا مطالعہ کیا، اسلئے وہ پورا
 پورا فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ ہم نے اقوالِ اعمال دونوں کو پشت ڈال دیا، اسلئے ہم ادھر کھڑے اور ادھر
 (البيان)

اور لوہے، تانبے اور دوسرے معادن سے موٹریں، جہاز اور دیگر قوت کے سامان
تیار کرنا چاہئیں۔ **آطِيعُوا اللَّهَ** | تم اللہ کی اطاعت کرو۔

اسلام میں تفکر و تدبیر کو بہترین عمل قرار دیا گیا۔ حدیث میں وارد ہے، تفکر
ساعة خیر من عبادۃ سنتہ دھیفہ کائنات میں گھڑی بھر تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے،
ایک صبح بیدار ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلٰی الْاَيْلِ اٰیۃٌ وَ اٰیۃٌ لِّہُنَّ | آج رات مجھ پر ایک آیت اُتری ہے، ہلاکت ہو اس کے
قَوَّاهَا وَلَمْ یَتَدَبَّرْ وَ اٰیۃٌ لِّہُ ثُمَّ وَ اٰیۃٌ لِّہُ | جو اسے بڑھے اور غور نہ کرے اس پر دوبارہ آیت اُتری ہے۔
پھر یہ آیت پڑھی:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اٰیۃً لِّمَنْ
اَلْبَیۡلِ وَالنَّہَارِ وَالْفُلْکِ لَآیۃٌ لِّمَنْ یَّحْزَنُ فِی الْبَحْرِ
یَسْأَلُنَّ النَّاسَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِمْ مِنَ السَّمَاءِ
مِنْ مَّاءٍ فَاَحْیَاہُمُ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَ
فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَ تَصْرِیْفِ الرِّیۡحِ
وَالسَّحَابِ الْمُسْتَفْرِیۡنِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَآیۃٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بقرہ ۱۶۴) |
زمین و آسمان کی تخلیق، رات دن کے مختلف
سطح سمندر پر تیرنے والے مفید جہازوں اور
مردہ زمین کی نش و نسب میں زندگی بھرنے والی
بارشوں، پھر بھر کر چلنے والی ہواؤں اور
ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان
خیمہ آرائی ہیں، اہل دانش کے لئے کچھ اسباق موزون
ہیں۔

قرآن حکیم مومنین کو بلندی و رفعت کی بشارت دینے آیا تھا
اَنْتُمْ اِلَّا عُلُوۡنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیۡنَ (آل عمران ۱۸۴) | اگر تم ایمان دار ہے تو دنیا میں سر بلندی ہو
آج دنیا میں وہی قوم بلندی، آزادی اور عزت حاصل کر سکتی ہے جسے معنوں میں
فیض رساں اور خادم خلق ہو۔ جو مخازن و معادن کو استعمال میں لا کر فائدہ عامہ کے لئے

گاڑیاں چلائے، دریاؤں پر پل باندھے، نہروں اور سڑکوں کا جال بچھا۔ سمندر کی طغیانیاں
 مسخر کر کے انھیں تجارت کے قابل بنائے، جن کی تلاش و جستجو سے ایک عالم فائدہ اٹھا
 جو آبیاریوں سے بھلی پیدا کر کے دنیا کو روشنی اور طاقت عطا کرے، جو کوئلے اور پٹرول کا
 صحیح استعمال جانتی ہو اور جس کے فولادی اسلحہ اعدا انسانیت کے لئے تباہی و ہلاکت کا پیام ہو۔
 وَ أَنْزَلْنَا الْحَرِیْنَ فِیْهِ یَا مُوسٰی شَدِیْقُہٗمُ | ہم نے فولاد پیدا کیا، جو ایک پرہیزگار اور
 وَمَنْ اَفْعٰی یَنْتَاسِ (حدیدہ ۲۵) | نہایت مفید دھات ہے۔

قرآن حکیم میں ہمیں اہر بالمعروف کا لقب یا گیا ہے۔ معروف ہی ہے کہ ہم کائنات
 کے اسلحہ خانہ سے قوت و بہت کا وہ سامان پیدا کریں کہ شیطان کا چرلغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے۔
 وَ اَعِدُّوا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ
 مِّنْ رَّیْطٍ الْخِیْلِ تُرْہِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ
 وَ عَدُوَّ کُمْ۔ (انفال - ۶۰) | تم وہ سامان قوت پیدا کرو، اور تھانوں پر تمہارا
 گھوڑے اس ٹھانڈے سے بندھے ہوئے ہوں کہ
 تمہارے دشمن اور اللہ کے دشمن غش کھا جائیں۔

تاکم بالمعروف میں تاہرون کا لفظ صاف صاف اعلان ہے اس حقیقت
 کا کہ خیر الامم وہ ہے جو دنیا میں معروف یعنی نیکی، عدل، مساوات اور صلح آشتی کا
 حکم دے سکے۔ حکم دینا حاکم کا کام ہوتا ہے۔ خیر الامم کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے اور اس
 زمانے میں کوئی حکومت معادن ارضی کے استعمال کے بغیر ایک دن کے لئے بھی باقی نہیں رہ سکتی۔
 منکر کے لفظ میں ہر قسم کی بدی شامل ہے۔ دنیا میں غلامی سب سے بڑی بُرائی ہے۔ یہ نیت بدکاری
 جہالت و فلاکت کی آخری منزل ہے۔ ایک غلام قوم میں معروف کا شائبہ تک باقی
 نہیں رہتا۔ وہ بکریوں کا ایک ریوڑ ہوتی ہے جس طرح بکری کا دودھ، گوشت،
 چمڑا، ہڈیاں، مینگنیاں اور بال تک فروخت کئے جاتے ہیں، اسی طرح ایک حاکم قوم محکوم

قوم کی تمام پیداوار، سرمایہ، اجناس، زمین اور جان تک صرف اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہے، کیا ایسی قوم خیر الائم کہلا سکتی ہے؟

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ ذَٰلِكُمْ عَمَلٌ صَالِحٌ ﴿۸۱﴾ تمہارا کام معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا، "اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کا فقرہ بتلا رہا ہے کہ خیر الائم بننے کے لئے تمام دنیا کی بیہودہ پر توجہ صرف کرنا پڑے گی۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہمارے پاس نفع رسائی کے تمام اسباب موجود ہوں۔ ہم عالم گیر علم، ہیبت خیز اسباب قوت اور جاذب قلوب متلع اخلاق کے مالک ہوں۔ اگر ایک طرف دنیا ہمارے اخلاق کی مثال ہو، تو دوسری طرف ہماری شمشیر خارا شکاف سے ہفت اقلیم کی طاغوتی طاقتیں ریشہ بردار ہوں۔ یہی معروف ہے اور یہی وہ قبائے زریں پر جو خیر الائم کے قامت پر راست آتی ہے۔

ہمارے واعظوں نے اس انقلاب انگیز آیت کو اس قدر منہ کر رکھا ہے کہ معروف کے معنی ڈاڑھی، نماز اور منکر کے معنی ڈاڑھی منڈانا اور ملامت کی ضیافت نہ کرنا قرار دیئے ہیں۔

يُخْرِجُونَ الْكَلِمَۃَ عَنْ مَوَاضِعِهَا (نساء ۶۴) یہ لوگ الفاظ کو صحیح معنوں کے ساتھ دیتے ہیں۔ جس طرح سورج مشرق سے نکل کر مغرب کی طرف سفر کرتا ہے اور

ایک حقیقت دوسری صبح پھر مشرق سے نمودار ہوتا ہے، اسی طرح علم و

ملہ نمانے کے معروف ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن جب تک ایک آدمی حقیقی معروف نہ ہو نہ رکھا جائے چند مصنوعی معروف ہضم نہیں کئے جاسکتے۔ (مدیر البیان)

تہذیب کا آفتاب بھی گردش کرتا رہتا ہے محققین اس امر پر متفق ہیں کہ تہذیب کا آفتاب پہلے مشرقی ممالک پر چمکا تھا، چین اور ہندوستان، بابل اور مصر کی تہذیبیں ازلیں قدیم ہیں۔ رفتہ رفتہ مغرب کا ایک خطہ یعنی یونان علم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ ۳۳۶ ق م سکندر اعظم نے ایرانی سطوت کا خاتمہ کیا اور ۳۳۰ ق م میں مصر پر قبضہ جمایا۔ سکندر کی وفات کے بعد یونان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا اور خانہ جنگی کے شعلے اطراف ملک میں بھڑک اٹھے۔

۳۳۰ ق م میں پارٹھیا بیدار ہوا اور تھوڑی سی مدت میں ایک طاقتور سلطنت بن گیا۔ تقریباً دو صدیوں کے بعد روم میں آثار حیات پیدا ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست سلطنت برپا ہو گئی۔ روم نے پارٹھیا کو پہلی شکست مشرق میں اور دوسری ۶۳ ق م میں دی۔ ۳۳۰ ق م میں پارٹھیا کے آخری آثار دنیا سے مٹ گئے اور آفتاب تہذیب پوری آب و تاب سے مغرب پر چمکنے لگا۔

کچھ عرصے کے بعد ایران میں زندگی نے ایک نئی کروٹ لی۔ ساسانی خاندان کا علم مدائن پر لہرانے لگا۔ دوسری طرف روم الکبریٰ کے طوفان بے پناہ میں آثار حیات نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ ساتویں صدی کے وسط میں ریگستان عرب کے علم و عرفان کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا جس سے مشرق و مغرب ہر دو سیراب ہو گئے۔

چند صدیوں کے بعد آفتاب علم و تمدن پھر مغرب کی طرف بڑھا۔ جوینی، فرانس، ہسپانیہ اور انگلستان سے ہوتا ہوا مغرب اقصیٰ (امریکہ) تک جا پہنچا اور اب ہم دیکھ

تے پارٹھیا، خراساں و استرآباد کے درمیان پانچ سو میل لمبے علاقے کا نام تھا، جولیس سیزر کے قتل کے بعد انٹلی اور برٹش میں جنگ چھڑ گئی تھی تو پارٹھیا نے برٹش کی حمایت کی تھی۔ (برقی)

ہیں کہ مشرق سے آفتاب پھر نکل رہا ہے۔ اور ہندوستان، ایران اور رٹر کی میں پھر
 بیداری کے آثار عیاں ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے اہل بصیرت کو یوں متوجہ کیا ہے:
 كُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بَيِّنَاتٍ
 الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ میں میں اور تو ہر چیز پر قادر ہے، تو ہی مالک ہے جو دہندہ و تہذیب
 تُؤْتِيهِ النَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُؤْتِيهِ النَّهَارَ ۝ روز روشن کو (غلامی کی کالی) رات میں اور رات
 فِي النَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَتُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ ۝ دن میں بتا رہتا ہے مردہ اقوام کی خاکستری خاک چھٹا پید کرنا
 تَخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ ۝ دال عمران ۲۶-۲۷ اور زندہ اقوام (جو کابل ہو چکی ہیں) کو موت کی نیند سلانا تیری سنت ہے۔
 ان حقائق کو ایک بیدار آنکھ اور نور سے ایک لبریز دل دیکھ سکتا ہے، لیکن احتیاج
 کہ مسلم اس دولت سے محروم ہے وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ۝ یہ لوگ آیات کا نشانہ
 سے اعراض کر رہے ہیں۔

کیا اس اور گندم کی ترکیب آٹھ عناصر سے ہوتی۔ اختلاف مقدار کے کہیں
مقادیر وہی عناصر گندم کی صورت میں جلوہ گر ہوئے اور کہیں کیا اس کی شکل میں۔
 پانی میں دو حصے ہائیدروجن اور ایک حصہ آکسیجن ہے۔ اگر اس مقدار کو ذرہ بھر گھٹا کر دیا
 دیا جائے تو ایک نہ ہر تیار ہو گا۔ اگر یہ دو عناصر مساوی مقدار میں جمع کر دیئے جائیں تب
 بھی ایک مہلک مرکب بنے گا۔ آکسیجن و ہائیدروجن ہر دو قاتل و مہلک گیس ہیں، جن کے
 مختلف اوزان سے لاکھوں مرکبات تیار ہو سکتے ہیں۔ اور ہر مرکب نہ ہر بلابل ہوتا ہے۔
 لیکن اگر دو حصے ہائیدروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ترکیب دی جائے تو ان دو مرکبوں

پانی تیار ہو گا جو تمام عالم کا مدار حیات ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء-۳۱) ہم نے پانی کو ہر چیز کا مدار حیات قرار دیا ہے۔
غور فرمائیے کہ اللہ مقادیر کا کتنا بڑا عالم ہے۔ وہ کس طرح معین مقداروں
سے کائنات کی مختلف اشیاء تیار کر رہا ہے۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (قرآن ۱۱۲) ہم نے ہر چیز کو (عناصر کی) معین مقدار پیدا کیا ہے۔
لیہون اور کالی مرچ ہر دو ہیڈروجن دس حصے اور کاربن بیس حصے سے تیار
ہوتے ہیں، لیکن سالمات کے تفاوت سے ہر دو کی شکل، رنگ، ذائقہ اور تاثیر بدل
گئی۔ اسی طرح کوئلہ اور پیراکاربن سے بنے ہیں۔ لیکن سالمات کے اختلاف سے ایک
کارنگ کالا، دوسرا سفید۔ ایک قابل شکست اور دوسرا ٹھوس ہے۔

إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَ نَاخِرَاتِ غُوبٍ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (حجر-۲۱) ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین
مقدار میں ہر چیز کو نازل کرتے ہیں۔
وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ (مومنوں) اور ہم اشیاء کی تخلیق (و ترکیب) سے غافل نہیں ہیں۔
کائنات کی ہر چیز عناصر کی نہایت دقیق و انسب آمیزش سے تیار ہوئی ہے۔
اگر یہ ترکیب ذرہ بھر کم و بیش ہو جائے تو سلسلہ حیات آنا فنا درہم برہم ہو جائے
اگر آج اللہ نے پانی کی ساخت میں سے ہائیڈروجن صرف ایک درجہ کم کر دے، تو دریاؤں
اور سمندروں میں نہ ہر کاسیلاب آجائے اور کوئی ذی حیات باقی نہ رہے غور فرمائیے
کہ اللہ کا علم عناصر و مقادیر کس قدر لرزہ فگن اور ہیبت انگیز ہے۔ تمام نباتات
کے عناصر ترکیبی ایک ہیں۔ یہ صرف اختلاف مقادیر کا اعجاز ہے۔ کہ

ہر گلے کا رنگ و بوئے دیگر است ✓

حیوانات و نباتات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، نائٹروجن اور خد
دیگر نمکوں سے ہوتی۔ انہیں عناصر سے ہڈیاں، پٹھے، خون اور بال تیار ہوئے۔
اور انہی سے درختوں کے تپے، شگوفے، پھول، خوشے، رس اور پھل بنے، گڑ و سٹا تری
اور مٹھاس انہی عناصر کا کرشمہ ہے اور رنگ وضع کی یہ نیرنگیاں انہی کی بدولت ہیں۔

وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ (۱۹) ہم نے سب چیزیں تول تول کر پیدا کیں۔
قرآن حکیم میں مسلمانوں کو سات سو چھپن دفعہ مناظر قدرت و قوانین فطرت
پر غور کرنے کی ہدایت کی گئی، علامہ ابن رشد، فارابی، بوعلی سینا اور فخر الدین ازیلی
بھی ہمیں اس طرف متوجہ کیا۔ لیکن ایران کے صوفیوں اور ہندوستان کے نیم خواندہ
مولویوں نے مسلمان کو مسلمان نہ سمجھنے دیا۔ نتیجہ یہ کہ آج دوسری اقوام برق و بار پد سوار
ہو کر منازل حیات طے کر رہی ہیں اور ہم صحرائے حیات میں طوفان ریگ کے تھپیڑے
کھا رہے ہیں۔ علامہ شعرانی اسلام کے طبیعی پہلو کو سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اگر
مسلمان، مسلمان رہا تو وہ علم شریعت کی طرح علم فطرت میں بھی ایک نہ ایک دن
کمال پیدا کر کے رہے گا، اسی لئے تو فرمایا تھا کہ

إِنَّ الْإِسْلَامَ فِي أَوَّلِ آمْرِهَا كَانَ شَرْعًا تَمُرُّ بِهِ أُمَمٌ لَا يَكُونُ حَقِيقَةً۔

اسلام آغاز میں محض شریعت تھا، اور آخر زمانے میں حقیقت بن جائے گا۔

وہ آخری زمانہ یہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم آیات ارض و سما کی طرف متوجہ
ہو کر اسلام کو ایک حقیقت اور ٹھوس اصلیت ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

لَا تَنَالِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَآيَاتٍ | زمین و آسمان میں اہل ایمان کے لئے حقائق

وَلَبَّاهُنَّ مَوْجُودَاتٍ۔

لَلْمَوْجُودَاتِ (جاشیہ - ۳)

لہ موزون کا مصدر وزن ہے۔ جس کے معنی ہیں تولنا۔

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ آيَاتٌ لِّدَوْلَتٍ لِّقِينَ سَعَىٰ مَالِ اقْوَامٍ كَلَّ خَلْقٍ
لِّقَوْمٍ يُؤَيَّدُونَ ۝ (جاثیہ - ۴۲)

مسلمانوں کی فلاح و نجات اس وقت صحیفہ کائنات
شہد اعلى الناس کے مطالعہ میں ہے۔ وہی اقوام آج با علم، طاقت اور
اور پڑھیت ہیں جنہوں نے فطرت سے قوانین قوت کا درس لیا۔ اور اسلوب قدرت
کے مطالعہ میں عمریں صرف کر دیں۔ علم الافاق سے غفلت جہالت نے مسلم کو ذلیل کر ڈالا۔
اس کا توازن ملتی جاتا رہا۔ اس کی سلطنتیں اُجڑ گئیں، سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں اور
اس کی تمام حفاظتی تدابیر خام ثابت ہوئیں۔ اگر آج ہم اپنی خامیوں کو متعین کرنے اور
ان کا علاج سوچنے کے لئے کوئی کمیشن مقرر کریں تو ہماری کوششیں رائیگاں جائیں گی۔
اسلئے کہ اقتصادیات، سیاسیات دیگر اصناف علم و تمدن کے ماہرین ہمارے ہاں موجود نہیں۔
یورپ میں ہر خامی کا علاج سوچنے کے لئے کمیشن بٹھائے جاتے ہیں، جن کے سنا
بڑے بڑے ماہرین فن شہادتیں دیتے ہیں اور یہ کمیشن تمام نشیب فراز پر غور کرنے کے
بعد ایک رپورٹ حکومت کو بھیجتے ہیں۔ اگر آج کسی بین الاقوامی مجلس کے سامنے تحریک
اسلم، اقتصادیات، توازن قوت، تقسیم دولت پر شہادت دینے کی ضرورت پڑے تو
کیا اسلامی دنیا کے ستر کروڑ افراد میں سے کوئی ایک عالم بھی ایسا نکل سکے گا جس کی
شہادت کو کچھ بھی اہمیت حاصل ہو؟ ہمیں دنیا کی طرف شاہد بنا کر بھیجا گیا تھا۔
لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ دِقْرہ ۳۷۳ | ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے شاہد بنا کر بھیجا ہے۔
بہ دیگر الفاظ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم تمام شعبہ ہائے علم و تمدن میں وہ مہارت
پیدا کریں کہ ہر مسئلے پر ہماری رائے آخری ثابت ہو۔ لیکن افسوس کہ جہالت کی وجہ سے

ہمای رائے کو لغو اور شہادت کو مردود قرار دیا۔

پروان ملت بیضا کی خواری ہو گئی اس امانت دار کی بے اعتباری ہو گئی

اللہ نے آنکھیں، کان اور عقل دیکھنے، سننے اور سوچنے کے
استعمالِ اعضا لئے عطا کئے ہیں۔ جو قوم ان اعضاء و جوارح کو استعمال نہیں
 کرتی وہ حقیقتہً اندھی، بہری اور لاعقل ہے۔ وہی لوگ صاحبِ عقل ہیں جو کائنات
 کے مناظر و حقائق کو ایک حقیقت میں نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس آواز کو جو کائنات کے
 ہر ذب سے بلند ہو رہی ہے، کان لگا کر سنتے ہیں۔

یہ لوگ مناظرِ ارضی کی کیوں سیر نہیں کرتے تاکہ
 قُلُوبُ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوَّاذًا لِّمَنْ يَسْمَعُونَ
 ان کے دل سمجھنے لگ جائیں، اور وہ کان سننے
 کی نعمت سے بہرہ ور ہوں۔

ایک قوم کا زوال دراصل زوالِ حشیات کی داستان ہے:

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَىٰ اِلَّا بَصَارٌ وَلَكِنَّ تَعْمَى الْقُلُوبُ
الَّتِي فِي الصُّدُورِ (۴۶)

در اصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ
ایک مردہ قوم کے دل بے حس ہوجاتے ہیں۔

دنیا کی بعض اقوام موٹروں اور طیاروں پر سوار ہو کر جادہ جیا
بہتر سواری طے کر رہی ہیں اور ہم یا تو پاشکستہ ہو کر ٹھنڈے سايوں میں
 محو استراحت ہیں اور یا آہستہ خرام اونٹوں پر جو متے جھلتے جا رہے ہیں۔ ہمارے
 سست روکار وال کا بہ مراحل پیچھے رہ جانا حتمی و یقینی ہے۔ مبارک ہیں وہ
 لوگ جو اپنے لئے بہترین سواریوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

فَيُتْرَكُ عِبَادُ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ ۖ | مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی بات کو سن کر احسن

فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (زمر-۱۹-۲۰) | چیز کو اختیار کرتے ہیں۔

مسلمان دنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں، جنہیں باوجود
کعبہ کی اہمیت اختلاف رنگ و نسب چند چیزوں نے متحد کر رکھا ہے۔

واحد خدا، واحد رسول، واحد کتاب، واحد عربی زبان (صلوات و عبادات میں)

اور واحد قبلہ۔ ہمارے علماء و اعلیاء کو حکم دیا گیا تھا کہ ہر سال کعبہ میں جمع ہو کر قومی

فلاح کی سبیل سوچیں اور استحکام ملت کے ذرائع پر غور کریں۔ تفکر فی الافاق قیام

امت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اس قانون صلاح و یقہ کا علم حاصل کرنا جو کائنات

میں موجود ہے، نجات و حیات کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْغُرَاةَ قِبْلًا | اللہ نے غرت کے گھر کعبہ حرمت والے مہینے میں

لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ | جنگ بند کیے وسیلہ حیات سوچنے کا حکم دیا گیا ہو

وَالْأَقْلَامَ ذَٰلِكَ لَتَعْلَمُوْا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ | اور قلم و تحالف کو امت کے لئے ذریعہ استحکام بنایا

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ | کعبہ کی تعمیر کا بڑا مقصد یہ ہی کہ تم یہ معلوم کر سکو کہ اللہ

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (مائدہ ۹۷) | کا علم ارض و سما کو محیط ہے اور کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

لیکن آج کعبہ میں کوئی ایسی درگاہ موجود نہیں جو اللہ کے بے پناہ اقدسیت انگیز

علم و اذنان و مقادیر کی طرف راہ نمائی کرے غور فرمائیے کہ سمندر کی تاریک گہرائیوں

میں مچھلی کے انڈے سے مچھلی ہی پیدا ہو رہی ہے۔ کوہ قاف کے سیاہ غار میں ایک مچھر کا بچہ

مچھر بن رہا ہے۔ بطون حیوانات میں قطرات منویہ مناسب، موزوں اور صحیح شکل اختیار

کر رہے ہیں۔ اور جو ف صدق میں قطرہ آب گہر بن رہا ہے نہ کہ کوئلہ اللہ اکبر! اس عالم الغیب

راہ مویشی جن کے گلے میں پتہ ڈالا جلتے۔

کی جہاں گیر اور ہمہ پس نگاہ سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی بچی ہوئی نہیں۔ ہر مقام پر محل اور ہر جگہ نہایت صحت و استحکام سے کام ہو رہا ہے۔ کائنات کی یہ کارگاہِ حلیم نہایت نظم و نسق سے چل رہی ہے۔ میزان و اعتدال سے چل رہی ہے۔ کہیں کوئی غلطی نہیں، سقم نہیں، بد نظمی نہیں، برہمی نہیں، تفاوت نہیں، قور نہیں۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ يَنْظُرُ مِنْ فَطْرِهِ | بار بار دیکھو، کیا تمہیں اس لا انتہا سلسلہ
خلق میں کوئی بد نظمی نظر آتی ہے؟ (ملک ۳)

کیا اللہ کے اس ہیبت انگیز علم کا اندازہ لگانے کے لئے کعبے میں کوئی درس گاہ موجود ہے؟ نہیں! اس لئے لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ پورا نہیں ہو رہا۔ آج حج محض ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ وہاں انسانوں کی ایک بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جو چند حرکات طوعی و کرہی سرانجام دینے کے بعد واپس آ جاتی ہے، کوئی نیا تخیل اور کوئی نیا درس حیات سیکھ کر نہیں آتی۔ کعبے کے یہ قرائن کسی حد تک آج آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں سرانجام دے رہی ہیں۔ جہاں دنیا کے ہر گوشے سے طلبہ علم صحیفہ کائنات کا درس لینے آتے ہیں:

مومناں رافطرت آموز دست حج | ہجرت آموز و وطن سوز دست حج
طاعتے سرمایہ جمعیت | ربط اور اوراق کتاب ملتے
آں کہ زیر تیغ گوید لا الہ | آں کہ از خوش بر وید لا الہ
آں سرور آں سوز شتائی نہاد | در حرم صاحب دِلے باقی نہاد (اقبال)

صرف لیشہک و امانح کہہ کی حد تک اور آگے وین کو و انشاء اللہ کی حقیقت سے عالم انسانیت یکسر غافل ہے، الا ماشاء اللہ اور حج کے یہی دو مقصد سوز حج میں بتا گئے ہیں۔ اس مقصد ثانی کو حقیقی ہو فراموش کر دینے سے مقصد اول بھی صحیح ہوا ہمارا ہے۔ (مدیر البیان)

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو اُمّت و سَطَا (اعتدال پسند) کہا گیا ہے
اُمّت و سَطَا ہم کئی طرح سے اُمّت و سَطَا ہیں۔ ہم علوم مغرب (یونان) کو مشرق
 تک پہنچانے کا واسطہ بنے۔ عیسائیت، یہودیت، بدھ ازم اور ہندو دھرم جسم کو کھل کر
 خشک روحانیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ہم نے جسم و روح اور دین و دنیا میں آشتی پیدا
 کی جن علمائے طبعی کو رومت الکبریٰ کے رہبان کچل رہے تھے، ہم نے انھیں اپنے دامن
 رافت میں پناہ دی۔ اور مذہب ایمان کا ہاتھ ان کے سر پر رکھا۔ پھر جغرافیائی
 سے بھی ہم اُمّت و سَطَا ہیں۔ یعنی رُبع مسکون کے عین وسطی حصوں میں آباد ہیں۔ بہ دیگر
 الفاظ ہم اُس چراغ کی طرح ہیں جو وسط محفل میں جل رہا ہو۔ ہمارے مذہبی و جغرافیائی
 فرض تھا کہ ہم دنیا کو علم و عرفان کی روشنیوں سے جگمگاتے اور اقوام عالم کی نگاہوں
 کو تجلیات موارت سے خیرہ کرتے، لیکن وائے برما! کہ جہالت سے ہمارا اپنا گھر تاریک
 ہو رہا ہے۔ سینوں میں دل اندھے ہو چکے ہیں۔ آنکھیں دیکھنے اور کان سُننے سے جو آ
 دے ملتھے ہیں۔ فرمائیے! اس قوم کا حشر کیا ہوگا:

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمٰی فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ
 اَعْمٰی۔ (بنی اسرائیل - ۷۲)
 (اندھا ہی رکھا جائے گا۔)

ایک بادشاہ اپنے محل کو جواہرات سے سجاتا ہے، دنیا کے بہترین صنّاع
تمشاش نقاشی کرتے ہیں، ایرانی غالیچے بچھائے جاتے ہیں، سنہرے پردے
 لٹکائے جاتے ہیں، بہترین پھولوں کے گل دستے لگائے جاتے ہیں۔ اور مذہبِ نہایت
 کا آخری کمال دکھلایا جاتا ہے، پھر کتنا ظلم ہوگا، اگر اس کی چستی بیوی، بچوں، خادموں
 اور درباریوں میں اس تزیین و جمال کو پسند کرنے کی جس ہی موجود نہ ہو، اور وہ اس

محل میں بیل کی طرح داخل ہو کر اس کی بجاوٹ سے غیر متاثر رہتے ہوں۔

یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ مَلِئْتُ الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ طَائِفًا فَلَکَ کَوْنٌ

خیرہ ساز نقوش سے آراستہ کر رکھا ہے۔ فرش زمین پر پھولوں کی کیا قیامت انگیز بہار
جھاڑ کھی ہو۔ کائنات میں حسن و شباب کا کیا طوفان اُبل رہا ہے اور کس انداز سے عطر

و صباحت ہر سو خیرہ آ رہی ہے۔ لیکن ویسے بڑا کہ ہماری آنکھیں اس حسن و جمال سے متمتع

ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں۔ ایک بیل کو کیا معلوم کہ طلوع و غروب آفتاب

کی رنگینوں میں کیا حسن ہے؟ اور ایک اٹھڑ دھتھانی کو کیا علم کہ ساون کی اودی

اودی گھٹائیں کیف و مستی کا کیا کیف انگیز پیام دے رہی ہیں۔

لَا تَارِیْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةٍ ۚ الْکَوَکِبِ (صافا ۶) ہم نے آسمان کو حین ستاروں سے بھرا رکھا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزِیْنًا ۚ ہم نے آسمان کو کئی حصوں میں بانٹ کر اسے

لِلنَّظْرِ ۖ (حجر ۱۶) اہل نظر کے لئے سجا دیا ہے۔

ہے کوئی لطف اٹھانے والا؟ ہے کوئی پسند کرنے والا؟ اور ہے کوئی دیکھنے والا؟

اگر یہ درست ہے کہ قرآن کے اولین و آخرین مخاطب ہم ہی ہیں۔
تمہارے لئے تو سنئے قرآن کیا کہتا ہے:

اللَّهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہِ

مِنَ الثَّمَرٰتِ ۚ اِذْ قَالَتْ لَکُمْ وَنَحْنُ لَکُمْ

الْفُلَاقُ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِ رَبِّکُمْ ۚ وَنَحْنُ

لَکُمْ الْاَنْحُمُ ۚ وَنَحْنُ لَکُمْ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ

اللہ وہ ہی جس نے زمین و آسمان پیدا کئے، جس نے بارشیں برسا کر تمہارے لئے پھل تیار کئے۔ سمندروں میں الہی قانون سے تیرنے والے جہاز تمہارے قبضے میں دیئے۔ نہریں تمہارے لئے مسخر کیں۔ گھومنے والے آفتاب و ماہتاب پر

وَأَيُّبَيْنَا وَنَحْنُ لَكُمْ الْغَالِبُونَ | تمہیں حکمراں بنایا۔ اور میں واپس ہمارا سلسلہ تمہارا
وَأَفْكَرُ مِنْ كُلِّ مَآسٍ لَّهُمْ (۳۳) | بس میں کر دیا۔ نیز تمہیں سب کچھ دیا جس کی تمہیں تمنا تھی۔

اس آیت میں لکھ رہا ہے، کال لفظ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے مطلب
یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے تھیں اور مسلمانوں کے واسطے سے باقی عالم
انسانیت کے لئے، لیکن آج سوچ، بجلی، روشنی اور ایئر کو فرنگ نے منہ کر رکھا ہے۔
سمندروں کی مہیب سطح پر ان ہی کی حکومت ہے۔ باغات و انہار کے مالک ہی
ہیں۔ آبشاروں اور نہروں سے وہی لوگ بجلی نکال کر دنیا کو روشنی و طاقت
دے رہے ہیں۔ اور ہم بجلی کے پیمپ کو دیکھ کر صرف حیران ہوتے رہتے ہیں۔
یہ کیوں؟ اس لئے کہ

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ | اللہ اپنے اوپر ظلم توڑنے والوں کو کبھی سیدھی
(بقرہ ۲۵۸) | راہ پر نہیں ڈالتا۔

اللہ نے زمین کو ہمارے لئے بستر بنایا ہے:

فرش زمین | جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا (بقرہ ۲۲۱) | اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بستر بنایا۔

اور مقام حیرت ہے کہ ہم اپنے بستر کی ماحیت تک سے ناواقف ہیں۔ ہمیں یہ
قطعاً معلوم نہیں کہ یہ زمین کن عناصر سے تیار ہوئی، کب بنی، کس سہارے پر قائم
ہے۔ اس کے بطن میں کیا ہے۔ اور یہ اس پر پانی کہاں سے آگیا؟ ہمارا یہ ہمہ دان
ملا کہتا ہے کہ یہ سب کچھ خدا کی قدرت سے ہوا۔ لیکن کیا اس قدرت کا علم حاصل
کرنا ہمارے فرائض میں شامل نہیں؟ اگر نہیں تو اس ارشاد کے کیا معنی ہیں؟

ذَٰلِكَ لِيَتَعَلَّمُوا أَنَّهُ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ اِیہ اس لئے تاکہ تمہیں معلوم ہو جا کہ اللہ کا علم ارض

وَمَا فِي الْأَرْضِ - (مائدہ ۹۷) اوسما کو محیط ہے۔

فولاد فولاد سے تیار شدہ اشیاء مثلاً جہازوں، طیاروں، ٹینکوں اور توپوں کی ہدیت سے آج دنیا لرز رہی ہے۔ وہ قومیں کس قدر طاقتور بنی ہوئی ہیں جنہیں استعمال فولاد کا علم حاصل ہے۔ اور وہ قومیں کس قدر ضعیف و ذلیل ہیں جو اس علم سے بے گانہ ہیں۔ آج سے ۱۳۶۲ سال پہلے ایک اُمّی (غداہ بی اُمّی) نے فاران کی چوٹیوں سے مسلمانانِ عالم کو یہ پیغام سنایا تھا، کہ

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ | ہم نے فولاد اتارا، جس میں زبردست ہمت و منافعِ لئناس - (حدیدہ ۲۵) | اور دنیا کے لئے بے شمار فوائد ہیں۔

لیکن درودخواں مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہ دی اور ذلت و رسوائی کے جہنم میں دھکیل دیئے گئے۔ اگر آج ہماری بڑے نام اسلامی سلطنتیں فولاد کے استعمال سے آگاہ ہو جائیں تو ان کا موجودہ ضعف قوت میں اور انحطاط عروج میں بدل جائے۔

ان آیات کی موجودگی میں یہ کہنے کی جرأت کسے ہو سکتی ہے کہ قرآن تمام زمانوں کے لئے درسِ ہدایت نہیں، فی الحقیقت رسولِ عربی علیہ السلام کا دیا ہوا پیغام وہ عالی شان دستورِ العمل ہے جس پر کار بند ہونے کا لازمی نتیجہ زندگی قوت، حشمت، تسخیرِ بحر و بر اور تمکن فی الارض ہے:

حمد بے حد مر رسولِ پاک را | آں کہ ایماں داد مشّتِ خاں را

یہ امر قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم میں فقہی آیات عموماً یَسْأَلُونَكَ کے جواب **نکتہ** میں ملتی ہیں مثلاً: یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ..... یَسْأَلُونَكَ مَاذَا

يُنْفِقُونَ (بقرہ - ۲۱۹) وغیرہ اور مطالعہ کائنات پر نہایت تاکید اور امر نازل ہوئے ہیں، جن سے اعراض کی سزا قومی و ملی ہلاکت ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام بیت المقدس کے پاس سے گزرتے ہیں، جسے بخت نصر تباہ کر چکا تھا اور سوچتے ہیں کہ کیا ہلاک شدہ لسنی کا احیاء ثانی ممکن ہے؟ اور اللہ نے آپ کو سو سال کے لئے موت دے دی اور پھر زندہ کر کے فرمایا:

فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ | اپنے طعام (انجیر) اور پینے کی چیز (دودھ) کی طرف دیکھ
كَمْ يَتَسَيَّطُ (بقرہ ۲۵۹) | کہ سو سال کی لمبی مدت میں بھی کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔

دودھ اور انجیر کا اتنے عرصہ تک خراب نہ ہونا کوئی معجزہ نہیں، بلکہ آج ماہرین فواکہ اشربہ و اغذیہ کو اس قابلیت سے ڈبوں میں بند کرتے ہیں کہ سالہا سال تک خراب نہیں ہوتیں۔ اسی آیت کا مندرجہ ذیل ٹکڑا:

وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ فَتَوَلَّىٰ لِيَجْعَلَكَ آيَةً | اپنے گدھے پر غور کر، اور ہم تمہیں دنیا کے سائیکل نمونے
لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا | بنا کر پیش کرنے والے ہیں۔ پھر ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم
ثُمَّ نَكْسُوهُنَّ أَهْمًا۔ (بقرہ ۲۵۹) | کس طرح انہیں ترتیب سے کران پر گوشت چڑھاتے ہیں۔

موجودہ علم التشریح کی طرف کس نہور کی دعوت ہے جب عزیر علیہ السلام گدھے اور اٹل کی ہڈیوں کی ترتیب پر غور کر چکے تو الہی صناعت و تخلیق سے مرعوب ہو کر بکاڑھے۔
قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لِي شَيْءًا قَدِيرًا۔ (بقرہ ۲۵۹) | تو عزیر پکارا تھا کہ مجھے الہی قدرت کا علم اب حاصل ہوا ہے۔

اس قصہ میں تادیل آیات اور تین شخصیات کے لئے مفسرین نے کئی راہیں اختیار کی ہیں۔ ہمارے نزدیک قرین صحت وہ تشریح ہے جو حضرت خواجہ احمد الدین مرحوم کے قلب پر منکشف ہوئی۔ کہانی تفسیر بیان للناس (باقی اگلے صفحے پر)

یہی وہ علم ہے، جس کا نتیجہ خشیت ہے اور جس سے ایمان میں تقویت پیدا ہوتی ہے اور

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۳۰) ان کے نزدیک یہ کوئی تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایک مثالی قصہ ہے۔ جیسا کہ
کات تشبیہ سے ظاہر ہے۔ اس کی نظیریں قرآن مجید میں ملتی ہیں، مثلاً:
كَأَنِّي أَخَذْتُ مِنَ الْجَبَلِ أَكُودًا فَانْفَلَتَتْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ فَانْفَلَتَتْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ فَانْفَلَتَتْ
فِي الْأَرْضِ حَيْرَانًا (الزمر ۱۷) حیران کر کے نیچے گرا دیا (اور دلیل میں پھنسا دیا) ہو۔ ظاہر ہے کہ
یہ کوئی واقعہ نہیں، محض ایک تمثیل ہے۔ ایک اور مثال سنئے:-

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَفَقَتْ مِنْهُمُ نَفْسٌ لَهَا مِائَتٌ بَعْدَ مِائَةٍ أَسْوَءَ مَا يَكُونُ لِمَنْ أَضَلَّ سَبِيلَهُ فِي الْأُمُورِ
قُوَّةً أَوْ كَالَّذِينَ يَكُونُ لَكُمْ دَعْوَاهُمْ يَوْمَهُمْ (النمل ۹۲)

یہ عورت کون تھی؟ کہاں رہتی تھی؟ کوئی نہیں، کہیں نہیں، صرف سمجھانے کی بات ہے۔ سنئے:-
مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خُوِّرَ مِنَ السَّمَاءِ بِسَاقٍ حَامِيَةٍ فَتُخَطَّطُ لَهُ الْأَشْجَارُ وَأَنْهَارُهُ يُخَالِفُ لَهُ بِهَذَا الشَّيْءِ
فِي مَكَانٍ سَجِيَّةٍ (الزمر ۳۲)

غور کیجئے، کون آج تک آسمان سے گرا ہے جس کو برندے اُچک لے گئے یا پھانسنے اڑا کر دے
کے مکان میں پھینک دیا؟۔ شاید کسی مترجم و مفسر کو ان آیات کے تمثیل ہونے میں انکار نہیں۔
اسی طرح آیات زیر غور میں بھی تمثیل ایک ایسا شخص فرض کیا گیا ہے جو گدھے پر سوار ہو کر
اور کھانا پانی ساتھ لے کر سفر کر رہا ہے۔ اسے راہ میں ایک برباد بستی ملتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس بربادی کے
بعد یہ کس طرح آباد ہو سکتی ہو؟ (آئی مجھے) لَهِمْ (لَهُمْ بَعْدَ مَوْتِهِمْ) اللہ تعالیٰ اس فرضی شخص پر ۱۰۰ سال
کی موت دار دے دیتے ہیں، پھر اسے زندہ کر دیتے ہیں پھر اس تقہیری و تمثیلی خارق کو اس پر اس طرح چھپا دیتے
ہیں کہ اس کے جسم ناخن، بال اور کپڑوں تک میں ۱۰۰ سال کے عرصے میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، نہ اسے
کوئی دشمن کر لیا ہے، نہ اس کی نفس کسی دزدے کی نظر سے گزرتی ہے نہ کوئی حاکم اس سے مطلع ہوتا ہے، اس کا
کھانا پینا بھی سزا نہ بٹا۔ اس کو کسی مکھی، بچھر، کتے اور بلی نے بھی نہ دیکھا، اس کا گدھا بھی اسی طرح موجود
ہے۔ یہ سب ماحول ویسے کا ویسا ہی نظر آ رہا ہے، جیسا کہ اس کی ”صد سالہ موت سے پہلے تھا۔
جبھی تو وہ اس طویل مدت کو لیکر دن یا اس سے بھی کم سمجھ رہا ہے (یوسف اور بعض یوسف) یہ معجزہ کر کے اس
پر پوری طرح چھپا دیا گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ معجزاتی ایمان ایک مجبورانہ کیفیت ہے جس سے
کوئی حقیقی سعادت اور اختیاری مسابقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی قدرت احیاء امانت پر عقلی اور
استدلالی ایمان کی ضرورت ہے، جیسا کہ فرمایا: وَالنَّظَرُ إِلَى الْعِظَامِ (الہود) ان ہڈیوں کو دیکھو جو ماؤں کے پیوں
میں تیار ہوتی ہیں کس طرح ہم انہیں اُجھا لیتے ہیں، پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ (باقی صفحہ آئندہ ہے)

یہی وہ آیات ہیں جن سے ارباب علم کے دل دہل جاتے ہیں اور سینے نور عرفان سے
منور ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ اَكْبَرٰتِ عَلَيْهِمُ الْاَيْتَةُ نَرَا اَدَاتُهُمْ | جب اُن کے سامنے آیات الہی کی تفسیر پیش
لاؤں گا۔ (انفال ۲) | کی جاتی ہو تو اُن کے سینے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔

آج مغربی تجربہ گاہوں میں حیوانوں کو چیر بھانڈ کر الہی صنّاعی کا تماشا دیکھا جاتا
ہے، اللہ کی حیرت انگیز تخلیق و نظامِ آفرینش کا مطالعہ ہو رہا ہے۔ اور کلم نہ صرف
جاہل ہی بلکہ ان علوم کو خلاف اسلام قرار دیتا ہے۔ ہم کئی صدیوں سے اس غیور الہی
کی مزا بھگت رہے ہیں اور ابھی خدا جانے کتنے قرن اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

تَسُوْا لِلّٰہِ فَاَنْفُسُہُمْ اَنْفُسُہُمْ | یہ لوگ خدا کو بھول گئے اور خدا نے ان کو یوں
(حشر ۱۹) | حواس باختہ کیا کہ انہیں اپنی خبر بھی نہ رہی۔

اہلِ خلیل | حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے تمام کائنات باہر جن
وجہال پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کو ان تمام حسین مظاہر فطرت میں

(بقیہ از حصہ ۳) یہ سورہ بقرہ کا ۳۵ واں آئینہ ہے۔ اس میں مومنوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لانے
کی مثالیں بیان کی ہیں (مُجْرِجُہُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ) ابراہیم بادشاہ سے بحث کرتے ہیں۔ اپنے رب
کی ہستی پر احیاء و اماتت سے استدلال کرتے ہیں (وَبِیْ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ) مخالف اس سے متاثر
نہیں ہوتا تو طلوع شمس کی دلیل سے اس کو صداقت کرتے ہیں لیکن اپنی دلیل اول پر متروک ہو جاتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا بین ثبوت چاہتے ہیں۔ اس کے لئے اُن کو اس فرغی شخص کی مثال سے سمجھا کر
کہا جاتا ہے (لَیَجْعَلَنَّکَ اٰیۃً لِلنَّاسِ) ابراہیم ہم تجھے لوگوں کے لئے نمونہ یا امام بنانا چاہتے ہیں
جیسا کہ دوسری جگہ (وَرَاٰی جَاہِلُکَ لِلنَّاسِ اٰفَکًا) اس کے آگے پرندوں کو سدھانے کی مثال
سے بھی یہی احیاء و اماتت کی کیفیت سمجھائی ہے اور آخر میں ارشاد ہے: (وَاَعْلَمُکُمْ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ
حَکِیْمٌ) یعنی یہ قانونِ موت و حیات الہی غلبہ و حکمت کے مطابق انجام پا رہا ہے (وہ کہ خرق و عجز کے طور پر)
لے اچھڑ کر مجھ پر اس مبارک مضمون کے مطالعہ کا یہی اشم ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس تاجر کو (مدیر البیان)
دوام و استقامت عطا فرمائے۔ (مدیر البیان)

ایک معبود کا انتخاب کرنا تھا۔ آپ کی عرش رس نگاہ آسمان کے نوری کھلونوں کو
چیر کر بدیع السموات والارض تک جا پہنچی اور آپ نے یہ روح افروز اعلان فرمایا کہ
إِنِّي لَا أُحِبُّ الْأَفْلَاقِينَ (انعام ۷۷) میں غروب ہونے والے مظاہر کی پرستش نہیں کر سکتا۔
یہ تھی پہلی ابتلا کے خلیل !

اس کے بعد تحقیق کا درجہ آتا ہے۔ ابراہیمؑ تقلید سے متنفر تھے۔

اگر تقلید بودے شیوہ خوب
ہمیں ہم را جدا درختے (اقبال)

اسی لئے فرمایا:

رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تَخْرِجُ الْمَوْتٰی (بقرہ ۶۰) اے رب مجھے احیاء اموات کا مستطرد دکھلا۔
چنانچہ چار زوج شدہ پرندے ابراہیمؑ کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ
زندہ کیے گئے۔ اور یہ تھی دوسری ابتلا کے خلیل۔

جب ابراہیمؑ ان ابتلاؤں میں پورے اترے اور صاحب تحقیق و نظر ہونے
کا ثبوت بہم پہنچایا تو اللہ نے آپ کو امامت و سلطنت کی یوں بشارت دی:
إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا (بقرہ ۱۲۳) کہ اے ابراہیمؑ! میں تمہیں دنیا انسانی کا امام بناؤں گا۔
ابراہیمؑ نے پوچھا کہ میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو کہا:

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (بقرہ ۱۲۳) کہ تیری اولاد میں سے ظالم لوگ صلاحیت امت کے
جمالت سب سے بڑا ظلم ہے۔ آج اولاد ابراہیمؑ اس لئے ذلیل و رسوا
ہے کہ کلام خدا (قرآن) اور عمل خدا (کائنات) ہر دو سے جاہل ہے اسے معلوم
ہی نہیں کہ بہاڑوں کے میگزینوں اور زمینوں کے دیگر خزانوں کو استعمال

کیے بغیر کوئی قوم چند گھنٹوں کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

نظر | قرآن حکیم میں بار بار حکم دیا گیا ہے:

النَّظَرُ مَا ذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ دِيُونِس ۱۰۰ اَز مِیْن وَا سَمَان پَر نَظَرُ دَالُو۔

آؤ دیکھیں کہ نظر کے معنی لغت میں کیا ہیں :

نظر۔ دیکھنا، غور کرنا، معائنہ کرنا، سوچنا، (قاموس فیروز آبادی)

تو گویا ہمیں کائنات کو دیکھنا، اس پر سوچنا، غور کرنا، اور اس کے تمام پہلوؤں کا معائنہ کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کا دیکھنا ان آنکھوں سے ہو سکتا ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کا دائرہ بصارت از بس محدود ہے۔ اگر نظر کم زور ہو تو عینک استعمال کرنا پڑتی ہے۔ اگر انگ سے لاپتہ تک سفر کرنا پڑے تو ریل گاڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جوں کہ اللہ نے ہمیں نظر کا حکم دیا ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کی تعمیل بہتر سے بہتر رنگ میں کریں اور تیری بصارت کے جس قدر وسائل مل سکیں، انہیں استعمال میں لائیں۔ آج دنیا میں بہترین آلات بنیادی ایجاد ہو چکے ہیں۔ جن سے تخلیق کے بہت سے مخفی پہلو عیاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ ان آلات کو عربی میں منظار اور اردو میں خوردبین یا دوربین کہا جاتا ہے۔

ایک مسلم کو حکم ہے کہ وہ فریضہ صلوٰۃ ادا کرے۔ اب یہ مسلم کافر ہے،
وہ جسم کو پاک کرے، صاف کپڑے پہنے، اور مسجد تک چل کر جائے۔ یہ خدا
فرض نہیں کہ اس کے کپڑے دھوئے، اسے وضو کرائے، اور فرشتوں کو
بھیجے کہ جاؤ میرے پیارے بندے کو اٹھا کر مسجد میں پھینک آؤ۔ بعینہ اسی طرح

یہ مسلم کا فرض ہے کہ وہ کائنات کا مطالعہ و معائنہ کرنے کے لئے وسائل نظر تلاش کرے تاکہ الہی حکم کی تعمیل ہو سکے۔

ملا کی مکاری قرآن کا ہر حکم فرض ہے۔ یہ ملا کی مکاری ہے کہ وہ پہلے آسان

اور باقی تمام قرآن کے احکام پر عمل کرنے کو یا تو مستحب قرار دیتا ہے اور یا پھیا جاتا ہے۔
تَجْعَلُوْنَهُ قَرًا طَيِّسًا تُبَيِّنُ وَخَعَاوًا | تم نے کتاب الہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے، کچھ حصہ
مُخْفُونِ كَثِيْرًا (انعام ۹۲) | تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر حصہ ہرپ کر جاتے ہو۔

کیا قرآن میں سات سو چھپن آیات، مطالعہ کائنات کے متعلق موجود ہیں تو پھر تمہارے وعظوں اور خطبوں میں ان آیات کا کیوں ذکر نہیں ہوتا؟ تمہارا ہر وعظ صلوٰۃ و ریش تک کیوں محدود ہوتا ہے؟ تم کیوں وسائل قوت سے بکثرت نہیں کرتے؟ تم فروعات اختلافی پر زور دے کر حیل اللہ کے پر زورے کیوں اڑاتے ہو؟ تمہارے دل و دماغ اور سمع و بصر پر کیوں پر زور پڑے ہوئے ہیں؟

اُمّتِ مسلمہ ایک جسم ہے۔ جسم کے لئے ہاتھ پاؤں اور دل و دماغ کی ضرورت ہوتی ہے، علماء قوم کا دماغ ہیں۔ جس طرح دماغ کا کام حکم دینا اور سوچنا اور اعضا کا کام تعمیل کرنا ہے۔ اسی طرح علماء کا منصب تمام قوم کو حکم دینا ہے۔ ایک عالم کی تباہی ایک جہان کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔
اِذَا زُلَّ الْعَالِمُ ضَلَّ الْعَالِمُ | اگر ایک عالم کا پاؤں پھسل جائے تو ایک جہاں گم راہ ہو جاتا ہے۔

قرآن میں بار بار مذکور ہے کہ قوم کی اصلاح کے ذمہ دار مولوی ہیں؛
لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ اِلٰهٍ مُّجْرِمٍ | یہ مولوی اور پیر قوم کو جھوٹ بولنے اور حرام

قَوْلِهِمْ إِلَّا تَتَذَكَّرْ وَأَكْلِهِمْ الشَّجَرِ لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ (مائده - ۶۳) | بدکار ہیں۔

جب کوئی فرد قوم کے لیے کسی پہلو میں مفید ثابت ہوتا ہے تو اس کی یادگار باقی رکھنے کے لیے عمارات وغیرہ اس کے نام پر منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً سرگنگار ام ہسپتال۔ بر فضل حسین لائبریری، ولز ہسٹل اور ایمرسن کالج۔ اللہ کے ہاں حشرات و دواب اور اشجار و اجار کو دسمیت حاصل ہے کہ قرآن حکیم کی بعض سورتیں ان کی طرف منسوب کر دی گئیں سورہ بقرہ میں ۲۶۱، الفاطہ اور ۲۸۶ آیات ہیں، مختلف مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔ ایمان و نفاق پر بحث ہے۔ مختلف پیغمبروں کے تذکرے ہیں۔ بنی اسرائیل کے عروج و زوال پر تفصیلی بحث ہے اور بہت کچھ ہے، لیکن اس سورہ کا نام بقرہ (گائے) رکھا گیا۔ مومن جنت، موسیٰ، عیسیٰ، یا کتاب نہیں رکھا گیا۔

اسی طرح بعض دیگر سورتوں کے نام یہ ہیں :

نمل (جیونٹی)، نحل (مکس شہد)، عنکبوت (مکڑی)، النعام (چوپا)، دخان (گیس، سٹیم، دھواں)، مائدہ (طعام)، الکہف (غار)، نور (روشنی)، صافات۔ (اڑتے ہوئے پرندے)، طور (پہاڑ کا نام)، نجم (ستارہ)، قمر (چاند)، حدید (فولاد)، قلم (آزاد تحریر و تصنیف)، الذہر (زمانہ)، انفطار (پہاڑوں وغیرہ کا پھٹنا)، البروج (آسمان کے حصے)، الطارق (مسافر شب یعنی ستارے وغیرہ)، الفجر (صبح)، البلد (شہر)، الشمس (سولج)، الليل (رات)، الضحیٰ (طلوع آفتاب کے بعد وقت)

التین (انجیر)، الزلال (کانپنا، لزلہ)، العصر (زمانہ)، الفیل (ہاتھی)،
 لہب (آگ کا بھڑکنا)، الفلق (طلوع صبح)، الناس (انسان)۔
 غور فرمائیے! مناظر کائنات کو کس قدر اہمیت حاصل ہے کہ کتاب الہی
 کے کئی حصے ان کی طرف منسوب ہیں۔

ہر کہ محسوسات را تسخیر کرد عالم از ذرّۃ تمہیر کرد
 کوہ و صحرا، دشت و دریا، بحر و بخت تعلیم از باب نظر و اقبال
 انسانی علم کا تعلق مندرجہ ذیل اشیاء سے ہو سکتا ہے:

۱۔ پانی سے۔ مثلاً اشربہ وادویہ وغیرہ تیار کرنا۔

۲۔ زمین سے۔ انہار کھودنا، معادن نکالنا۔ طبقات الارض کی

چھان بین، پٹرول اور کوئلہ کی تلاش

۳۔ ہوا سے۔ ہوا میں اڑنا، ہوا کا تجزیہ، ہوا کی طاقت کو استعمال کرنا۔ وغیرہ

۴۔ آگ سے۔ سلیم بنا کر سامان حیات تیار کرنا۔ انجن بنانا، اتمہ الکفر کے لئے

آتش بار طیارے، ٹینک اور توپیں تیار کرنا۔

۵۔ نباتات سے۔ تجزیہ نباتات کے بعد خواص نباتات معلوم کرنا۔ نباتات

سے علاج امراض وغیرہ۔

۶۔ حیوانات سے۔ حیوانات سے سواری و بار برداری کا کام لینا، اچھی نسلیں

پالنا۔ چمڑے رنگنا، پوستیں تیار کرنا۔ اور کعبہ میں ہر سال کئی لاکھ

ذبح شدہ حیوانات قربانی کو بجائے نقصان رسا ہونے کے مفید بنانا۔

۷۔ جسم الناس سے۔ علم الاعضاء علم الطب، تشریح الافعال وغیرہ۔

۸۔ نفوس سے۔ علم العبادات، شاعری، موسیقی وغیرہ۔

گویا کائنات کا ہر منظر عجائبات کی ایک دنیا پہلو میں لیے دیکھے بیٹھا ہے
ہر ذرہ ہمیں قوت و جبروت کا ایک لازول پیام ہے رہا ہے اور ہر تپا بقا و صلاحیت
کی حیات انگیز داستان سنا رہا ہے، لیکن افسوس کہ ہم ان آیات سے غافل ہیں۔
يَسْرُوْنَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ | یہ لوگ مناظر کائنات سے آنکھیں بند کر کے
(یوسف ۱۰۵) | گذر جاتے ہیں۔

۱۸۹۲ء میں "ایکس ریز" دریافت ہوئیں، جو نہ صرف انسانی پوست
شعاعیں | واستخوان سے پار ہو جاتی ہیں، بلکہ کئی انچ موٹے لوہے سے بھی گذر
جاتی ہیں۔ آج ان شعاعوں کو مستخرج کرنے کے بعد اہل مغرب نے دنیا کے طب میں یک تہیکہ
ڈال رکھا ہے۔ ریڈیم کی قدر و قیمت سے ایک دنیا آگاہ ہے۔ آج سے چند سال پہلے
یورپ کے مشہور فاضل پروفیسر ملیکن نے ایک ایسی شعاع دریافت کی جو ریڈیم سے
بھی زیادہ مفید و طاقتور ہے۔ پروفیسر آر تھراڈنگٹن کا سمک شعاعوں (Cosmic
(Radiation) پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جو "کاسمک شعاعیں" عالم بالاکے
تخلیق ارض سے پہلے روانہ ہوئی تھیں وہ زمین پر لاپ پہنچیں ہیں۔ یہ مقدار میں بہت
کم اور طاقت میں بہت زیادہ ہیں، نباتات و اڑ پھولوں کا تنوع انہی کی وجہ سے
ہے۔ آغاز آفرینش میں صرف ایک پھول کسی پودے پر لگا ہوگا۔ جب اس پودے
کے بیج زمین پر جھڑے تو کسی بیج میں "کاسمک شعاع" داخل ہو گئی۔ فوراً اس
میں ایک تغیر آگیا۔ چنانچہ اس بیج کے پھول رنگ و صورت میں دوسرے ہم جنسوں
سے الگ ہو گئے۔ یہ گل لالہ و گلاب کی مختلف قسمیں اس شعاع کی کارستانیوں ہیں۔

شعاعی جنکشن ایک انچ بھر فضا میں سے وہ تمام شعاعیں گزر رہی ہیں جو پانی گھاس، عمارات اور شمس و قمر سے نکل کر ہر طرف پھیل رہی ہیں۔ اگر خوردبین سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس انچ بھر جگہ میں سے کڑوروں اجرام سماوی کی شعاعیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی گزر رہی ہیں۔ قطبی ستارے کی ضعیف ترین شعاع آفتاب کی طاقت و رواج نور کو چیر کر جا رہی ہے اور ایک بہت بڑا ریلوے جنکشن اس انچ بھر فضائی مقام کے مقابلے میں ہیچ نظر آتا ہے۔

روشنی کی طاقت روشنی ایک مہیب طاقت ہے، جو کونوں کا زینہ لگا کر آسمان سے اتر رہی ہے، اگر ہم اس روشنی کو جمع کر سکیں، جو ٹینیس کے مقام پر صرف ایک دن میں پڑتی ہے، تو اس قوت سے دو سو گھوڑوں کی طاقت کا ایک راجن قیامت تک چلایا جاسکے۔

روشنی کی قیمت ہم اپنے کارخانوں اور گھروں میں بجلی سے کام لیتے ہیں جس کا منبع اولین آفتاب ہے۔ یورپ کے ایک ماہر طبیعیات نے اندازہ لگایا ہے کہ تمام دنیا میں ہر سال صرف اچھٹا ناک وزن کی بجلی خرچ ہوئی ہے جس کے پیدا کرنے پر ۳۴ کروڑ روپیہ لاگت آتی ہے۔ دوسری طرف جو روشنی سورج سے صرف ایک دن میں زمین پر آتی ہے، اس کا وزن ۴۴۸۰ من ہے۔ بجلی کے حساب سے اس روشنی کی قیمت رہا اگر جانتی ہے، اللہ سبحانہ کا لطف عظیم دیکھو کہ ہم ایک پائی تک صرف کئے بغیر طاقت کے اس بے پناہ خزانے سے متمتع ہو رہے ہیں۔

فَبَآئِيَ الْآءِ سَبِّحْكُمْ تَكُنْ بَانَ الْاَمِنْ سَا اتم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کر دے۔

علمائے مغرب کا خیال یہ ہے کہ آفتاب ہمیں دس ارب سال تک اور
روشنی دیتا رہے گا۔

ابتدا میں زمین ہموار تھی اور اس پر ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اگر
گہوارہ زمین آج زمین کو پھر ہموار کر دیا جائے تو ہر مقام پر تقریباً دس ہزار فٹ
گہرا پانی چھا جائے۔ کچھ مدت کے بعد زمین کی اندرونی حرارت سے بطن الارض کے مو
اچھل کر باہر آگئے اور ہر سو پہاڑ نظر آنے لگے۔ زلزلوں کے علاوہ پانیوں کی شکست
ورخت اور طول زمان نے بھی سطح زمین کو ناہموار بنانے میں کافی حصہ لیا۔ زمین کا
ناہموار ہونا ایک الہی رحمت ہے ورنہ یہ انسانی و حیوانی زندگی کا گہوارہ نہ بن سکتی۔

اللّٰہِ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْلًا (۵۲) | اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارا گہوارہ بنایا۔
بعض حیوانات بعض اعضا کو زیادہ استعمال کرتے ہیں تو وہ بڑھ
عادت الہیہ جاتے ہیں، اور بعض کو کم استعمال کرتے ہیں تو وہ رفتہ رفتہ
مٹ جاتے ہیں۔ نباتات میں بھی یہی سنت الہیہ جاری ہے، کچھ صدیاں پیشتر
کیلے کی پھلی میں امرود کی طرح چھوٹے چھوٹے بیج ہوا کرتے تھے، جن کی کاشت سے کیلہ
پیدا کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ کیلے کی شاخیں لگانے کا رواج ہو گیا۔ جب قدرت نے
دیکھا کہ بیج استعمال نہیں کیا جاتا تو آہستہ آہستہ بیج کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اور آج
کیلے میں بیج دکھائی نہیں دیتا۔ قدرت کا ازل سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ وہ صرف
اُن اقوام کو دنیا میں باقی رکھتی ہے، جو مفید ہوں، اور غیر مفید اقوام کو کیلے کے بیج
کی طرح مٹا دیتی ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ | زمین میں صرف اُسی کو رہناگِ دام حاصل ہوتا ہے

(زمرہ - ۱۷) اجمودنیا کے لئے مفید ہو۔

آج ہم تموج اشیری کی بدولت ہزار ہا میل دور کی باتیں چشم زد
اللہ سستا ہے میں بلاتار و سلسلہ سن رہے ہیں۔ یہاں قدرتنا سوال پیدا ہوتا
 ہے کہ آیا یہ اشیر اللہ کے دائرہ اختیار کے اندر ہے یا باہر؟ اگر اندر ہے تو لازماً
 کائنات کی ہر وہ آہٹ صدا اور جنبش جو اشیر میں تموج پیدا کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ
 سے پہنچا نہیں رہ سکتی۔ نظریہ امواج اشیری نے ہمیں یقین دلایا کہ
 إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ اللہ سستا اور دیکھتا ہے۔

امپیریل کالج آف سائنس (لنڈن) کے ایک پروفیسر مسٹر ولیم دفعہ
 انسانی کان کی ساخت پر غور کر رہے تھے۔ الہی صنّاعی کے حیرت انگیز کمالات
 سے مرعوب ہو کر چلا اٹھے۔

“He who planted ears shall.

He not hear?”

”جس اللہ نے کان ایجاد کئے ہیں، کیا وہ خود صفتِ سمع سے محروم ہے؟“
 سبحان اللہ! پروفیسر ولیم کو اپنے علم و مطالعہ کی بدولت اللہ کی صفتِ
 سمع پر وہ روح افروز ایمان حاصل ہی، جس کا خیال تک ہمارے کافر مولویوں کو نہیں آسکتا۔
 کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد مری نگاہ نہیں سوئے کو فہ و غبار
 نہ فلسفی سے نہ ملا سے غرض مجھ کو یہ دل کی موت وہ اندیشہ نظر کافسہ و قبائل
ماحول سے تطابق تمام کائنات کی ترکیب بجلی کے خوردبینی ذرات یعنی منقویں

لہ بلکہ (نقلہ ما تو سوس بہ نفس اللہ تعالیٰ نفس انسان کے دوسووں تک واقف ہیں۔

(مدیر البیان)

(Electron) سے ہوئی۔ متقیوں کا اختلاط مثبت ذرات برقیہ یعنی ثباتیوں
(Protons) سے ہوا۔ اور یہ مرکب عقیقہ (Neutron) کہلایا۔ چند عقیقہ
جواہر (Atoms) بنے اور جواہر کا مجموعہ سالمہ (Molecule) کہلایا۔ ہر جواہر
اور ہر سالمہ بجلی کا ایک چھوٹا سا خزانہ ہے۔

نباتات کی ترکیب بھی انہی ذرات برقیہ سے ہوئی۔ صرف نام کا فرق ہے
نباتات میں عنصر نباتی کی ترکیب خلیوں (Cells) سے ہوتی ہے۔ ہر خلیہ متقیوں
اور ثباتیوں کا ایک مرکب ہوتا ہے، جس کے اجزائے ترکیبی نباتیہ (Protoplasm)
کہلاتے ہیں یہ خلیہ کوئی مردہ چیز نہیں، بلکہ نہایت حساس و پیچیدہ خزانہ حیات ہے
جس کے مقابلہ میں گھڑی یا مطبع کی مشین از بس سادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہر نباتیہ میں
ماحول کے ساتھ بدلنے کی حیرت انگیز استعداد موجود ہے۔

آغاز میں پودے سمندر کے ساحل پر نمودار ہوئے تھے۔ جب اُن کے بیج جھڑ
تو آندھیاں، پرندے، اور بارشیں انہیں نئے ماحول میں لے گئیں، جہاں پودوں میں
کچھ تبدیلی پیدا ہو گئی، جو گلاب کا پودا کسی جنگل میں اُگاتھا اور اُسے ہر وقت حیوانات
کی غذا بننے کا ڈر رہتا تھا، قدرت نے حفاظت کی خاطر اس کے ساتھ بہت زیادہ
کلنٹے لگا دیئے اور جو گلاب کسی باغ میں اُگاتھا، جس کے ارد گرد اونچی دیوار تھی او
ایک مالی بھی حفاظت پر مقرر تھا، اس کے کانٹے کم کر دیئے گئے۔ پھر جنگلی اور رستہ
پودے میں بلحاظ نزاکت و لطافت بھی کافی فرق دیکھا گیا۔ باغ میں پودے مالی
اور نظارگیوں کی خواہش سے بھی متاثر ہو کر زیادہ خوش نما و نازک بن گئے۔

شرکے کہتا ہے کہ میں نے بائین باغ کے ایک کونے میں پی کا ایک پھل دیکھا

جس کے کنارے کچھ سفیدی مائل تھے۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ بھول
بالکل سفید ہو جائے۔ اگلے سال یہ بھول نہ یا وہ سفید ہو گیا اور چند سال
کے بعد بالکل سفید۔

نباتات کی طرح حیوانات کو بھی نئے ماحول میں نئے اعضاء و آلات مل
جاتے ہیں۔ پرندے کی چند ہڈیاں صرف گیس سے پر ہوتی ہیں، تاکہ ہوا میں اپنا
بوجھ آسانی سے اٹھا سکے۔ مینڈک کی وہ تھیلی جو پانی میں تیرنے کے کام آتی ہے
خشکی پر پھپھڑے کے ذرائع سرانجام دیتی ہے۔ اسی طرح مچھلی کو پانی میں جس قدر
آلات کی ضرورت تھی، وہ سب عطا ہوئے۔ یہاں قدرتنا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا
یہ سب کچھ کسی قوتِ ناظمہ کے بغیر ہو رہا ہے؟ کیا کائنات کی اس حیرت انگیز مشین کو جلا
کے لئے کوئی دماغ مصروفِ عمل نہیں؟ کیا یہ اختلاط و امتزاج اور یہ ماحول کے ساتھ
حیرت انگیز تطابق خود بخود ہو رہا ہے؟ کیا یہ تخلیق و آفرینش کے بصیرت افروز معجزے
محض حسن اتفاق سے ظاہر ہوئے ہیں؟ کیا تکوین و تدوین کے یقین انگیز شعبے کسی آنکھ
ہاتھ اور دماغ کے بغیر سرزد ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایک مغربی عالم کیلپتے کی بات ہے۔

“The idea of Mind behind and Mind within
seems as rational and working hypothesis
as any.”

”یہ خیال کہ ایک دماغ کائنات کے اندر اور باہر مصروفِ عمل ہے ایک معقول
اور قابلِ یقین تخیل ہے۔“

زمین میں ارتقاء آفرینش پر لاکھوں صدیاں صرف ہوئیں
رقعہ آفرینش | ایک وہ وقت بھی تھا کہ کائنات عقل سے محروم تھی، انسان کی

تخلیق نے اس کمی کو پورا کیا۔ دوسرے لفظوں میں انسان کی ایجاد گزشتہ تاریخ تخلیق کا آخری واکم باب تھا۔ ابھی ایسے دماغ آئیں گے، جن کی تمہید ہم ہیں۔ خدا جانے یہ دنیا کہاں جا رہی ہے۔ آج سے دس لاکھ سال بعد کیسے انسان آئیں گے، اور ان کے دماغ کس قدر بلند ہوں گے، کوئی نہیں بتا سکتا۔ برناڈو شا کہتا ہے کہ کئی لاکھ سال بعد انسانی عقل ارتقا کی اس منزل تک جا پہنچے گی کہ طیاروں اور موٹروں سے ہزار گنا زیادہ تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو چکی ہوں گی۔ اور جس طرح کہ آج جبری زمانے کے آلات و ضرورت اور ازمنہ وسطی کی منجلیق عجائب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اس زمانے میں طیارے وغیرہ زمانہ جاہلیت کی یادگار سمجھ کر عجائب گھروں میں لکھ دیے جائیں گے۔ سچ ہے؛

مَا تَنْتَهِجُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَسِيهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا
جب ہم کسی آیت یا منظر کو مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسا ہی پھر پیدا کرتے ہیں۔

انسانی بدن کی مشین پر غور فرمائیے۔ ایک ڈاکٹر اس اعتماد پر
تلا فی مافات جس میں سوراخ کر دیتا ہے کہ اندر ایک حیرت خیز مشین
پوست و گوشت بنانے لگی ہوئی ہے۔ اگر تلا فی مافات کا یہ قدرتی سلسلہ نہ
ہوتا تو ہزار ہا مر لفظی عمل جراثیمی و اپریشیت، کے بغیر ہلاک ہو جاتے۔ اسی طرح کا ایک سلسلہ
عالم اخلاق میں بھی کام کر رہا ہے۔ ہم گزشتہ گناہوں اور کج راہیوں کی تلا فی
توبہ و ندامت سے کر سکتے ہیں۔ اور برہمنوں کا یہ اصول کہ گناہ کی تلا فی نہیں
ہو سکتی درست نہیں۔

..... ثُمَّ يُرْجَوْنَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ جو لوگ جلد ہی سنبھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ

يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (نساء ۱۰۷) | ان کی گزشتہ خامیوں کو نظر انداز فرما دیتا ہے۔
اللہ کا دار الحکومت | اگر سرما کی کسی رات کو مرتخ کا کوئی باشندہ بمبئی کے بازاروں
 میں اتر آئے تو وہ ہر طرف بلند عمارات اور خوب صورت
 دکانیں دیکھے گا، جن میں بجلی کے منقشے نور کا سیلاب اٹھارہ ہے ہوں گے۔ موٹروں کا
 تانتا بندھا ہوگا۔ ہر طرف ایک چل چل نظر آئے گی تو کیا وہ یہ خیال کرے گا کہ یہ
 تمام رونق خود بہ خود پیدا ہو گئی؟ کیا ایک جوہری کی دکان میں چاندی اور سونے
 کے برتن خود بہ خود قرینے سے سج گئے؟ کبھی نہیں۔ ذرا اندھیری رات میں آسمان
 کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو، ستاروں کے منقشے کس شان و شکوہ سے جل رہے
 ہیں۔ نور و تجلی کا کیا سیلاب اُمنڈ رہا ہے۔ کہکشاں کی شاہ راہوں پر گروہ
 آفتاب کیسی بہار دکھلا رہے ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کسی عظیم الشان
 فرماں روا کا دار الحکومت ہے۔

سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ | کیا یہ لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے بہت بلند اور پاک ہے۔
 کائنات کے اس لرزہ فگن سلسلے پر غور کرنے کے بعد جب منی کا مشہور مفکر
 اَن سٹائن پکار اُٹھا،

“The universe is ruled by mind and whether
 it be the mind of a mathematician or of an artist
 or of a poet or all of them ; it is the one reality
 which gives meaning to existence, enriches our daily
 taste, encourages our hope and energizes us with
 faith wherever knowledge fails.”

”کائنات پر ایک زبردست دماغ حکومت کر رہا ہے۔ اور اس سے بحث نہیں کہ وہ دماغ ریاضی داں کا ہے، یا مصور کا، شاعر کا یا ان سب کا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ہماری حیات کو پر معنی بناتی ہے، اُمیدوں کو ابھارتی ہے، اور جہاں علم کی روشنی ناکام ہے، وہاں ہمارے لہجے کو اور زیادہ مضبوط کرتی ہے۔“

یہی مفکر ایک اور مقام پر کہتا ہے :

“He who can no longer pause to wonder and stand rapt in awe is as good as dead and his eyes are closed.”

”وہ انسان جو کائنات پر اظہار تعجب کے لئے ٹھہرتا نہیں، اور اس پر خشیم و تقویٰ کی کیفیت طاری نہیں ہوتی، وہ مر چکا ہے، اور اس کی آنکھیں بھارت سے محروم ہو چکی ہیں۔“

آئن سٹائن کا یہ قول آیت ذیل کا تقریباً ترجمہ معلوم ہوتا ہے :-

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَٱلْاَرْضِ كَيْفَ يَخْلُقُ مَا يَخْلُقُ ۚ اِنَّ عِندَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّاۤ اَحْسِبُ اَنَّكَ تَكُنْ بِرُءُوسِ السَّجَدِ مُبْصِرًا ۚ

قَدْ اَقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (اعراف، ۱۸۵) قریب آگئی ہے۔

ہمالہ کے بلند اور دہشت ناک سلسلے کے سامنے کھڑے ہو کر ایک انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی مہیبت انگیز جہاں کے پر عظمت دربار میں سہما ہوا کھڑا ہے۔ وہ ہر سو وسیع و عظیم وادیاں، وہ جو اس پر افکن ثبوت، وہ رعب مہیبت کی لانتہائیاں اور وہ حیرت و تعجب کی بے پایاں تیاں، اللہ اللہ انسانی عقل کی کیا اٹھتی ہے۔

کیا ان مہیب مناظر کی خالق وہی ہستی ہے جس نے کشمیر کے حسین و جمیل خطے کو اپنی رعنائیوں کا منظر بنایا، یہ پھولوں کی دنیا، ندیوں کے نقشے، چڑیوں کے زمرے ہواؤں کی لطافتیں، فضاؤں کی ملاحتیں، دنیائے رنگ، جہانِ نیرنگ۔

وہ سامنے سمندر کی پُر جہرت دنیا میں ہمالہ پیکر موجیں ایک ہولناک طپان سے ٹکرا کر دھاڑتی ہوئی واپس آرہی ہیں۔ پانی کی یہ رعشہ انگیز دنیا کس قدر مرعوب کن ہے۔ دوسری طرف شبِ ماہتاب میں کسی خاموش، تنہا اور آسودہ جمیل کا منظر کس قدر دل فریب ہے۔ اس کے ساحل پر وہ نیلے نیلے، اودے اودے پھول، عطریوں میں لپی ہوئی ساکن ہوا۔ سطحِ آب پر سویا ہوا سکون، گھاس میں نیم بیدار بگلے اور مرغابیاں، آہ! یہ منظر کتنا حسین، کس قدر مست ساز اور کتنا وجد آور ہے۔ ہم یوں محسوس کرتے ہیں کہ فطرت کی بہاروں میں گم ہو رہے ہیں کسی مغربی فطرت شناس نے کیا اچھا کہا ہے:

“When we stand and gaze upon the scene

before us we grow to feel a part of it.

Something in it communicates with something in us. The communion brings us joy and joy brings us exaltation.”

”جب ہم کچھ دُک کر ان حسین مناظر پر نگاہ ڈالتے ہیں، جو ہمارے سامنے حدنگ تک پھیلے ہوئے ہیں، تو ہم محسوس کرتے ہیں، گویا ہم ان مناظر کا ایک جزو بن چکے ہیں اس حالت میں کائنات کا شاید مستور ہم سے ہم کلام ہو جاتا ہو۔ یہ ہم کلامی کیفِ نشا پیدا کرتی ہے۔ اور یہ نشا طوجد و مستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔“

خیز و واکن دیدہ مخمورا ووں مخواں ایں عالم مجبورا

غایتش تو سبب ذات مسلم است امتحان ممکنات مسلم است (قبال)

ماہرین علم السماء نے اندازہ لگایا ہے کہ اس نیلی فضا میں ہمارے

صدر محفل

آفتاب سے لاکھوں گنا بڑے بے شمار سو بج نہایت تیزی سے
چو پرواز ہیں۔ اور ہمارا آفتاب کائنات کے بے شمار شمسی نظاموں کے سامنے
محض ایک ذرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر یہ تمام شمس و اقمار مل کر قدرت
کی لا انتہا دنیاؤں کی ایک چھوٹی سی کسر بنتے ہیں۔ انسان کائنات کی اس
وسیع و عریض محفل میں صدر نشین ہے، کتنی بڑی تکریم اور کتنا بڑا اعزاز ہے!
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل) ہم نے انسان کو اشرف کائنات بنایا۔
انسان کی برادری کس قدر وسیع ہے، کہ کشتانی سیارے سے لے کر
لالہ صحرانک سب کی رگوں میں ایک ہی خون (ذرات برقیہ) دوڑ رہا ہے۔ سب کی
پیدائش ایک ہی نفس (منفیہ) سے ہوئی، اس لیے یہ سمندر بہاڑ اور آفتاب
و نجوم انسان کے بھائی ہیں، گوا انسان عمر اور قد میں چھوٹا ہے لیکن ہر جہ بہ قات
کتر بہ قیمت بہتر۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۖ وَاللَّهُ وَهَّابٌ عَرِيفٌ
(اعراف ۱۸۹) سے پیدا کیا ہے۔

ہمیں اس پر شکوہ کائنات کا سردار بنا کر بھیجا گیا تھا۔ لیکن حالت یہ ہے
کہ ہم قدم قدم پر آئین فطرت توڑتے ہیں۔ باقی تمام کائنات اپنے دستور العمل
کو نباہ رہی ہے اور انسان:
وَالْأَنْصِبُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَقَفٍ خُسْرٍ (انسان کا نقص علم (و احصر) شاید یہ کہ انسان ہمیشہ حسامین
لہ نفس واحدہ کی ایک اور تفسیر اور اق آئندہ میں آئے گی۔ برقی

سماری زمین آفتاب سے نکلی تھی، اس لئے ارضی
کیا یہ محض حسن اتفاق ہے؟ برقیوں کا منبع بھی آفتاب ہے۔ سورج سے
 نکلے ہوئے یہ ذرات آج طیور و حوش اور لالہ و گل کی صورت اختیار کئے ہوئے
 ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان شعلوں کو یہ شکل کس نے دی؟ کیا یہ سب کچھ اتفاقاً
 ہو گیا؟ ہم مانتے ہیں کہ دنیا میں اتفاق بھی کوئی چیز ہے، لیکن اتفاقات یا مواقع
 اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور بُرے بھی۔ پھر یہ کیوں ہے کہ تخلیق کائنات میں تمام اچھے
 مواقع استعمال کئے گئے اور بُرے اتفاقات کو چھوڑا نہ گیا؟ اس لئے تسلیم کئے
 بغیر چارہ نہیں کہ کوئی نگراں آنکھ اور کوئی زبردست دماغ مصروفِ عمل ہے، جو تمام
 تعمیری مواقع مہیا کر رہا ہے اور تخریبی مواقع سے بچ رہا ہے تخلیق و تکوین کے یہی
 ایمان افروز معجزات ہیں جن پر غور کرنے کے بعد پروفیسر ولیم میکبراڈ نے کہا تھا۔

“Can anyone seriously suggest that this
 directing and regulating power originated in
 chance encounters of atoms? can the stream
 rise higher than the fountain?”

”کیا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ خیال کر سکتا ہے کہ کائنات میں یہ نظم و ہدایت
 عناصر کی اتفاقیہ آمیزش سے پیدا ہو گئی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی نہر
 اپنے منبع سے مرتفع تر سطح پر بہہ سکے۔“

فَمَا كُنَّا عَنْ الْخَلْقِ غَافِلِينَ (مومن) | آفرینش کائنات سے ہم غافل نہیں تھے۔
نقشہ تعمیر | آم کی گٹھلی ایک چھوٹا سا صندوق یا فریم ہے جس میں آم کے دخت کا

کھل خاکہ و نقشہ پتوں، ٹہنیوں اور پھل سمیت موجود ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا آم جو کھلی
میں موجود ہے، زمین، ہوا اور آفتاب سے غذا و حرارت حاصل کرنے کے بعد پورا
درخت بن جاتا ہے۔ یہ کھلی اُس نقشہ کی طرح ہے جو انجیئر تعمیر عمارت سے پہلے تیار
کرتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین پر جب آم اُگا تھا تو نقشہ کہاں
تھا؟ جواب یہ ہے کہ خالق کے دماغ میں:

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ ذَرَّةً يٰ ذَرَّةً سَمِىٌّ
وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ | چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین یعنی علم الہی
وَلَا اَكْبَرُ لَا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سبا - ۳) | میں موجود نہ ہو۔

تمام کائنات پر ایک غیر محسوس طاقت کا اثر نظر آتا ہے۔
مخفی طاقت ہر جہد کہ یہ طاقت غیر مرئی ہے۔ لیکن یقیناً موجود ہے۔ اس کی
مثال یوں ہے کہ ہم ریڈیو پر دس ہزار میل سے کوئی تقریر یا ڈرامہ سنتے ہیں اور کبھی
کبھی متاثر ہو کر رو دیتے ہیں۔ مقرر دس ہزار میل دور ہے اور ہم تک اس کی آواز
اثر کی بدولت پہنچ رہی ہے۔ یہ الفاظ دیگر ہم اثر سے متاثر ہو رہے ہیں جو ایک غیر محسوس
طاقت ہے۔ اس سے واضح مثال یہ ہے کہ ایک سیب درخت سے ٹپکنے کے بعد نہ تو
آسمان کی طرف دوڑتا ہے اور نہ افق کی طرف بھاگتا ہے، بلکہ کشش ارضی ایک غیر
محسوس طاقت کے زیر اثر زمین کی طرف آتا ہے۔ دیکھا آپ نے کہ سیب کی اس
افتاد پر ایک غیر مرئی طاقت کا کتنا زبردست اثر ہے۔ اسی طرح کی ایک طاقت
تمام کائنات میں سرگرم عمل ہے، جسے اللہ کہا جاتا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (بقرہ ۲۵۵) | اللہ کا تخت سلطنت ارض و سما کو محیط ہے۔

جس طرح ہندوستان کے تمام دشت و جبل، باغ و راغ اور انسان و حیوان
 مل کر ہندوستان کہلاتے ہیں اور انسان ہندوستان کا دماغ ہے۔ پھر کسی خاص
 موقعہ (مثلاً جلسہ تقریب وغیرہ) پر صرف ایک منتخب انسان صدرِ بزم بنتا ہے جو اپنی ہند
 کے جذبات و خواہشات کا مظہر ہوتا ہے، اسی طرح کائنات کی بھری محفل میں اللہ تعالیٰ
 صدرِ محفل ہے، جو قوت، طاقت، خواہشات اور جذباتِ انسانی کا منبع و مصدر ہے۔
 وَمَا نَشَاءُ ذُنَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (دہر ۳) پہلے اللہ ایک چیز کی خواہش کرتا ہے، اور پھر تم
 دنیا سے مغرب کا ایک حکیم عجائباتِ تکوین سے متاثر ہو کر پکارا مٹتا ہے:

“The more we know the more we find there
 is to know. The farther we go, the greater is
 our joy. The deeper we penetrate the higher
 is our exaltation. So on and on we shall go
 laymen and scientists alike we shall never
 stop, because the lure is too great.

جوں جوں ہمارا علم فطرت بڑھتا جاتا ہے، ہم محسوس کرتے ہیں کہ ابھی کچھ اور بھی پرچھے
 جانتا چاہیئے، اس کیف انگیز دنیا میں ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں ہماری مسرتوں میں
 اضافہ ہوتا جاتا ہے، مطالعہ کائنات پر صرف کیا ہوا ہر لمحہ میں بلند تر کیف و مستی کا پیام دیتا
 ہے۔ ہم سب (عوام و علماء) اس حسین منزل کی طرف بڑھتے ہی جائیں گے، اور ٹھہرنے کی نہیں
 اس لئے کہ شاید کائنات کی تجلیاں از بس نظر فریب میں۔

یعنی انسانی اختیار، اختیارِ خداوندی کے ماتحت ہے (مدیر الہی)۔

وحدت کائنات پر فرانسس تھا پیسن کا خیال ملاحظہ ہو:-

“All things by immoral power near and far.
Hiddenly to each other linked are.

That thou can not stir a flower.

Without trembling of a star..”

”تمام قریب و بید اشیاء کو ایک لاندہ وال طاقت نے مخفی طور پر بہ یک دیگر باندھ رکھا ہے جب تم ایک پھول کو چھڑو گے تو فصل کے گردوں میں ایک ستارہ کانپ اٹھے گا۔“

حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاک کی ہو کہ نوری ہو

لہو خورشید کا نیکلے، اگر ذرے کا دل چیرا (اقبال)

اللہ اکبر! توحید پر اس سے بہتر مضمون کوئی کیا باندھے گا۔ یہی وہ زمزمہ ہے
ثنا و عبودیت ہے، جو قرونوں کے مسلسل مطالعہ و تفکر کے بعد اُن کے دل کی گہرائیوں
سے نکل رہے ہیں، کیا اللہ ایسے انسانوں کو سپرد جہنم کر دے گا، جن کی زندگیوں افعال
الہی کی تلاش میں کٹ گئیں، جنہوں نے ہر پتے میں انوار الہی دیکھے، ہر ذرے میں
آفتاب الوہیت کا تماشا کیا، ہر قطرے میں اس کی صنایع عیاں و نہاں دیکھیں
اور بھر کھول کھول کر ہمیں سمجھائیں، کیا ایسے صاحبِ دل، روشن دماغ اور ارباب
سمع و بصر، جن کی آنکھیں تجلیات ربانی سے خیرہ ہو گئیں، جن کے کان کائنات کے
ہر ذرے سے نغمہ ہائے تسبیح و تہلیل سنتے رہے، اور جن کے دل الوہیت کے نشیمن
بن گئے، معقوب و مغضوب اور سوختنی و کشتنی ہیں، اور تم اے ہمارے ملاؤ! جن کی نگاہیں
تجلیاتِ فطرت سے بے نصیب، جن کے کان حجر و شجر کے زمزموں سے محروم اور
جن کے دل فہم و ادراک سے کوسوں دور ہیں، اللہ کے محبوب اور جنت کے مستحق!

حسن زبصرہ، بلال از حبش، صہیب انہ روم

ز خاک مکہ ابو جہل، ایں چہ بولعجبی است (موقوف تیرائی)

اگر یہ درست ہے کہ صرف تم ہی اللہ کے محبوب ہو تو پھر تمہارا رب تمہیں
سزائیں کیوں دیتا ہے۔ اور تمہارے پیروں اور مریدوں پر فلاکت، جہالت
اور ذلت کا غضب کیوں نازل ہو رہا ہے؟

... يَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ ... وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں،
فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ط اُن سے ذرا یہ تو بڑھ چھو کہ اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو
اللہ نے تمہیں اپنے عذاب کی آہنی گرفت میں کیوں جکڑ رکھا؟ (مائدہ-۱۸)

اللہ کی ان خیرہ ساز اور مبہوت کن دنیاؤں میں انسان کی حقیقت ہی کیا
ہے؟ وہ ایک چھوٹا سا کیرا ہے جو زمین پر رہینگا۔ ہے۔ پھر اس خالق ارحم
وسما اور قہار و جبار کی نوازش دیکھو کہ وہ اس متغیر سی مخلوق (انسان) کی طرف
کبھی پیغمبر بھیجتا ہے، کبھی اپنا جمال دکھلاتا ہے، اور کبھی ہم کلامی کا شرف عطا کرتا
ہے۔ ایک عبرانی شاعر کیا پتے کی بات کہتا ہے:

“When I consider The heaven, the moon
and the stars which Thou Last ordained,
what is man that Thou art mindful of him
and the son of man that Thou visited him.”

”جب میری نگاہ تیرے ہیب آسمانوں، ستاروں، اور مہتاب پر پڑتی ہے،
جو تیری مشیت سے مقہور و مجبور ہو کر سرگرم عمل ہیں تو مگر خیال آتا ہے کہ خدا جانے

یہ انسان کیا چیز ہے، جس کی تجھے اس قدر فکر ہے کہ ابنِ آدم کو تو نے اپنا جلوہ بھی دکھلایا۔
 لندن یونیورسٹی کے ماہر علم التشریح پروفیسر ڈیوڈ فریئر نے اللہ جانے
 انسانی بدن میں الہی مخلوق کے کیا شعبے دیکھے کہ مبہوت ہو کر بول اٹھا۔

‘Our minds are overwhelmed by immensity
 and majesty of Nature.’

”صحیفہ فطرت کی مبہوت کن ورزہ فطن عظمت سے دل دہل جاتا ہے۔“
 یہی شیداۃ فطرت ایک اور مقام پر کہتا ہے:

“We hardly know which to admire the
 more, the Mind that arranged Nature
 or the mind which interpreted it.”

ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس کی زیادہ تعریف کریں، اُس دماغ کی جس نے
 فطرت کو آراستہ کیا، یا اُس دماغ کی جس نے فطرت کی توجہ جانی کی اپنی عکاس فطرت
 خالق کائنات بے حد جدت پسندی۔ ایک حقیر ذرہ برقی سے کیا کچھ بنا ڈالا۔ ارب
 در ارب انسان پیدا ہو چکے ہیں، لیکن تنوع پسند بننے ایک چہرہ دوسرے سے نہ ملے۔
 گلوں کی بو قلموں رنگت، حیوانات وحشرات کی لامتناہی انواع، جمادات کی بے شمار قسم
 اثمار و فواکہ کے مختلف ذائقے اور کھرب کھرب اشجار کے مختلف اوراق و اشکال انسان
 سوچتا ہی تو عالم حیرت میں کھو جاتا ہے کہ اس قدر مصروف اور اتنا سرگرم عمل خدا،
 اس قدر مہیب نگران اور اتنا جدت پسند رب! ٹیلیس مرعوب ہو کر پکار اٹھا،

“What a marvellous imagination God Almighty
 has.”

”ربِّ ذوالجلال کس قدر حیرت انگیز تخیل کا مالک ہے“

یہ حسین دنیا ایک نگارستان ہے، جس میں نظر فریب نقوش و تصاویر جنتِ بگناہ بنی ہوئی ہیں۔ ایک الہم ہے، جس کا ہر شاہکار لا جواب ہے اور ایک یوان ہے جس کا ہر کرب کیف انگیز و وجد آور ہے، یہی وہ حسین اشعار تھے جن کو پڑھنے کے بعد سر جیمز جینسن نے کہا تھا:

“The universe looks more like a great thought than a great machine.”

”یہ کائنات کوئی مشین نہیں، بلکہ کسی شاعر کا زبردست تخیل معلوم ہوتی ہے۔“

فطرت کی لا انتہائیت پر علامہ لیسکل کا قول ملاحظہ ہو:

“The universe is a circle whose centre is every where, and circumference is now here.”

مدیہ کائنات ایک دائرے کی طرح ہے جس کا مرکز تو ہر جگہ نظر آتا ہے، لیکن

خط محیط کہیں نہیں ملتا۔“

توازن ہماری زمین کی دو حرکتیں ہیں، ایک اپنے گرد دوسری سواری کے گرد۔ زمین ایک گھنٹے میں کئی ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چارے ہوئی ہے۔ لیکن توازن کا یہ عالم ہے کہ کہیں کوئی ہچکولا محسوس نہیں ہوتا۔ زمین کے اس حیرت انگیز عدل و توازن کو دیکھ کر سر جیمز بکار اٹھے:

“The trembling universe must have been balanced with unthinkable precision.”

”اس کا پتہ ہونی کائنات میں ایک دقیق اور مہر اور افلاک صنّاعی سے“

عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے۔

واقعہ ایک دفعہ سٹرڈیوڈبر و سٹر تجربہ گاہ میں قطرہ آبی کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انھیں معلوم ہوا کہ پانی کے ہر جوہر Atom کی ترکیب گھڑی کی مشین سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے آپ پر ایک وجد سا طاری ہو گیا اور فطرت میں بول اُٹھے:

“ Oh God ! How marvellous are Thy works.”

” اور رب ! تیرے کام کس قدر حیرت انگیز ہیں۔“

سچ ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فطر ۲۸) اللہ سے صرف علمائے فطرت ہی ڈرتے ہیں۔

کائنات میں کئی طرح سے یک رنگی ہے۔

یک رنگی کائنات

۱۔ ماحول سے تطابق عالم گیر ہے۔ سرد ممالک میں جانوروں کے لمبے بال، گرم خطوں میں کالا رنگ۔ حفاظت کے لئے ضعیف خروگوش اور ہرن وغیرہ کا ہم رنگ زمین ہونا۔ مچھلی کے آلات شناوری اور پرندے کے پر اس عالم گیر اصول کی تطبیق کر رہے ہیں۔ جو حیوانات ماحول کے مطابق نہیں چل سکتے، انھیں اسی طرح میٹ دیا جاتا ہے جس طرح مسلمان کو جو سائنس کی دنیا میں رہ کر اوراد و وظائف اور ریش و قبا پر تمام زور صرف کر رہا ہے۔

۲۔ ہر چیز کی تکوین ذرات برقی (منفئے) سے ہوتی ہے۔

۳۔ دنیا میں باہمی احتیاج عالم گیر ہے۔ اگر مختلف نمک اور یکٹیر یا موجود

تو نباتات فنا ہو جائیں۔ اور اگر نباتات نہ ہوں تو حیوانات ختم ہو جائیں۔

۴۔ یک رنگی کا کمال دیکھئے کہ ہر دل ایک منٹ میں ۱۰، ۲۰، ۳۰ دفعہ دھڑک رہا ہے

ہر پھیپھڑا ایک دقیقے میں ۱۶ اوفو سانس لے رہا ہے۔ پانی کی سطح ہر جگہ برابر ہے۔ ہوا ہر مقام پر پانی سے ہلکی ہے۔ بکری کے پیٹ سے ہر جگہ بکری ہی پیدا ہو رہی ہے۔ الغرض بہار و خزاں، موت و حیات اور گردش نجوم و شمس وغیرہ میں ایک زبردست تناسب حیرت انگیز ہم آہنگی اور ایک ایمان افروز یکسانیت پائی جاتی ہے:

مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَافُوتٍ
فَاجْعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ
الہی تخلیق میں تمہیں کہیں عدم تناسب یا فقدان
ہم آہنگی نظر نہیں آئے گا، بار بار دیکھو، کیا
تمہیں کوئی ایسی کی نظر آتی ہے؟
(ملک - ۳)

اس آیت کی بہترین تفسیر مغرب کے ایک عالم فطرت کی زبانی سنئے:

“One plan, many variations, one design many modifications, one truth many versions.”

”یہ کائنات کیا ہے؟ ایک نظام ہے، جس کے مختلف پہلو ہیں، ایک نظم ہے جس میں خوش گوار اختلاف ہے۔ اور ایک صداقت ہے، جس کی کئی تعبیریں ہیں۔“
سیمونل راجز اپنے نتائج غور و فکر کا یوں اعلان کرتا ہے:

“The very law which moulds a tear and bids it trickle from its source, that law preserves the Earth and guides the planets in their course.”

”اللہ کی وہ مشیت جو قطرے کو آنسو بنا کر آنکھ سے لڑھکا دیتی ہے، وہی مشیت زمین کو فضا میں تھامے ہوئے ہے۔ اور ستاروں کی ان کی معینہ گذر گاہوں

پر حفاظت و رہنمائی کر رہی ہے۔“

ارض و سما کے اس تناسب و توازن کو دیکھنے کے لیے ایک تہ رس نگاہ کی ضرورت ہے۔ قدوری، منیر اور پکی روشنی کے ”فاضل“ کیا جانیں کہ کائنات کا خشیہ انگیز ایمان افروز توازن کس بلا کا نام ہے!

وَالسَّمَاءَ دَفَعَهَا وَوَضَعَ الْبَرَّاقَانَ
الَّذِي فِيهِ آسَافُ سَوَابِقَ
کائنات میں توازن پیدا کر دیا ہے۔

سموئل راجز فرماتے ہیں:

“We are at loss to know which to admire the more the mathematical accuracy of the universe or the beauty of its design.”

”ہم فرط حیرت سے فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس کی زیادہ تعریف کریں۔ اس حسابی عدل و توازن کی جو ذہنی فطرت پر یا اس حسین جمیل ساخت کی جو کائنات میں موجود ہے۔“

روشنی اور حرارت کے انجمن

روشنی کو حرارت سے جدا کرنا ناممکن ہے۔ لیکن جگنو کی دُم میں قدرت نے ایسی روشنی پیدا کر دی، جس میں حرارت موجود نہیں۔ آج علماء فطرت اس قسم کی روشنی پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے آلات بنا رہے ہیں۔ جگنو کا تجزیہ کر کے دیکھا جا رہا ہے۔ جگنو خود بولتا نہیں اور علماء اس رائے کو سمجھنے سے عاجز آگئے ہیں۔ اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جگنو کو روشنی دینے کی ضرورت کیا تھی۔ دوم سمجھ اس روشنی کو حرارت سے کیوں

ایک عالم غریب لکھتا ہے کہ اگر جگنو کی دُم حرارت ہوتی تو وہ جہاں بیٹھتا، آگ بھڑک اٹھتی اور تمام باغ و ریح جوں کر خاکستر ہو جاتے۔ (برقی)

جدا کر دیا گیا؟

انسانوں نے بجلی حال ہی میں دریافت کی ہے، لیکن کائنات میں بجلی کے مختلف
انجن آغاز آفرینش سے موجود ہیں، مثلاً سمندر میں ایک مچھلی آبل مٹی ہے جو بجلی سے شکار
کھینچتی ہے۔ یہ اپنے بعض پٹھوں کو سکیر کر اس قدر بجلی پیدا کر سکتی ہے، جس کے عدد
سے شکار ہلاک ہو جاتے۔ اسی طرح ایک اور مچھلی عجیب طرح سے شکار کھینچتی ہے جب
دیکھتی ہے کہ اس کا شکار کہیں قریب آ گیا ہے تو وہ فوراً ایک فمقمہ (جو اس کے سر پر پہنایا
جلا لیتی ہے جس کی روشنی میں شکار کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور وہ فمقمہ ابل بن جاتا ہے۔
خود فرماتے کہ جگنو اور ان مچھلیوں کے اجسام میں کس بلا کے انجن لگے ہوئے ہیں
جو دیگر بے شمار اعمال کے علاوہ روشنی اور بجلی بھی پیدا کر رہے ہیں۔

ایک مغربی حکیم اپنی حیرت کا یوں اعلان کرتا ہے :

“ We must take notice of such qualities of
organism such as varying, growing multiplying,
developing feeling and endeavouring. A study
of such facts interests, educates enriches and
helps to keep alive the sense of wonder, which
we hold to be one of the saving graces of life.”

ہمارا فرض ہے کہ ہم خواص مادہ پر غور کریں، مثلاً مادے کا بڑھنا پھیلنا
اور تقارر احساس اور کوشش۔ یہ تفکر جہاں ہمارے علم میں اضافہ کرتا
ہے، وہیں ان جذبات حیرت کو، جو حیات انسانی کی زینت ہیں جو
رکتا ہے۔

کائنات کا ہر ذرہ ایک ایسا رباب ہے جس سے الہی دانش
بدن کی مشین و صداعی کے تزلزل نے نکل رہے ہیں۔ انسانی بدن کی مشین پر غور

فرمائیے کہ بقول سرکار تھم کا تھم جب ہم چلتے ہیں تو صرف ایک قدم اٹھاتے وقت سوتے
 سو پٹھے مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ٹھہرا بیٹھا جائے تو ہم قدم نہ اٹھا سکیں
 اندازہ لگائیے کہ باقی اعمال میں کس قدر عضلات و اعصاب کس کس رنگ میں سسکتے
 مڑتے، پھیلتے اور لچکتے ہوں گے۔ ہر مشین کے لیے ایک ڈرائیور، کلینر دھاف کرنے والا لائیو
 دینے والے، مرمت کرنے والے اور انجنیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان نہ
 تو اپنی مشین کا ڈرائیور ہے اور نہ مرمت کنندہ۔ یہ غریب تو اس ہولناک مشین کے سمجھنے
 تک سے قاصر ہے۔ قدرتنا سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو حیوانات کی
 ارب در ارب مشینوں کو چلا رہی ہے، مرمت کر رہی ہے، تیل دے رہی ہے، صاف
 کر رہی ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ ہمارے علم کے بغیر ہو رہا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ كَذٰلِكَ يُخْرِجُ السُّجُودَ
 فَآتٰنِیْ نُوْرٌ فَاَنْوَرُ مِنْ شَمْسٍ (یونس ۳۴) | پھر عمل تخلیق کو دہراتا ہے، تم کہاں بھٹک رہے ہو؟

ایک گنوار اپنی بھینس، گائے، بکری، گھوڑی
انسانی علم کی انتہائی منزل بیوی اور کھیت کے بغیر باقی سب چیزوں کو

بے کار سمجھتا ہے۔ وہ ان بے شمار پودوں، درختوں، پتھروں، کانوں اور دھاتوں
 کے افادی پہلوؤں سے غافل ہے اور اسے قطعاً معلوم نہیں کہ کائنات کی ہر چیز کسی
 خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس وقت تک تقریباً چودہ لاکھ نباتات دنیا
 ہو چکے ہیں، جن میں سے انسان صرف تین چار سو کے استعمال سے آگاہ ہے۔

طرح جمادات اور حیوانات کی بے انتہا دنیا میں ہمارے لئے بہ دستور راز ہے
 سربستہ ہیں۔ ہم مکمل انسان صرف اُس وقت بنیں گے جب کائنات کی ہر چیز کو
 مسخر کر کے استعمال کر رہے ہوں گے جب مکھی، مچھر، گھاس، پھول، پودے، پتے
 درخت اور قطرے کے مقصد تخلیق سے آشنا ہو چکے ہوں گے۔ اور جب ہمارے مکمل
 کالج، تجربہ گاہیں اور مشاہدہ گاہیں اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہوں گی کہ دنیا
 کی ہر چیز کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

جانتے ہو کہ یہ تحقیق و تلاش اور مقصد تخلیق کا اعلان کس ملت کے فراتسن
 میں داخل ہے، خود اللہ سبحانہ کی زبان سے سنئے،

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَنُعُودًا
 وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
 هٰذَا اَبَاطِلًا ۝ (آل عمران ۱۹۱)

جو اٹھتے بیٹھتے اور موتے الہی اعمال کے
 سے غافل نہیں ہوتے اور جو کائناتِ ارض و سما
 پر غور کرنے کے بعد یہ اعلان کرتے ہیں کہ اے رب
 دنیا میں کوئی چیز بلا مقصد پیدا نہیں کی گئی۔

آج مسلمانوں میں وہ علماء موجود نہیں جو ایک مکھی تک کا مقصد تخلیق بتا سکیں
 اور جن کا علم، غور و فکر، تجربہ و مشاہدہ اور تجزیہ و تشریح کا نتیجہ ہو۔ ہامون الرشید
 (عباسی خلیفہ) اسلام کے مثلے آگاہ تھا۔ اس کے عہد میں ۲۷۱ھ ارصد گاہیں اجرام
 سمادی کے معائنہ کے لئے نصب تھیں۔ حیوانات بطور جمادات اور نباتات پر ۳۶۱ ہزار
 کتب تصنیف ہو چکی تھیں۔ وہ گھڑیاں بنارہا تھا، انجن چلانے کی کوشش کر رہا تھا
 زمین کو ناپ رہا تھا اور زمین و آفتاب کا درمیان فاصلہ معلوم کر رہا تھا، لیکن آج
 ایسے مسلمان موجود نہیں، خالی کمرگوں کا ہجوم ہے، بیرہ پستوں کی بھیڑ ہے، درود و خاؤ

کا اثر دہا م ہے، نشہ شفاعت میں چورا اور خمار تو گل سے مخمور، قوم کا ایک میڈ سا جاما ہوا ہے جس میں ہمارے ملا صاحب وضی احادیث سنا سنا کر مسلم کو اور زیادہ سلا ہے ہیں۔

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا "مسلم" اگر

پھر سلا دیتی ہے اس کو "مولوی" کی سا حیا (اقتبال)

امریکہ کی جامہ علوم نباتات کے بڑے دروازوں پر
مغرب کا ذوق جستجو یہ روح افزا الفاظ لکھے ہوئے ہیں:

"Open Thou mine eyes that I may behold
wonders of Thy creation."

"اے رب! میری آنکھیں کھول، تاکہ میں عجائبات تلوین کا تماشہ کر سکوں۔"

یہاں ان چند شبہ انبیانِ فطرت کا ذکر
صحیفہ فطرت کے چند قدیم مفسر اے جانہ ہوگا، جن کی زندگی مطالعہ کا ستارہ

میں بسر ہوئی۔ ہر چند کہ ان بزرگوں کے پاس عہدِ حاضر کے آلات و وسائل موجود نہ تھے۔ تاہم ان میں سے بعض کے نتائج غور و فکر کو آج بھی صحیح سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ تھیلز (Thales) نے زمین کو پانی پر تیرتی ہوئی ٹکیہ خیال کیا تھا۔

۲۔ انکسیمینڈر (Anaximander) کے ہاں زمین فضا میں معلق تھی۔

۳۔ انکیمینز (Anaximenes) کا خیال تھا کہ ستارے شیشے سے بنے

ہوتے ہیں، اور آسمان میں ٹکینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔

۴۔ فینا غورث کے ہاں تمام کائنات زمین کے ارد گرد گھوم رہی تھی۔

۵۔ اینکاغورث (Anakagores) (دستِ گسہ قلم)، پہلا عالم ہے جس نے

نور قمر کو مستعار کہا تھا۔

- ۶۔ ہرکلائڈس (Heraclides) (۱۷۳ ق م) پہلا شخص ہے جس نے زمین کو متحرک مان کر کہا کہ اس کا ایک چکر چوبیس گھنٹوں میں ختم ہوتا ہے۔
- ۷۔ اریستارکس (Aristarchus) نے بھی زمین کو متحرک تسلیم کیا تھا اور آفتاب کو مرکزی نقطہ مان کر تمام کائنات کو اس کے گرد گھما دیا تھا نیز چاند اور سورج کا حجم طول و عرض دریافت کیا تھا اور زمین آفتاب اور مریخی فاصلہ ناپا تھا، لیکن اس کے نتائج آج قابل اعتنا نہیں۔
- ۸۔ ایراٹوستھینس (Eratosthenes) (۲۷۶ ق م) نے زمین کا قطر دریا کیا۔
- ۹۔ ہیپریکس (Hipparchus) نے سال کی لمبائی معلوم کی۔ اس کے وقت کروڑوں سال اور ہمارے سال میں صرف چھ منٹ کا فرق ہے۔
- ۱۰۔ ہیرو (Hero) (۱۰۰ ق م) نے سٹیم انجن اور پمپ ایجاد کیا۔
- ۱۱۔ لیوسیپس (Leucippus) (۵۰۰ ق م) اور دیموکریٹس (Democritus) (۴۰۰ ق م) نے اعلان کیا کہ ہر چیز کی ترکیب اجزاء اور ایٹمز سے ہوتی ہے۔
- ۱۲۔ ویرو (Varro) (۱۶۰ ق م) اپنی کتاب (Res Rustical) میں لکھتا ہے کہ گندے جوہروں میں چراغیں مرقع پرورش پاتے ہیں۔ گویا تھو جراثیم اسی عالم کا نتیجہ تلاش ہے۔
- ۱۳۔ جولیس سیزر مشہور شاہ روم نے کیلنڈر درست کیا تھا۔
- ۱۴۔ اہل روم آ کر جزائریں اور محراب کے موجد ہیں۔
- ۱۵۔ کاپرنیکی (Copernicus) نے آفتاب کو مرکز عالم تسلیم کیا تھا لیکن تھو کے
- (Thycho) نے پھر زمین کو مرکز مان کر تمام اجرام سماوی کو اس کے گرد گھما دیا نیز اعلان کیا کہ زمین و آفتاب کا فاصلہ $\frac{1}{4}$ و کرور میں ہے۔

باب (۲) بہار نباتات

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَخَرَجَ مِنْهُ نَبَاتٌ كَثِيرٌ ۖ فَاخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۖ وَمِنْهُ لَخَلِجٌ
مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ
أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالزُّمَّاتُ مُشْتَبِهَاتٌ
وَبَاخٍ مُتَشَابِهٌ ۖ أَنْظِرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا
أَفَلَ ۚ وَبَيْنَهُ لَنَا فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ مُؤْمِنُونَ ۝ (النعام - ۱۱۰)

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر
مختلف قسم کے نباتات اُگائے۔ سبز رنگ پودے
پیدا کر کے اُن سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے
ساتھ پھلوں کے وہ کچے لکڑے جن تک تمہاری
رسائی ہو سکتی ہے۔ اللہ نے مختلف اور مماثل قسم کے
انگور، زیتون اور اناروں کی جنتیں پیدا کیں
پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو۔ ان نباتات میں
اہل ایمان کے لئے معجزات و اسباق موجود ہیں۔

اس آیت میں بارش و نباتات کے ذکر کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ اُنظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ
دیکھیں پھر غور کرو نیز فرمایا کہ اِنَّا فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ مُّؤْمِنُوْنَ
کچھ اسباق و معجزات موجود ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم نباتات و انما سے کچھ غور کریں۔
زمین اور نباتات جس طرح جانور گھاس کھاتے ہیں اسی طرح پودے زمین کھاتے ہیں۔

پودوں کی غذا نائٹروجن، چوتنا پوٹاش اور ہائیڈروجن وغیرہ ہے۔ یہ عناصر اوراقِ اشجار، گوبر، ہڈیوں، خون اور بالوں وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ خزاں میں بہت جھڑا لہنے کی بہت بڑی رحمت ہے کہ یہ پتے زمین کو طاقت بخشتے ہیں۔ اس قدر وسیع زمین میں گھاؤ لٹا انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی طرح ۵۲ ہزار میل لمبی زمین کو سیراب کرنا ہماری طاقت کا کام تھا۔ اول الذکر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے خزاں میں تقریباً تمام درختوں کے پتے کٹا بنا کہ ہر طرف پھیر دیے اور مؤخر الذکر مشکل کو یوں حل کیا کہ سورج نے شعاعوں کے ذریعہ زمین میں ڈالے ہوئے ان ڈولوں کو اٹھا کر چلی دیئے اور ہر طرف جل تھل کا عالم نظر آنے لگا۔ اگر صرف ایک ایک زمین کو سیکڑوں سقے سیراب کرنے لگیں تو سال بھر میں بھی اس کام کو سر نہ جاسکے گا۔ اللہ کی رحمت دیکھئے کہ ہوائیں خلیج بنگال سے گرمیوں میں پانی اٹھا کر تپاؤ کی کرنیں پریوں پر ساقی ہیں کہ زمین مردہ میں شبنم انگڑائیاں لینے لگتا ہے اور ہر طرف لالہ زار پھل جاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیْحَ فَتَنْفِثُ السَّحَابَ ۝ اللّٰهُ وہی جو ہواؤں کو سمندر کی طرف بھیجتا ہے جہاں اس پر بھاری فُسْقُنُہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّسْبُوبٍ (فاطر ۱۹) آبی کو ہانک لاتی ہیں اور اسی طرح ہم مردہ بستیوں کو سیراب کیا کرتے ہیں۔ پودوں کی جڑ میں خرد و مٹی حیوانات (بکٹیریا) کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے۔ ہمارے دست ہے جن کا عمل کیمیاوی ہوتا ہے۔ یہ حیوانات زمین کی نائٹروجن کھانہ ایک رس سا خالچ کرتے ہیں، جس میں نائٹروجن کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ نائٹروجن حیاتِ نباتات کا جزوِ عظیم ہے۔ اگر یہ بکٹیریا نہ ہوتا تو کوئی پودا اُگ سکتا۔ غور فرمائیے کہ اللہ نے ہماری تربیت کے لئے کیا حیرت انگیز انتظام کر رکھا ہے اور یہ اشرفِ کائنات انبیاء کے لئے اس "ذلیل ترین" مخلوق کا کس قدر محتاج ہے۔ اگر یہ بکٹیریا نظر آتا تو شراب کا لقمہ بن کر ختم ہو جاتا۔ اس کا نظرنہ آنا اللہ کی دوسری رحمت ہے۔

فَلَا تَنْفَكُوا عَنْهُمْ (واقعہ ۶۵ تا ۶۷) ۱ روک کر تمہاری پہلہاتی ہوئی کھیسوں کو برباد کر کے بٹھاؤں۔
 کھا دجہاں پودوں کی غذا ہے، وہاں ان خوردبینی حیوانات کے لئے بھی مدار حیات
 ہے، تاکہ ہر سو ایکڑ کے یہ بارہ سو مزدور پورے انہماک اور دل جمعی سے کام میں مصروف ہیں
 حیوانی فضلہ و پیشاب پودوں کی بہترین غذا ہے۔ لیکن یہ چیزیں عموماً ضائع ہو جاتی ہیں۔
 کچھ جلا دی جاتی ہیں اور کچھ نالیوں میں بہہ جاتی ہیں۔ اگر ہمیں نمک کی کوئی ایسی کان
 مل جائے جس میں نائٹروجن بھی موجود ہو تو ہماری زمینیں بہت زرخیز بن جائیں لیکن مشکل
 یہ ہے کہ نائٹروجن ایک وحشی عنصر ہے جو کسی دوسرے عنصر سے آمیزش پسند نہیں کرتا۔ کوئلے
 کے اٹھائیس من میں صرف اڑھائی سیر نائٹروجن ہوا کرتی ہے۔

جنوبی امریکہ کے ساحل پر دریائی پرندوں کے پر کثرت سے جھڑتے ہیں اور کئی بار
 کی وجہ سے وہیں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ حصہ زمین نائٹروجن کی بہترین کان سمجھا جاتا ہے۔
 اور یہاں سے اب تک تقریباً دس کروڑ ٹن کھاد استعمال کی جا چکی ہے۔ ہوا میں بے شمار
 نائٹروجن موجود ہے۔ علماء کا اندازہ یہ ہے کہ زمین کے ہر مربع میل پر دو کروڑ ٹن نائٹروجن ملتی
 ہے۔ لیکن اب تک ہمارا علم بہت ناقص اور اس وسیع خزانے سے کھاد حاصل کرنے کے
 لئے ہم کسی طرح کے آلات ایجاد نہیں کر سکے۔

جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو ارد گرد کی آکسیجن نائٹروجن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
 اور بارش کے قطرے اس خیر کو ہمراہ لے کر زمین پر اتر آتے ہیں۔
 ایک عالم فطرت مسٹر کیوینڈش (Mr. Cavendish) نے ثابت کیا تھا کہ اگر ہوا اور
 آکسیجن کو برقیایا جلے تو نائٹروجن پیدا ہوگی، جس میں کچھ مقدار کھاد (بجلی) کی بھی ہوگی۔
 نائٹروجن دنیا کے نباتات کی غذا ہے اور نباتات ہماری خوراک۔ بہ دیگر الفاظ سیاہ گھٹاؤں

میں بجلی کا ہر تقسیم انسانی دنیا کے لیے پیام حیات ہوتا ہے۔

آج کل بہت سی بیماریوں کا علاج بجلی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ لاہور اور دیگر مقامات پر بجلی کے کئی ہسپتال موجود ہیں۔ انسانی بدن کی طرح زمین بھی کئی امراض کا شکار بن جاتا کرتی ہے۔ آسمانی بجلی زمین کے ان تمام رنگوں کا واحد علاج ہے۔ جب بجلی کی لہریاں ہوا سے گزر کر زمین کو چھوتی ہیں تو مردہ زمین کی لاش نش میں عناصر حیات بیدار ہو جاتے ہیں اور یہ نمی دھن کی طرح محل و تولید کے لیے پھر تیار ہو جاتی ہے۔ انصافاً کہو، کھیتی باڑی کون کرتا ہے؟ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ، تم یا ہم؟

دہلی، کلکتہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں بجلی کے زور سے گاڑیاں (ٹریمس) چلائی جاتی ہیں۔ آسمانی بجلی سے بھی اس قسم کا کام لیا جاتا ہے۔ پتھر ابادلوں کا کچن ہے لیکن جب فضا میں مکمل سکون ہو اور ہوا اٹھی ہوئی ہو تو ابادلوں کو کھینچنے کا کام بجلی لیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ بجلی بھی کتنی بڑی نعمت ہے، ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسے قہر الہی کہا کرتے تھے، اور قدیم آریے اسے ایک ہولناک پوتا سمجھ کر اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ انھیں کیا معلوم کہ اللہ کی ہر مخلوق رحمت، ہر فعل رحمت اور وہ خود بھی سراپا رحمت ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ يُرْسِلُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (روم - ۲۴)

بجلی کی چمک (جس سے تم میں بیم ورجا کی کش مکش پیدا ہو جاتی ہے) اللہ کے معجزات تخلیق میں سے ہے۔

رب کائنات آسمانوں سے بارش برسا کر (اور نائٹروجن کو زمین پر ڈال کر) مردہ زمین کو حیات عطا کرتا ہوا رب عقل کے لئے (برق میں اباق قوت و ہیبت) موجود ہیں

نائٹروجن بارود سازی کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس

سلسلے میں ہر سال ایک ارب ٹن نائٹروجن صرف ہوتی ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے
 اتحاد میں جب جرمنوں نے چائل (Chile) کی نائٹروجنی کانوں پر قبضہ کر لیا تھا
 تو اتحادیوں کو چند ماہ تک سخت پریشانی رہی تھی۔

جرمنی کے ایک عالم فطرت ہمبر (Haber) نے کیمیاوی عمل سے نائٹروجن
 کی کثیر مقدار پیدا کی، جس سے گیسوں کی جنگ آسان ہو گئی۔ اسی عالم نے ۱۹۲۳ء میں
 نائٹروجن اور ہائیڈروجن تیار کرنے کے لیے ایک اتنا بڑا کارخانہ لیونا ورک (Leuna werk)

میں جاری کیا، جس کی تعمیر پر پچاس لاکھ پونڈ صرف ہوئے۔ اس میں گیارہ ہزار مزدور دو ہزار
 پانچ سو صنعتی اور ایک سو پچاس علماء کیمیا کام کرتے ہیں اور ہر روز نو ہزار ٹن کوئلہ جلا کرتا ہے۔

زمین کی بالائی سطح | زمین کی بالائی سطح پہاڑوں کے ٹوٹنے سے تیار ہوتی ہے
 اس شکست و ریخت کے لیے چار عامل ہمیشہ مصروف عمل

رہتے ہیں۔ دریا، بارش، موج اور پوئے۔ پودوں کی جڑیں سخت سے سخت چٹانوں کو چر کر

رکھ دیتی ہیں۔ برقی قوتیں اور آتش فشاں پہاڑ بھی اس کام میں مدد دیتے ہیں۔ ایک

اچھی زمین کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چکنی مٹی، ریت، چونا، اور کھاد۔ ان

میں سے کوئی چیز انفراداً مفید نہیں، لیکن یہ سب مل کر اکیسرا ثابت ہوتی ہیں۔ چونسے کے بغیر

زمین "وق" میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ نیز چونا تیرا بنی مادے کی شدت کو رفع کر کے زمین کو

میٹھا بنا دیتا ہے۔ اگر چونا ضرورت سے زیادہ ڈال دیا جائے تو اس سے فو لا ختم ہو جاتا ہے

اور زمین بے جان ہو جاتی ہے۔ چکنی مٹی بھاری اور ٹھنڈی، ریت بھری اور خشک ہوتی ہے

ان کے امتزاج سے نہایت قابل زمین تیار ہوتی ہے۔ چکنی مٹی نمی کو دیر تک روکے رکھتی ہے۔

ریت زمین کے بھاری بن کو دور کر کے اس قابل بنا دیتی ہے کہ اندرون زمین کی گھسیں

ملنے والی جنوبی امریکہ میں واقع ہے۔ یہاں کی نائٹروجنی کانیں دنیا میں بہت مشہور ہیں۔

پودوں کی جڑوں تک باسانی پہنچ سکیں۔ اگر زمین چکنی اور سخت ہوتی تو نہ یہ گیہیں باہر نکل سکتیں اور نہ گندم و جو کے نرم و نازک پودے یوں آسانی سے سر اٹھا سکتے۔

زمین کو چھونے کے علاوہ سلفورک ایسڈ، فاسفورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی بھی ضرورت ہوتی ہے یہ چیزیں عموماً پہاڑوں میں ملتی ہیں۔ اگر ہم خود ان چیزوں کی تلاش میں نکلتے اور کھال لے کر فریاد کی طرح ہر پہاڑ

حیرت انگیز نظام

کھودتے پھرتے تو صدیاں صرف ہو جاتیں اور پھر بھی کوئی مفید نتیجہ نہ نکلتا۔ ہمارے رچمن و رچیم پروردگار نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ پہاڑوں پر برف جمع کر دی، جو پگھل کر پہاڑی شگافوں میں چلی گئی اور جب یہ پانی چشمہ بن کر کہیں سے نکلا تو پوٹاش اور سلفر وغیرہ کی ایک نیا ہمراہ لے آیا یہ چشمے دریائے اور دریا نہروں میں بہت کر ہمارے کھیتوں میں پہنچے اور اس طرح ہماری ایک اہم ضرورت پوری ہو گئی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِمَّن السَّمَاءِ مَاءً ۖ كَيْتَمٌ دِيكْتَةٌ نَّهِيں كَه اللّٰهُ فِى بَلَدٍ يُّوَسِّى بَانِى اَمَّا رِجُو
فَسَلَكَهُ بِنَايِجٍ فِى الرَّوْحِ ثُمَّ يَخْرِجُ بِهِ زَمِيْنُ كِي دَرُوْى مِيْن اَخْلُ هُو كَرُ بَحْرُ مِيْنُ كِي صُوْرِيْنِ بَانِى اَمَّا رِجُو
رَاْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُكُ - (زمر ۳۲) اِن چشموں کا جن میں مختلف عناصر شامل تھے، رنگت ملگ کھیتیاں نہ دار تھیں۔

عموماً ایک پھول کے دو حصے ہوتے ہیں۔ نر و مادہ جب تک مادہ نر سے حاظ نہ ہو وہ پھل یا بیج کی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ پھول کے نر حصے میں ایک غبار سا ہوتا ہے جسے انگریزی میں پولن (Pollon) اور اردو میں مادہ منویہ کہتے ہیں اور حصہ مونث پر چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں جب مادہ منویہ کا کوئی ذرہ ان بالوں پر گرتا ہے تو یہ اسے پھانسی لیتے ہیں اور اس طرح مادہ حاظ ہو جاتی ہے۔

بعض پودوں مثلاً ہیزل (Hazel) کے ساتھ نر و مادہ پھول علیحدہ علیحدہ لیکن ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ نر بیج کو جھکا ہوا ہوتا ہے اور مونث پھول اوپر کو اٹھا ہوا مقصد یہ کہ

اگر نہ کا مادہ منویہ گرے تو مادہ محروم نہ رہے۔

بعض ایسے پودے بھی ملتے ہیں، جن کے نر و مادہ الگ الگ ہوتے ہیں۔ نر کا غبار
مادہ تک پہنچانے کا کام شہر کی ٹکھیاں، بھونرے اور تتلیاں سر انجام دیتی ہیں۔ ان پودوں
کے ساتھ نہایت حسین پھول لگتے ہیں، جن کی خوشبو اور رنگت ان بھونروں اور ٹکھیوں کو اپنی طرف
کھینچتی ہے۔ جب یہ نر پر ٹپکتی ہیں تو ان کی ٹانگوں اور پتوں کے ساتھ غبار منویہ چمٹ جاتا ہے اور پھر
جب مادہ پھول پر ٹپکتی ہیں تو اس غبار کا کچھ حصہ وہیں چمٹ جاتا ہے اور اس طرح یہ پھول حاملہ ہو جاتے ہیں۔
بعض اشجار مثلاً چیل وغیرہ کے پھول نہ تو خوشبودار ہوتے ہیں اور نہ خوبصورت۔ اس لیے
وہ تیزیوں اور ٹکھیوں کو نہیں کھینچ سکتے، اس لیے یہاں ہوا سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوا نردخت
کا غبار اڑا کر مادہ تک پہنچا دیتی ہے، چوں کہ ہواؤں کا رخ بدلتا رہتا ہے اور اس غبار کی
ایک کثیر مقدار ضائع ہو جاتی ہے اس لیے ایسے درختوں پر غبار منویہ بہت زیادہ مقدار
میں پیدا کیا جاتا ہے، تاکہ ضائع ہونے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچے۔

چیل، دیودار اور دیگر پہاڑی اشجار ہماری معاشرت کا جزو و غظم ہیں۔ اگر پہاڑوں
پر ہوائیں نہ چلتیں تو مادہ پھول حاملہ نہ ہو سکتے۔ نتیجہ یہ کہ بیج تیار نہ ہوتے اور یہ ہرے بھرے
پہاڑ جو آج جنت نظر بنے ہوئے ہیں، کھانے کو دوڑتے، خور فرمایے کہ ہوا کا وسیع و عریض
کرہ انسانی خدمت میں کس اہمیاک سے مصروف ہے۔ شاعر نے اس سے قاصد کا کام لیا،
دہقان نے سقے کا اور اشجار نے دایہ کا۔ سچ ہے،

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ لَهٗ (حجر ۲۲) ہم نے ایسی ہوائیں چلائیں جو غبار منویہ سے لدی ہوئی تھیں۔

لہٰذا لَوَاقِحَ کا مادہ لَفَحَ ہے جس کے معنی ہیں (۱) لَفَحَ لَفَحًا وَ لَفَحَ - حاملہ بنانا، ٹیکہ کرنا (۲) لَفَحَ
درختوں کو حاملہ بنانا (۳) لَفَحَ وَلَفَحَ کھور کے نر و درختوں کا غبار منویہ۔ الفراء نے دیرہ ص ۴۴ پر مذکور
(Pollon of male palm trees) لَوَاقِحَ کا دوسرا مفہوم (بخارات آبی سے
لدا ہوا ہونا) صاف ہے۔

مغرب کے علمائے نباتات نے صدیوں کی تلاش و جستجو کے بعد نباتات میں زرد مادہ کا نظریہ قائم کیا اور ہمارے اُن بڑے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ بانگ اُٹھایا تھا۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (ذاتیات ۱۴) ہر چیز سے ہم نے زرد مادہ جوڑے پیدا کیے۔
قرآن حکیم کے الہامی ہونے پر اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس تاریک ترین زمانے میں رسول عربی فداہ ابی و امی نے ایک ایسی حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے آج جدید ترین اور ماڈرن نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے ایک ہندو پروفیسر دوست (جس کی ساری زندگی نباتات کی چھان بین میں بسر ہوئی تھی) ذکر کیا کہ پودوں میں زرد مادہ کا نظریہ قرآن میں موجود ہے۔ وہ کہنے لگا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک ایک پرانی کتاب ہے اور نظریہ بالکل تازہ ہے۔ جب میں نے کچھ حال کے انگریزی ترجمے سے آیت بالا کا ترجمہ نکال کر اُسے دکھایا تو وہ کہنے لگا۔ اگر مجھے اطمینان ہو گیا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے اور کچھ حال کا ترجمہ بھی درست ہے تو میں قرآن کی صداقت کا اعلیٰ روس الاشہاد اعلان کر دوں گا۔ اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثنا و تمجید سے مجھے کوئی خیال نہیں ہو سکتا گا۔

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا سُبْحًا يَدْرِي سُبْحًا
عَلَيْهَا الْمَاءُ أَهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وَأَنْبَتَتْ
مِنْ كُلِّ نَوَاجٍ يَهِيَ (حج - ۵) میں اور وہ خوش نما اشجار و درخت ہر جگہ (زرد مادہ) اگلنے لگے پڑے۔

درخت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اور یہ زندگی میں ہمارے شریک ہیں۔
درخت یہ ہماری طرح کھاتے، سانس لیتے، بڑھتے اور بچے پیدا کرتے ہیں ان کی مشنری

انسانی بدن کی مشین سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہماری طرح یہ بھی کش مکش حیات میں الجھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف حیرت انگیز نظام سے جنگ کرتے ہیں۔ بڑے درخت کے سائے میں چھوٹا پودا نہیں بڑھ سکتا۔ دو درخت قریب قریب لگا دو تو وہ ایک دوسرے کو رٹ کر کم زور و نحیف ہو جائیں گے۔ یہ حقائق صاف صاف اعلان ہیں اس امر کا کہ دنیا میں حق بقا صرف طاقت ور کو حاصل ہے۔ اور کم زور رکابوں، بد اخلاق، رسوم و عادات ہی کو اسلام سمجھنے والے، رشتہ لتیبہ کو طارم عرش کی کند خیال کرنے والے، منافق چھوٹے حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے والے، بد عہد، بد قول، محض دعاؤں سے سیاسی و معاشری انقلاب چاہنے والے مکار و عیار و غیرہ (وغیرہ) کو یقیناً میٹ دیا جائے گا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْقَوْمَ يَمُوتُونَ وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
الْأَرْضُ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (انبیاء ۲۱) | قرآن میں موت و حیات کی تفصیل کے بعد ہم نے زبور میں اعلان کر دیا تھا کہ
الارض یرثها عبادی الصالحین (انبیاء ۲۱) زمین کی وارث صرف ہی اقوام ہوں گی جن میں زندگی کی صلاحیت ہوگی۔
تنوع اشجار جس طرح انسانوں میں بعض بہادر، بعض بُرزدل، بعض حسبت اور بعض سست ہوتے ہیں۔ اسی طرح کائنات میں بھی پایا جاتا ہے حبیبی حسین و نازک ہے، آگ بھڑا ہے، سرد سڈول ہے، پھلا ہی بے ڈول ہے، کھیل اور گولہ و ضدی ہیں کہ جتنا اکیڑا اتنا ہی پھیلتے ہیں۔ ایک پودا اتنا حساس ہوتا ہے کہ کوچ نفوس بھر جاتا ہے۔

دنیا کا تمام تر حسن نباتات سے ہے۔ یہ سیر گا ہیں، یہ چراگا ہیں، یہ گلگشتیں، یہ روشیں اور یہ چمن سونے پڑ جاتے اگر نباتات کا حسن دنیا کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ نباتات ہی کے دم سے انسانی و حیوانی زندگی کی بہار قائم ہے۔ گندم، جو، چاول، بھل، کوکو، کافی، پیر، شربت اور شراب نباتات سے حاصل ہوتے ہیں۔

انہی طاقت ور سے مراد لٹھ باز نہیں، بلکہ ایسی قوم ہے جو اسلمہ قوت (دولت، علم، اخلاق، فاضلہ، عدل و رحمان اور متاع ارضی وغیرہ) سے مسلح ہو، خالی در و در خواں اور خیرات خور ہو (برقی) نہ گھاس کی لیک قسم۔

شکر، گھٹی اور شہد نباتات کی بدولت ہیں، تمہارے کپڑے نباتات کا کرشمہ ہیں۔ رہبرِ طبع
 ہماری معاشرت کا ضروری جزو بن چکا ہے) درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پٹرول کوئلے
 کا پسینہ ہے اور کوئلہ مدفون جنگلوں کا دوسرا نام۔ کوئلہ ایک نہر ہے۔ اگر کسی کمرے میں
 صرف پاؤ بھر کوئلہ جلا کر دوازے بند کر دیئے جائیں تو نصف گھنٹے میں اندر کے تمام آدمی
 دوسری دنیا کو سدھار جائیں غور فرمائیے کہ اس سیاہ رنگ موت (کوئلہ) کے استعمال سے تو
 آج کس قدر طاقت ور بنی ہوئی ہیں۔ ان کی مسطوت و ہیبت کی کیا دھاک بتائی ہوئی ہے اور دوسری
 طرف وہ قومیں کس قدر ذلیل و ضعیف ہیں جو کوئلے کے استعمال سے ناواقف ہیں۔ ایران پر
 مسلمان ۱۴۰۰ سال سے حکومت کر رہے تھے، لیکن اس عرصے میں کسی عقل مند کے دماغ میں
 یہ بات نہ آئی کہ کوئلے کو استعمال کر کے ایک محکم و پائندہ تر حیات کا انتظام کیا جائے۔
 اس غفلت و سہل انگاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ گزشتہ سال ۱۹۴۲ء اتحادی افواج نے صرف
 ایک ٹھوکر رسید کی اور اُن جان نثارانِ حسین کی (جو اپنی بختِ نبوی و اخروی کے لیے محرم
 چند آنسو ٹپکانا کافی سمجھتے تھے اور جن کی نقیش کو شیاں صحرانہ ہو چکی تھیں) کوئی بڑی سبائی باقی نہ رہی۔
 کوئلہ صورت کے لحاظ سے نہایت مکروہ اور اثر کے لحاظ سے موت ہے۔ لیکن اس کے

استعمال سے مردہ اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ سچ ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا کرنا

مِنَ الْحَيِّ (یونس-۳۱)

اللہ کے ہاں از بس آسان ہے

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نباتات ہمارے لیے نہ صرف مدار حیات ہیں بلکہ
 وہ ہماری معاشرت اور تمدن تک کا جزو بن چکے ہیں۔ بعض مواقع پر پوسے یوں بھیں بدل کر

لے بہت قدیم زمانے میں کسی زلزلے وغیرہ کی وجہ سے جنگل زمین کے نیچے دب گئے تھے، لاکھوں سال
 کے بعد آج یہ درخت کوئلے کی صورت میں نکلے جا رہے ہیں۔ (برقی)

سامنے آتے ہیں کہ پہچانے نہیں جاتے۔ غسل خانے میں تم بدن کو صابن سے صاف کر رہے ہو، جانتے ہو یہ صابن کہاں سے آیا؟ نباتاتی تیلوں سے تیار ہوا۔ یہ دیگر الفاظ تم صابن استعمال نہیں کر رہے ہو بلکہ جسم پر ایک درخت رگڑا رہے ہو۔ ہماری یہ سلک کی قمیض، یہ ٹمبل کی بگڑی، اور یہ لٹھے کا پاجامہ دراصل ایک چھوٹا سا جنگل ہے، یہ الماری میں سجی ہوئی کتابیں ایک ہشیہ ہیں، یہ اخبارات رسائل، لفافے، ٹکٹ اور اشتہارات وغیرہ دراصل وہ درخت ہیں جن پر یہ مزدور کاٹ کر کارخانوں میں کاغذ بنانے کے لیے لے گئے تھے۔ امریکہ میں روزانہ اخبارات کی تعداد اشاعت ۲۰۰۰۰۰ ہے جانتے ہو اس قدر کاغذ پر کس قدر درخت صرف ہونے ہوں گے؟

یہ درہ ایک جنگل جب تم کوئی اخبار خریدو تو واقعات عالم پڑھنے کے علاوہ اس چھوٹے سے درخت کی خاموش کہانی بھی سن لیا کرو، جو کاغذ کے پرے میں اپنی داستان سنا رہا ہوتا ہے۔ اس قلب ماہیت پر ایک شعر یاد آگیا۔ شاعر کسی انگورستان سے گزرتا ہے، ہیلوں کے ساتھ عنابی گچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایک طرف ایک درخت کے نیچے شراب کا ایک ٹوکا پڑا ہوا ہے شاعر تخیل ماضی کی سہانی فضاؤں کو چیرتا ہوا فریاد و شیریں کے عہد تک جا پہنچتا ہے۔ یہ بدستار محبت جب مر گئے تھے تو رفتہ رفتہ اُن کے اجسام خاک بن گئے تھے۔ یہ خاک کہیں کھاد بن کر سٹخ انگور کی غذا بنی اور کہیں اس سے آئیں اور ٹکے تیار کئے گئے۔

خونِ دل شیریں دستِ ایں مے کہ زرز نوشی

خاکِ تن فرما دستِ ایں خم کہ نہد و ہنقاں

۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ مجھے لاہور جمانے کا اتفاق ہوا۔ شاہی مسجد کی

طرف جا رہا تھا کہ راہ میں ایک برہنہ مجذوب پر نظر پڑی جو تمام راہگروں کو

حکایت

۱۷ امریکہ کا صرف ایک ماہنامہ "ریڈرز ڈائجسٹ" چالیس لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے (مدیر الیاس)

چلا چلا کر بلارہا تھا کہ آؤ تمہیں ایک کام کی بات بتاؤ جب ہم پچاس ساٹھ آدمی جمع ہو گئے تو ایک عظیم الشان عمارت کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا: "جانتے ہو کہ یہ محل دراصل کیا ہے؟" اُس کے بعد یہ شعر پڑھا اور چلا گیا:

زہر پارہ خستے کہ در منظرے است

سیر کیقبادے واسکندرے است

اسی مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہاں ہو گئیں

حضرت بایزید بسطامی کی طرف یہ رباعی منسوب کی جاتی ہے:

ہر ذرہ کہ بر روی زمینے بود دست خورشید رخنے زہرہ جبینے بود دست

گرد از رخ ناز میں یارم مقشاں کاں ہم رخ خوب ناز میںے بود دست

انگلیا نو کے دربار میں شیخ سعدی نے ایک قصیدہ پڑھا تھا، جس کے دو شمار ملاحظہ ہو:

گلِ فرزندِ آدم خست گردید نمی جستبد دلِ فرزندِ آدم

بسا خا کا بزیر پائے ناداں کہ گر بازش کنی دست بہت و معصم

الغرض سمندر کے ابتدائی صد فی جانور آج چونا بن کر نکلے، درخت کو ٹکڑ بن گئے

انسان کی مٹی اینٹ اور بھول بن رہی ہے اور خدا جانے یہ دنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے۔

نَحْنُ قَدْ رُكَّابُ بَيْنِكُمُ الْمَوْتِ وَمَا نَحْنُ بِمَمْسُوكِيْنَ

ہم نے موت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور ہمیں کوئی نہیں روک سکتا کہ تمہاری ماہیتیں بدل دیں اور تمہیں

وَنُنْشِئُكُمْ فِي مَآلَا تَعْلَمُوْنَ (واقہ ۶۱-۶۲) ایک ایسی صورت میں پیدا کریں جس کا تمہیں قطعاً علم نہیں۔

ملے زوال آتا ہے کہ بعد ابا قحان (ہلا کو خاں کا بیٹا اور جنگیر کا پوتا) نے انگلیا نو کو صوبہ فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔

سیر کی

دریا بہ چاب اند ہندوستان میں بہت سی ایسی بوٹیاں موجود ہیں جن کے بیج خوشنماش سے بیس گونا چھوٹے ہوتے ہیں۔ قدرت نے ان باریک انڈوں میں مندرجہ ذیل دریا چھپا رکھی ہیں: (۱) دوجڑے ہوئے پتے (۲) ایک ڈوڈی جو جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے (۳) ایک گرہ سی جو ڈنڈی بنتی ہے اور (۴) جڑ پکڑنے سے پہلے چند ایام کی غذا۔ غور فرمائیے کہ یہ نہا سب کس قدر پیچیدہ مشین ہے اور کمالی تخلیق ملاحظہ ہو کہ ایک یا ایک سا انڈا پورا درخت دامن میں لیے بیٹھا ہے۔ اگر اتنا باریک ذرہ پورا درخت بننے کی استعداد رکھتا ہے تو اندازہ لگائیے کہ اگر انسان کچھ بننے پر تیار جائے تو وہ کیا کچھ نہیں بن سکتا، تو ہی ناداں! چند کلیوں پر قناعت کر گیا

در نہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے (اقبال)

سردی میں جنگل سے لکڑ ہالے کے کلہاڑے کی صدا سنائی دیتی ہے۔
میزان عدل اکتی بے رحمی سے درختوں کو کاٹتا ہے۔ اگلے سال بہار میں جا کر دیکھو تو وہی مقام بھول دار پودوں سے پٹا پڑا ہو گا، یہ کیوں؟ اس لیے کہ ہوا میں اور پرندے اُدھر سے اُدھر بیج لے آیا کرتے تھے، لیکن پہلے روشنی کے کم ہونے کی وجہ سے اگ نہ سکتے تھے اب جوں ہی کہ میدان صاف ہوا، یہ جگہ سبزہ زار بن گئی۔ فطرت کا دستور ہے کہ وہ ایک چیز کے دوسری غلط کر دیتی ہے۔ اندھا آنکھیں کھوکھڑے ہر دست قوت سمع سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ مرغابیوں کی دم چھوٹی لیکن گردن لمبی ہوتی ہے، جاہل کا دماغ غیر تربیت یافتہ، لیکن جسمانی طاقت میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ عالم کا دماغ اعلیٰ لیکن جسم نحیف و ضعیف ہوتا ہے۔ دولت والے علم سے اور علم والے دولت سے محروم رہتے ہیں۔ اگر شہر میں کوئی عمارت برباد ہو جا تو قدرت اُسے گھاس سے آباد کر دیتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی قوم راج کے مسلمانوں کی طرح سہل گیری

و تافل شکاری کی وجہ صلاحیت حیات کو بھیجے تو قدرت اسے میٹ کر کسی اور قوم کو وراثہ زمین سنا دیتی ہے۔
 وَإِنْ تَوَلَّوْا يَكْسِبْ بَدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۖ | اگر تم نے آئین حیات سے منہ پھیر لیا تو یہ زمین
 (محمد - ۳۸) | کسی اور قوم کے قبضے میں ملے دی جائے گی۔

حیث کہ مسلمان نے اس تئیبہ پر غور نہ کیا۔ محض اوراد و وظائف کو مقصد حیات
 سمجھ بیٹھا اور ضوابط عروج و ارتقا (قرآن) سے غافل ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت اس کی بستی
 اُجارت دیں، شہر بن ہو گئے اور بن گورستان آہ! یہ غلط فہمی کا پیکر اپنے آپ کو بدستور اللہ کا
 ملا لگا سمجھ رہا ہے، اے میرے بھائی! ہوش کے ناخن لے، غلط بینی کی دوا ڈھونڈ، اٹھ جاگ اور
 کبھی دریا سے مثل موج اُبھر کر کبھی دریا کے سینے سے اتر کر
 کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر مقام اپنی خودی کا فاش تر کر (اقبال)

نظام روئیدگی | بہ لحاظ روئیدگی پودوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جن کے بیج سے
 دو پتے نکلتے ہیں۔ مثلاً درخت، دوم جن سے صرف ایک پتہ نکلتا
 ہے۔ یہ ابتدائی دو پتے پودے کی غذا کا خزانہ ہوتے ہیں اور ماں کے دو پستانوں کا کام
 دیتے ہیں جب پودا جڑ پکڑ جائے تو یہ پتے سوکھ جاتے ہیں۔

نباتات کی ترکیب خلیوں Cells سے ہوتی ہے۔ ہر خلیے کی بیرونی دیوار آکسیجن،
 ہائیڈروجن اور کاربن کے مرکب سے تیار ہوتی ہے۔ جڑ کے آخری کنارے پر سخت خلیے کی ایک
 ٹوپی چڑھی ہوئی ہوتی ہے جو سخت چٹانوں تک کو چیر کر نکل جاتی ہے جب یہ ٹوپی گھسن جاتی
 ہے تو نئی بدل دی جاتی ہے۔ ہر پودے میں ایک رنگ دار مادہ ہوتا ہے جسے انگریزی میں کلورفل
 (Chlorophyll) کہتے ہیں۔ یہ سوچ کی روشنی سے تیار ہوتا ہے اور اس کی بدولت
 پودوں کو سبز رنگ ملتا ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ فضا سے کاربن لے کر اسے

اوراق شجار اور بھی ہے۔ ہر پتے میں چھوٹے چھوٹے مسام ہوتے ہیں جن کے ذریعہ درختوں کے ساتھ پتے محض زیبا نش کے لیے نہیں، بلکہ ان کا عمل کچھ سالس لیتا ہے۔ حیوانات کی پیدا کی ہوئی نہ ہر دکار بن، کو آکسیجن کے ساتھ اندر لے جاتا ہے۔ کاربن کو جو حیات بنا لیتا ہے اور آکسیجن کو باہر نکال دیتا ہے۔ یہ مسام رات کو بند ہو جاتے ہیں۔ گویا رات کو پوٹے بھی سو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی درخت سورج کی روشنی سے دیر تک محروم رہے تو تنفس گھٹ جاتا کی وجہ سے وہ مر جاتا ہے بعض پوٹے سردیوں میں کھلا جاتے ہیں اس لئے کہ سرما کی طویل راتوں میں ان کا دم دیر تک گھٹا رہتا ہے بعض پودوں قطب شمالی و جنوبی کے نزدیک، کی مشینری قدے مختلف ہوتی ہے اور ان پر لمبی راتوں کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ نباتات کاربن کو شکر و نشاستہ میں تبدیل کر کے سردیوں کے لیے رکھ چھڑتے ہیں، اور کچھ بیج بنانے کے لیے بچا رکھتے ہیں چوں کہ نشاستہ پانی میں پوری طرح حل ہو کر درخت کے مختلف حصوں تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے پوٹے اس نشاستے کو شکر میں تبدیل کرتے ہیں اور پھر اس شکر کو پانی میں ملا کر ادھر ادھر بھیج دیتے ہیں۔ منزل مقصود پر پہنچ کر یہ شکر پھر نشاستے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بعض پودوں کے پتے رات کو سمٹ جاتے ہیں تاکہ آفتاب سے حاصل کردہ حرارت کو ان کی ٹھنڈی ہواؤں سے بچا یا جائے۔ ایک پرہیز فقیہ سردی کی رات میں سکر کر بیٹھتا یا لیٹتا ہے تاکہ جسمانی حرارت ضائع نہ ہو۔

جنوں کی مختلف شکلیں بلحاظ ضرورت ہیں۔ کسی درخت کو حرارت آفتاب کی زیادہ ضرورت تھی تو اسے پتلے پتے دیئے گئے تاکہ زیادہ حرارت جذب کر سکیں اور بعض کو زیادہ روشنی کی ضرورت نہ تھی انھیں موٹے اور بھدے پتے دیئے گئے بعض پتوں پر کلٹے ہوتے ہیں اور بعض زبر سامنے لگاتے ہیں۔ یہ غالباً ان مفید پودوں کو ہلاک سے بچانے کے لیے ہے۔ ہماری چاکھی ایک

پودے کے پتوں کا نام ہے۔ تنباکو کا پتہ مختلف عناصر و موادوں زمین سے ہوا سے جذب کرتا ہے۔ اسی لیے اسے ایک خاص شکل دی گئی۔ بعض علما نباتات کے ہاں اشیاء کا تنوع، تنوع اوراق کا نتیجہ ہے۔
الارض ہر پتہ ایک حیرت انگیز مشین ہے۔ قدرت کے یہ ارب در ارب کارخانے نہایت خموشی سے چل رہے ہیں اور ہماری غذا تیار کرنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ انسان کس قدر ناشکر ہے کہ تمام کائنات کی خدمات سے مستفید ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ساڑھے نو کروڑ میل کی مسافت سے سویچ کی کرنیں آتی ہیں جو بخارات آبی کو پودوں کے کندھوں پر لادتی ہیں۔ بجلیاں چمک چمک کر زمین کی لش لش میں خون حیات دوڑاتی ہیں۔ بوندیں فضائی نائٹروجن کا بیش بہا ذخیرہ ہماری کھیتوں میں پہنچاتی ہیں۔ چشمے اندرون جبال سے معادن کی ایک دنیا ہمراہ لیے ہماری زمینوں کی طرف بڑھتے ہیں۔ جرڑیوں کے خائرو ارضی کو جذب کر کے جزو نباتات بناتی ہیں اور تب کہیں جا کر ہمیں غذا میسر ہوتی ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ إِنَّهُ صَبِيحًا خَرَّ عَلَىٰ طَعَامِهِ ۖ وَهُوَ غَافٍ ۚ	خود اپنی غذا پر تو غور کرو، ہم نے پہلے بارش برساتی
الْمَاءَ صَبًّا ۖ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ	پھر زمین کا پیٹ چیرا اور اس سے نکلے، انگور، ترکاریا
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ وَخَضِيبًا وَقُضْبًا ۖ وَزَيْتُونًا ۚ	زیتون، کھجوریں، گھنے باغات، پھل اور چارہ
نَخْلًا ۚ وَحَدَائِقَ غُلًّا ۖ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۚ	پیدا کیا، اور یہ سب اشیاء تمہارے لیے اور تمہارے
مَمْنَعًا لَّكُمْ ۚ وَلَا تَعْلَمُوهُمْ (پس ۶۴-۶۵)	حیوانات کے لیے متاع حیات ہیں۔

مہنگائی پودوں کے اجزائے مکوئی نباتیہ کہلاتے ہیں۔ یہ نباتیہ کہیں پتے ہیں، کہیں پھول اور کہیں ٹہنیاں، کہیں رنگ اور کہیں خوشبو، کہیں پھول اور کہیں

لے ہندوستان نے چائے نوشی کا سبق چین سے لیا۔ پہلے ہم چین سے چائے منگواتے تھے۔ گزشتہ اسی سال سے آسام میں بھی اس کی کاشت ہو رہی ہے۔ آج کل صرف آسام سے ہر سال دو لاکھ ٹن چائے انگلستان کو بھیجی جاتی ہے اور چین سے صرف اڑھائی ہزار ٹن منگوائی جاتی ہے۔ (برقی)

پھل۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ چند نباتیہ سازش کر کے پھول کی جگہ پھل تیار کر دیں۔ اور
کیلے کے درخت کے ساتھ کہیں آم اور کہیں سیب لگاتے پھریں۔

اور اق گزشتہ میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر بیج میں دو گرہیں سی ہوتی ہیں، جن میں سے
ایک ڈنڈی بن کر باہر نکلتی ہے اور دوسری جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے، آپ
بیج کو کسی شکل میں دبائیں، جڑ والی گرہ اوپر اور دوسری نیچے کر دیں۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ شاخ
اوپر کو جائے گی اور جڑ نیچے کو، یہ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ کی جہاں میں نگاہ سے کوئی چیز
خواہ وہ ہمالیہ کی عمیق و عریض وادیوں میں ہو، یا افلاک کی وسعتوں میں، غائب نہیں۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ (سبا - ۴۷)

کم و بیش کچھ بھی اللہ سے غائب نہیں رہتا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهِيَ رَاسُ عَرْشِهِ
وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

اللہ کا تخت سلطنت ارض و سما کو محیط ہے رکائت کی شے اس کی ہیبت نگرانی
میں ہی، اور وہ اس نگرانی سے گھبراتا نہیں اس لیے کہ اگر وہ نگرانی کو دھیلا کر دے
تو ہر جگہ نظم بھیل جائے، نظمیں بھلتی ہی جہاں قابلیت نظام مفقود ہو۔ یہ فقدان
قابلیت بڑائی کی علامت نہیں، نالائق کی نشانی ہی اللہ کی سلطنت میں نظمیں

(بقرہ ۲۵۵) کیوں کہ پھیل سکتی ہی کہ وہ ہر لحاظ سے بلند اور رفیع ہی اور اس کی تدریجاً بڑھتی ہوئی بہت بالا

جب کوئی پودا قد و قامت میں مکمل ہو چکتا ہے تو اس میں ایک
حسین تغیر آ جاتا ہے کہ وہی نباتیہ جو اب تک شاخ و برگ

جذبات نسل

بن رہے تھے، غنچوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، غنچے پھول بن جاتے ہیں اور پھول بیج
یعنی اُٹھتے۔ افزائش نسل کا جذبہ حیوانات و نباتات ہر دو میں نہایت شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے

بیج نباتات کے انڈے ہیں، اس لیے حفاظت کی خاطر انھیں غلافوں، جھابوں اور سخت کیسوں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے، ان میں جو بیج انسانی غذائے، مثلاً مٹر، لوبیا، بادام، اخروٹ، چغوزہ، وغیرہ ان کی بہت زیادہ حفاظت نہ کی گئی، بلکہ انھیں معمولی جھیلوں میں رکھا گیا، تاکہ "لاڈلے" انسان کو نکالنے میں تکلیف نہ ہو بعض منفید درختوں مثلاً سیب رنگڑہ، مالٹا وغیرہ کے بیج تعداد میں کم تھے، اس لیے انھیں تلخ و ترش بنادیا، تاکہ انسان انھیں کھانہ بجائے اور نسل کا خاتمہ نہ ہو جائے بعض بیج ہماری یومیہ غذا تھے، مثلاً گندم، مکی، باجوہ وغیرہ تو قدرت نے ان کو پہ افراط پیدا کیا، تاکہ انسانی استعمال کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچے رہیں۔ گندم، جو اس قسم کی چند دیگر فصلیں صرف چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہیں۔ حالاں کہ آدم کا درخت سات آٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ان پودوں کے کان میں چپکے سے یہ بات ڈال دیتی ہے۔ "وہ دیکھو، دہقان درانتی لیے آ رہا ہے، جلدی کرو، بڑھو، بھولو اور انڈے زمین پر بکھیرنے کے بعد چلتے بنو۔"

امریکہ میں اقوام کی شکل کا ایک درخت جو اگیوا Ageva کے نام سے مشہور ہے اسی سال میں جوان ہوا کرتا تھا۔ یہ سست رفتاری اس لیے کہ جو گندم کی طرح اس کا دہقان کی درانتی کا ڈر نہ تھا، اس لیے مزے مزے سے بڑھتا تھا۔ اب بعض مقامات پر کچھ عرصے سے یہ ایندھن کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقامات پر وہی سست درخت صرف آٹھ دس سال میں جوان ہونے لگ گیا۔ یہ کیوں؟ قدرت نے اس کے کان میں کہہ دیا ہے:

"تیرے دشمن بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اب سستی چھوڑ دے اور جلدی جلدی بڑھ جا۔"

ایک ہوشیار مالی جب دیکھتا ہے کہ شہتوت کا درخت آٹھ سال کے طویل انتظار

کے بعد پھل دینا شروع کرے گا تو وہ اس کی شاخوں کو کھٹا شروع کر دیتا ہے۔ درخت
ڈر جاتا ہے کہ کہیں مٹا ہی نہ جائے، اس لیے وہ جلدی جلدی بڑھنا شروع کر دیتا ہے
تاکہ مرنے سے پہلے نسل کی بنیاد ڈال جائے۔

نباتات کے اس منظر میں ہمارے لیے یہ سبق پنہاں ہے کہ سست اقوام کی رفتار کو
تیز کرنے، انہیں مفید خلایق بنانے اور ان کے ضعف کو قوت سے بدلنے کے لیے تلوار کا استعمال انہیں
ضروری ہے مسلمان تمام عالم کے نظم و نسق اور اقوام و مل کی بہتری و بہبودی کا ذمہ دار ہیں اگر آپ
کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران) اتم ایک تہرین امت ہو جسے اقوام عالم کی بہبود پر مقرر کیا گیا ہے۔
اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ دل کھول کر تلوار کا استعمال کرے ظلم و عدوان اور جور
و عسیان کو مٹا کر رکھ دے تاکہ دنیا امن و آسوشی کی لذت سے آشنا ہو جائے بعض لوگ کہتے ہیں
کہ اسلام یہ زور شمشیر پھیلا، میں کہتا ہوں، اگر ایسا ہوتا ہے تو بہت اچھا ہوتا ہے۔ آج کر وڑوں
بندگان خدا کو تجارتی منڈیوں اور نوآبادیوں کے لئے تباہ کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم بھی
ایسے ہی ذلیل مقاصد کے لیے لڑی گئی تھی، اگر آج تجارت دولت دنیوی برتری، نوآبادیوں اور
میل کے چشموں کی خاطر تلوار کا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس میں آپ کو کوئی بُرائی نظر نہیں آتی
تو اسلامی تلوار کے استعمال پر آپ کیوں غل در آتے ہیں کہ جس کا مقصد تہی کے چشمے اور رُڑ
کے جھگڑے تھے، بلکہ نیکی کی ترویج اور بدی کا استیصال تھا۔ ارباب ظلم کی طاقت اور عدل
انصاف کا احیا تھا، فتنہ و شر کا خاتمہ اور امن و آسوشی کا قیام تھا۔ مبارک ہے وہ تلوار جو
قدر بلند مقصد کے لیے اُٹھائی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کو کبھی نہ بھولے گا۔

بعثت بالسيف بين يدي الساعة احشائين قیامت سے ذرا پہلے تلوار اُٹھے گی بھیا گیا ہو۔
پھولوں کا فرض | پھولوں میں رنگ بول اس لیے ہے کہ وہ بھونروں اور مکھیوں کو اپنی طرف

کھینچ سکیں۔ یہ الفاظ دیگر یہ نگہ بوجھوں کی محنت کا صلہ ہے جوں ہی یہ کام رحل ختم ہو چکا ہو پھر
مرحبا جلتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہوتے ہیں اور ان کا مزید باقی رہنا بے سود ہوتا ہے۔
اللہ کی حسین سرزمین میں صرف کارآمد و مفید اقوام باقی رہ سکتی ہیں، بکموں، نااہلوں کے اثر
عقاید کے پیاریوں اور اوراد و وظائف کے "بہادر" اور بے عمل دعا گوؤں کے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں۔
وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَكْتُمُ فِي الْأَرْضِ رِجْدًا | صرف مفید خلائق اقوام و اشیاء دنیا میں باقی رہتی ہیں۔
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

صفیں کج، دل پریشاں سجدے بے وق کہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے (قبائل)
پھلوں کو جنگلی جانوروں اور پرندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے

پھلوں کی حفاظت | قدرت نے کئی تدابیر اختیار کیں۔ مثلاً بعض دریا دام اور آخری
کے چھلکے سخت بنا دیئے اور بعض پر کڑے غلات چڑھا دیئے۔ سنگترے اور انار کا چھلکا
اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ کسی حریف جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت تک نہیں پڑتی۔ قدرت کا کمال
صناعی دیکھئے کہ زمین وہی ہے، درخت وہی ہے اور رس پہنچانے والی شاخیں وہی ہیں،
لیکن انار کا چھلکا سخت کڑوا ہے اور دانے میٹھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ چھلکوں اور دانوں
کے لیے دو علیحدہ علیحدہ کارخانے کام کر رہے ہیں، ایک مٹھاس تیار کر رہا ہے اور دوسرا کڑوا،
یہ دونوں پاس پاس ہیں، لیکن ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہو سکتے۔ اسی دقیق صناعی
اور ایمان افروز نظم و نسق کی جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ أَوْ دَرِيًّا ۝ يَتَذَكَّرُ فِيهَا مَنُ ارْتَدَّ ۝ أَوْ يُنذِرُ مَنِ ابْتَدَىٰ ۝
بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝ درجن ۴۹ | درمیان ایک ایسی یوار حالت ہے جسے بھلا ناگ کہ یہ ایک دوسرے میں خلط ملط
نہیں ہو سکتے۔
آخری دریا دام اونچے پہاڑوں پر پیدا ہوتے ہیں، جہاں برف وغیرہ کی وجہ سے

میدانی جانور نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں صرف گلہری جو ہوں کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے ان کے چھلکے سخت بنا دیے، تاکہ جو ہے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

قدرت کا یہ بھی مشاہدہ تھا کہ بارود درخت کسی ایک حصہ زمین تک محدود نہ رہیں اس لیے ان کی تسلوں کو دور دراز ممالک تک پہنچانے کے لیے کئی وسائل تک استعمال کیے۔
۱۔ ہوائیں بیج اُڑا کر دور دراز ممالک میں لے گئیں۔

۲۔ بیج برساتی نالوں اور دریاؤں میں بہہ کر دیگر حصوں میں چلے گئے۔
۳۔ جو ہے، گوئے، طوطے، شکاریں اور دیگر پرندے منقاروں میں بیج لیے ادھر ادھر اُڑ گئے۔
۴۔ آدمی آموں اور سیبوں کے ٹوکے دوسرے ممالک میں لے گئے۔

انجیر کے درخت کے ساتھ پھول نہیں لگتا۔ معاملہ یوں ہے کہ ابتدائی انجیر کے اندر ایک چھوٹا سا غچہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ایک خاص قسم کی بھڑا اور غچوں میں اٹدے جاتی ہے جب بچے بھگتے ہیں تو نر انجیر کے بچے مادہ انجیر میں چلے جاتے ہیں اور اس طرح مادہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ فطرت کی رنگینوں کا کیا کہنا:

حسن بے پروا کو اپنی بے جانی کے لئے

ہوں اگر شہروں سے بن پیلے تو شہر اچھے کہ بن (اقبال)

کھجور صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے، جسے طے کرنے کے لیے اب بھی اونٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ امکان تھا کہ مسافر راہ میں بے توشہ نہ ہو جائیں۔

اس ریگستان میں ہر طرف کھجوروں کے درخت اُگادیے اور انھیں بلند قامت بنا دیا، تاکہ یہ قیمتی پھل جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائے۔ نیز قریب میں کی گری سے نسبتاً محفوظ رکھے۔ کھجوروں کے تنے اس لئے لٹیدار اور کھوکھلے بنائے تاکہ تھرموس بوتل کی طرح اندر کی ہوا پر دنی حرات

سے متاثر نہ ہو اور پھل گرم رس سے خشک نہ ہو جاوے۔ انسانی بدن کی مشین کو دو چیزوں کی سخت ضرورت رہتی ہے، شکر و نشاستہ، یہ ہر دو اجزاء کھجور میں بہ درجہ کمال موجود ہیں۔ جنگل میں حفاظت اثمار کے مسائل کہاں مل سکتے تھے۔ کیا صرف ایک ہفتے میں گل مٹ جاتا ہے۔ سیب پھلا ہو جاتا ہے۔ امرود میں کیڑے چنے لگتے ہیں۔ شہتوت اور لوکاٹ جند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں۔ لیکن کھجور کو اللہ نے کسی خاص مسئلے سے یوں محفوظ کر دیا ہے کہ مہینوں خراب نہ ہو۔

کھجور کی جڑیں زمین سے دو قسم کا رس چوستی ہیں، کثیف اور لطیف، کثیف رس سے تنہا اور شاخیں بنتی ہیں اور لطیف سے پھل کے ہر دانے کے ساتھ ایک مصفی لگا ہوتا ہے جو رس کو مزید صاف کرتا ہے۔ گٹھلی کی ترکیب کچھ لطیف اور کچھ کثیف رس سے ہوتی ہے، لیکن گٹھلی کڑوی ہوتی ہے اور پھل کا میٹھا۔ ان ہر دو کے درمیان ایک پردہ لگا دیا گیا ہے تاکہ تلخی و شیرینی خلط ملط نہ ہو جائیں :

وَالْأَرْضُ وَصَعَهَا لِلْأَنْعَامِ فِيهَا فَالْكَهْدُ | یہ زمین انسانی رہائش کے لیے تیار کی گئی اور اس میں (لاؤ
وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ) (رحمن ۱۰-۱۱) انسان کے لیے، میوے اور گجھوں والی کھجوریں ہیں۔

درخت عموماً راہوں پر اُگتے ہیں، اس لیے کہ مسافر پھل کھا کر گٹھلیاں
نشانات منزل پھینک دیتے ہیں اور وہاں درخت اُگ پڑتے ہیں جہاں کہیں خیریت

نظر آتے ہیں اور وہاں راہ موجود نہیں تو سمجھ لو کہ یہاں سے بھی کوئی قافلہ گزر رہا تھا۔ اہل عرب پہلے سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے، اُن کے پاس کھجوریں تھیں، جہاں کہیں اترے گٹھلیاں پھینکتے گئے، نتیجہ یہ کہ کج سندھ میں عربی نسل کی کھجوریں میلوں تک دکھائی دیتی ہیں :

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی خبر دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

سدا بہار درخت خزاں میں بھی سرسبز رہتے ہیں۔ وجوہات یہ ہیں:
سدا بہار درخت | اول: بعض درختوں کے پتے چمکنے ہوتے ہیں اور ان پر ایک مومی
 مواد موجود ہوتا ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس مواد سے پتوں کے مسام سردیوں میں بند
 ہو جاتے ہیں اور نمی محفوظ رہتی ہے۔ نتیجتاً وہ خشک نہیں ہوتے۔

دوم: بعض پتوں پر سفیدی اُون ہوتی ہے جو عملِ تخیر کو روک کر درختوں کو سرسبز رکھتی ہے۔
 سوم: ٹکیے، لپے، اور تنگ سطح والے پتے چمڑے پتوں کی نسبت سوج کی روشنی سے
 کم متاثر ہوتے ہیں اور ان کی نمی زیادہ ضائع نہیں ہوتی، اس لیے وہ سرسبز رہتے ہیں۔
 اگر زمین اور کھجور کے پتے چمڑے ہوتے تو خزاں میں جھڑ جاتے۔

درختوں کی بڑی فالتو پانی کو جذب کر لیتی ہیں، اس لیے زمین پر دال
فوائد اشجار | نہیں بن سکتی۔

(۲) درخت اپنے تنفس سے فضا کو گرمادیتے ہیں۔ ہوا قدرے لطیف ہو جاتی ہے
 نتیجتاً قرب زمین کے بادل وزنی ہو کر برسے لگتے ہیں۔

(۳) درختوں کے پتے جھڑے زمین پر خیزن جاتی ہے۔

(۴) اگر پہاڑوں پر درخت نہ ہوتے تو ارد گرد کی زمینیں برساتی نالوں سے صحرا
 بن جاتیں اور اگر آج کسی ریگستان میں درخت لگا دیے جائیں تو وہ نہ خیر ہو جائے گا۔

چند عجیب و غریب درخت

سکونا (Cinchona) جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پھلکے سے کوئین
 سکونا تیار ہوتی ہے۔ سب سے پہلے یہ راز چند ہسپانوی مہاجرین کو معلوم ہوا تھا۔

۱۳۳۹ء میں پیرو (Pero) کے دایسراشے کی بیوی کونٹس آف چکن (Countess of chinchon) نے اس درخت کا تنوارٹ یورپ میں کرایا۔ اس کے بعد چند مبلغ اس درخت کا چھلکا اٹلی میں لے گئے اور مریشیوں میں مفت تقسیم کیا۔ کچھ عرصہ کے لیے اس چھلکے کا استعمال متروک ہو گیا۔ جب سترھویں صدی میں ہنگستان کا بادشاہ چارلس دوم بیمار ہوا تو شاہی ڈاکٹر رابرٹ ٹیبلیٹ (Robert Tablet) نے اس چھلکے کے سفوف سے علاج کیا اور بادشاہ صحت یاب ہو گیا۔ دوسرے سال اسی ڈاکٹر نے اس سفوف سے چند فرانسیسی امراء کا علاج کیا۔ اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ اس کے بعد کونین سے ہر شخص واقف ہو گیا۔

۱۷۶۵ء | ربرٹ کا درخت پہلے صرف وسطی جنوبی امریکہ میں ملتا تھا۔ انیسویں صدی میں یہ درخت سیلون، ملایا اور برہما میں لگایا گیا۔ اس کے رس سے ربرٹ تیار ہوتا ہے۔ آج ربرٹ کی اہمیت سے ایک عالم آگاہ ہے۔

۱۸۶۵ء | اس کا تیل مفید ترین تیل سمجھا جاتا ہے، جو مشینوں کے علاوہ صابنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ درخت ہزار سال تک باقی رہتا ہے۔ اور اس کی لکڑی فولاد کی طرح مضبوط ہوتی ہے۔

۱۹۰۵ء | شہتوت کے پتوں کو بکری کھاتی ہے تو دودھ نیتلے بھی ان سے شہد تیار کرتی ہے۔ کیرا البریشیم اور ہرن کستوری پیدا کرتا ہے۔ چیز ایک ہی، لیکن مختلف کارخانوں میں اس سے مختلف اشیاء تیار ہو رہی ہیں۔

فتیاریک اللہ احسن الکمالیاتی (مؤید ۱۴۰۵ھ) | قابل صد ہزار تعریف، وہ اللہ جو بہترین خالق ہے۔
ناریل | ایک مسافر سخت گرمی میں ایک ایسے جھونپڑے میں جا پہنچا جس پر ناریل کے

درختوں کا سایہ تھا۔ صاحبِ خاڑے مسافر کو شراب، دودھ اور حلوا نہایت عمدہ برتنوں میں پیش کیا۔ مسافر نے بوجھا کہ جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آئیں گی۔ کہا یہ سب کچھ ناریل کی لٹ ہے۔ میں کچے ناریل سے پانی، پختہ ناریل سے دودھ، پتوں سے حلوا، شکوفوں سے شراب بھول سے شکر، چھال سے برتن، لکڑی سے ایندھن بنے ہوئے پتوں سے چھت، ریشوں سے رستیاں اور تیل سے روشنی حاصل کیا کرتا ہوں۔ جب یہ مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ کو جھاڑا جس سے غبار سا گرا اس غبار سے سیاہی کا کام لے کر ایک پتے پر کسی دوست کی طرح چٹھی لکھ دی۔

هَذَا خَلَقَ اللَّهُ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ | یہ ہے اللہ کا کمال تخلیق، اللہ کے بغیر کسی اور نے بھی
الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ (رقمان ۱۱۰) | کچھ پیدا کیا ہو تو ذرا سامنے لاؤ۔

بحر اوقیانوس کے ایک جزیرے میں آج سے پانچ سو سال پہلے

دم الاخوين | دم الاخوين کا ایک ایسا درخت پایا گیا، جس کا تنادور میں سا
قٹ تھا۔ اسی قسم کے باقی درختوں کو دیکھ کر علماء نباتات نے اندازہ لگایا،
کہ یہ درخت خلقِ آدم سے پہلے کا ہے۔

بعض بیلین براہ راست زمین میں سے غذا حاصل نہیں کرتیں بلکہ

درخت خور نباتات | دوسرے درختوں کے رس پر بیتی ہیں۔ اور یہ درخت رفتہ رفتہ خشک
ہو جاتے ہیں۔ محکوم اقوام اسی لیے خشک ہو جاتی ہیں کہ ان کا رس حاکم قومیں چوس لیتی ہیں۔

امریکہ میں ایک ایسا پودا ملتا ہے جس کی شاخیں جال کی طرح

حیوان خور نباتات | زمین پر بچھی ہوئی ہوتی ہیں، جوں ہی کوئی جانور اوپر سے گزرتا
ہے۔ یہ مل جاتی ہیں اور جانور گرفتار ہو کر اس کی غذا بن جاتا ہے۔

مکس خور نباتات | سنڈیو (Sundew) کے پھول بہ ایکسین دار رس پوتے ہیں۔

جوں ہی کوئی مکھی اس پر ٹپکتی ہے تو چٹ جاتی ہے۔ بھول کی پٹیاں اس پر پل پڑتی ہیں اور اُسے کھا جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمین میں نائٹروجن نہیں ہوتی۔ اس کمی کو یہ پودے مکھیوں سے پورا کرتے ہیں۔

اسی طرح بٹر وارٹس (Butter warts) کے پتوں پر ایک گوند سا لگا ہوتا ہے، جوں ہی کوئی مکھی اس پر ٹپکتی ہے، پتہ مٹھی کی طرح بند ہو جاتا ہے۔ اگر ان پتوں پر دیت کا ذرہ یا چھوٹا سا کنکر رکھ دیا جائے تو یہ متاثر نہیں ہوتے، لیکن جب شکار روپہ آ بیٹھے تو نہایت پھرتی سے مل جاتے ہیں۔ یہ دیگر الفاظ ان میں اتنی عقل موجود ہے کہ اپنی غذا اور چھڑ چھاڑ میں تمیز کر سکیں۔

بعض جو ہڑوں میں ایک ایسا تھیلی دار پودا (Bladder wards) ملتا ہے جس کی ٹہنیوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہوتی ہیں۔ یہ تھیلیاں جو ہے کے پھرے کی طرح صرف باہر کی طرف سے کھلتی ہیں جب پانی کے حشرات آرام یا قند کے لیے اندر داخل ہوتے ہیں تو اگر قنار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک لومہ پچر پلانٹ (Pitcher plant) کے بھول ہراہیوں کی طرح شاخوں کے ساتھ لٹکے ہوتے ہیں۔ اندر مٹھا اس ہوتا ہے۔ اور دیواروں کے ساتھ ٹیرٹھے کانٹے جب کوئی مکوڑا اس پنیے کے لیے اندر داخل ہوتا ہے تو واپسی پر یہ کانٹے اس کی رفتار میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ وہ بار بار چڑھتا اور گرتا ہے اور آخر تھک کر اس کے حوض میں رہ جاتا ہے۔

ایک طرف مولی، شلغم، پیاز اور دوسری طرف انجیر، کھجور، آم پر غور کیجئے
صناعی | مقدم الذکر کے پتے اس دمنع کے ہیں کہ جب بارش برستی ہے تو یہ پتے قطروں کو سمیٹ کر جڑوں میں ڈال دیتے ہیں۔ اور آم وغیرہ کے درخت قطرات کو پھیلا کر

پکاتے ہیں وجہ یہ کہ مولیٰ اور شلغم وغیرہ کی جڑ صرف ایک ہوتی ہو، اس لیے قطراتِ باران کو جڑ کی طرف
لے جانے کا سامان کیا گیا۔ اسہم وغیرہ کی جڑیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اس لیے قطرات بھی پھیل کر ٹپکتے ہیں۔

برگ و درخت ان سبز و زلف نظر ہو شیار

ہر وقت دقتِ اند معرفتِ کردگار (سعدیؒ)

حیوانات کی زندگی کا دار و مدار آکسیجن پر ہے، اور نباتات کا کابینہ
کاربن آکسیجن اگر آکسیجن کم ہو جائے تو حیوانات ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر کاربن کا

ذخیرہ گھٹ جائے تو نباتات فنا ہو جائیں۔ پھر کاربن نہایت نہریلی گیس ہے۔ اس کی
بہتات حیوانات کے لیے مہلک ہوتی ہے۔ قدرت کا انتظام ملاحظہ فرمائیے کہ کاربن تبدیل

کی، اور آکسیجن حیوانات کی غذا بنا ڈالتی۔ حیوانات پودوں کے لیے کاربن اور نباتات ہمارے
لیے آکسیجن پیدا کرتے ہیں۔ تمام حیوانات ایک سال میں ساڑھ کروڑ ٹن کاربن سانس کے

ذریعے خارج کرتے ہیں، جس میں بیس کروڑ ٹن خالص کوئلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح حیوانات
ایک سال میں آٹھ کھرب مکعب میٹر آکسیجن استعمال کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ دنیا پر

کیا عدل و میزان ہے۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لیے کیا حیرت انگیز تسبیح ہے، اور اللہ
کی شان ربوبیت کس کس رنگ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ | اُدّو تعریف کریں اُس ربِّ العالمین کی (جس کا نظامِ ربوبیت اس قدر حیرت انگیز ہے)

نباتات کی حفاظت کے لیے قدرت نے کئی طرح کے انتظام

حفاظتِ نباتات کر رکھے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ہالی (Holly) پودے کے ابتدائی اور نچلے پتے تھار وار ہوتے ہیں اور اوپر

جا کر ہر پتے کے آخر پر صرف ایک کانٹا رہ جاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ مہولی جانوروں کی چھا

تک رسائی تھی، وہاں تک حفاظت کی ضرورت زیادہ تھی۔

۲۔ جانوروں کی دو قسمیں ہیں: نرم منہ والے، مثلاً گائے بھینس وغیرہ اور سخت منہ والے جو کانٹوں تک کو جھباتے ہیں، مثلاً بھیڑ بکری وغیرہ، موخر الذکر جانور کم زور تھے۔ اس لیے قدرت نے بعض درختوں کو کانٹے لگا دیے، تاکہ نرم منہ والے انہیں کھا سکیں اور وہ سخت منہ والے کم زور جانوروں کے لیے بچ رہیں۔

۳۔ بچھو بوٹی (کشمیر میں عام ہے) کے چھو چانے سے جسم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ میں خود بھی ایک دفعہ اس کا شکار ہوا تھا۔

۴۔ اسی طرح ایک پودے ”برگ شیطان“ (Devil's Leaf) کا لڑک سال بھر تکلیف دیتا رہتا ہے۔ اور بعض اوقات آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

۵۔ آسٹریلیا کے ایک پودے (Laporticamatoides) سے اگر گھوڑا بھی چھو جائے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

۶۔ ایک اور پودا ”تہریلی ہیں“ (Poisonivy) ہے جس کے چھو جانے سے ہاتھ پاؤں اور منہ سوج جاتا ہے، اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔

۷۔ بعض پودے ایسا بدبو دار اس خراج کرتے ہیں کہ جانور پاس تک بھٹکنے کی جرأت نہیں کرتے۔

۸۔ ”چوٹی موٹی بوٹی“ صرف مروج نفس سے سمٹ جاتی ہے اور جانور بدک جاتا ہے۔

۹۔ ایک پودا ”ٹیلیگراف“ (Telegraph plant) ہوا کے بغیر رات دن جھومتا رہتا ہے، جس سے جانور خوف زدہ ہو کر دور بھاگتے ہیں۔

۱۰۔ بچھو بوٹی کے پاس ہی شلغم کی طرح ایک پودا موجود ہوتا ہے، ایک پتہ توڑ کر زخم خوردہ مقام پر رگڑ دیجئے فوراً آرام آجائے گا۔ (دبّرق)

۱۰۔ اُمیرِ حشرات کو پھانسنے کے لیے درختوں کے تنے اور شاخیں ایک شتم کا گوند لٹکا
ہیں جس میں یہ حشرات پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ یہ گوند بھی نکل سکتا ہے کہ درخت میں سوراخ کیا جائے
اس کام کے لیے قدرت نے لمبی اور تیز جو پنج والے پرندے پیدا کر دیئے ہیں جو درختوں میں سوراخ
کوتے پھرتے ہیں۔ ان سوراخوں سے گوند نکلتا ہے جو درخت کا محافظ بھی ہے اور زخمِ درخت کا مرہم بھی۔
۱۱۔ بعض پودوں کے غنچوں سے میٹھا رس نکلتا ہے، جسے حاصل کرنے کے لئے حیوانِ نیاں اور بے
جانی ہیں۔ رس بھی پیتی ہیں اور ساتھ ہی ان حشرات کی خبر لیتی ہیں جو ان پودوں کو نقصان پہنچاتے
ہیں جب یہ غنچے مکمل ہو کر بیج بن جاتے ہیں تو یہ رس سوکھ جاتا ہے۔ یہ رس حیوانیوں کی نوازش کا صلہ تھا۔
۱۲۔ بعض درختوں پر بڑے بڑے چوہے گھومتے پھرتے ہیں، جن کا کام جو کیداری ہوتا ہے۔
یہ حشرات حیوانات کو اس زور سے کاٹتے ہیں کہ انھیں بن بھاگے نہیں بنتی۔

غور فرمائیے کہ قدرت نے ہماری غذا کی فراہمی و حفاظت کا کیا حیران کن انتظام کر رکھا ہے
پھر ہر درخت اور ہر پودے میں کس قدر اسباق و آیات ہیں۔ عالم نباتات میں کتنا تنوع ہے
لاکھوں پودے، ہر پودے کی ہیئت الگ، خاصیت الگ، پھل الگ، کہیں کوئی غلطی نہیں، بد نظمی
نہیں، حفاظت سے غفلت نہیں، تربیت سے تساہل نہیں، اس حیرت انگیز نظم، اس زندہ فکری سلسلے،
اس مہربان کن عشق اور ان ہشت انگیز آیات و معجزات کو دیکھ کر انسانی عقل و عیشہ پر اندام چڑھتی ہے۔
وہم و قیاس حیرت میں کھو جاتے ہیں اور تخیل کی کیا اوجھل ہے۔ آؤ! اس خالقِ لائقِ حمد و ثناء کے موعود
گائیں جس نے ہماری حسین دنیا کو جس و جمال کا مرکز بنایا اور ہماری تفریح کے لیے اسے لاد کھل سے بنایا۔
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَلَا عَلَى الذِّیْ اُسْ بَلَدَ رَبِّ کِی حَمْدُ تَمْلُکِ تَرَانِے گاؤ جس نے کائنات میں جس و جمال
خَلَقَ فَسَوَّى ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدَى ۝ پید کیا دستویہ، ہر چیز کو پیدا کیے ایک خاص دستور العمل کے نیلے
وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْحٰی (اعلیٰ ذات اس) لگا دیا رھدی، اور جس نے چراگاہیں اور مرغزار تیار کیے۔

باب (۳) سیر افلاک

إِنَّا زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِرَبِّيعَةٍ كَوْكَبَاتٍ (صافات ۶) ہم نے آسمان کو ستاروں سے آلودہ کیا۔
وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزِينَةً ۖ لِلنَّظِيرِينَ ۝ (حجر ۱۶) ہم نے آسمان میں برج بنا کر رکھے ہیں۔

آسمان ہماری زمین کی طرح قدرت کا ایک دلکش نگارستان ہے جس میں کبریاء و جبروت کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ ان مناظر کو اگر چشم دل سے دیکھا جائے تو انسانی عقل کی کیا اٹھتی ہے، آؤ ان آیات کی قدرے تفصیل بیان کریں۔

فرق کرو، ایک خوب صورت عورت کے یہاں دس لڑکیاں ہیں جو ماں سے
ایک مثال کم خوب صورت ہیں۔ یہ لڑکیاں ماں کا طیف کر رہی ہیں۔ پھر لڑکی
کے یہاں دس اور لڑکیاں ہیں جو اپنی ماؤں سے حسن و جمال میں کم ہیں اور ان کے گرد
چکر کاٹ رہی ہیں۔ بس یہی حال سیاروں کا ہے، ان کی پہلی ماں کہکشاں تھی جو لا تعداد
شمس و اقمار کا مسکن ہے۔ ان میں سے ہر سورج کے ہاں دس لڑکیاں ہیں جو اس کے
گرد چکر کاٹ رہی ہیں۔ ہمارا سورج آخری ماں ہے، جس کے آٹھ نو بچے پیدا ہو چکے

ہیں۔ یعنی زحل، مشتری، عطارد، زمین وغیرہ اور ایک دوسرا آفتاب ہے۔ ہماری زمین کی بھی ایک لڑکی پیدا ہو چکی ہے۔ یعنی چاند، جو زمین سے کم خوب صورت ہے اور اپنی مال کے ارد گرد چکر کاٹ رہا ہے۔

آسمان ہم سے بہت دور ہے، اس لیے ہمارا علم اس کے متعلق ناقص
سبع سموات | و نامکمل ہے، لیکن جو کچھ علماء ہیئت نے معلوم کیا ہے اس کی تفصیل

یہ ہے: کہ ظاہری نگاہ سے ہمیں آسمان کے سات طبقہ نظر آتے ہیں۔ طبقہ اول میں صرف چار ٹکے بڑے ستارے ہیں، طبقہ دوم میں ستائیس، سوم میں تہتر، چارم میں ایک سو اناوے، پنجم میں چھ سو پچاس، ششم میں دو ہزار دو سو اور ہفتم میں تین ہزار سے زیادہ ستارے ہیں۔ یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بیسیوں طبقے میں سات کروڑ ساٹھ لاکھ ستارے پائے جاتے ہیں۔ اب تک ہم تقریباً دس کروڑ ستارے نظر آچکے ہیں قرآن حکیم میں جن سات طبقوں کا ذکر ہوا وہ غالباً وہی ہیں جو ہمیں دور بین کے بغیر نظر آتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَهَمَّ بِهَا لُوطُ بْنُ مَعْلُومٍ (مومنہ) ہم نے تمہارے اوپر سات گندگاہیں (ستاروں کی) و ما کنا عن الخلق غافلات (مومنہ) بنائیں اور ہم تخلیق سے غافل نہیں تھے۔

اگر ہم آفتاب کے زیادہ قریب ہوتے، تو گرمی سے تھلس جاتے اور اگر
آفتاب | زیادہ دور ہوتے تو سردی سے مرجلتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک خاص فاصلہ

پر رکھا ہوا ہے تاکہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رہیں۔ و ما کنا عن الخلق غافلات۔

جب ہم بعد آفتاب اور طوفان نور کو دیکھتے ہیں اور پھر یہ سوچتے ہیں کہ آفتاب

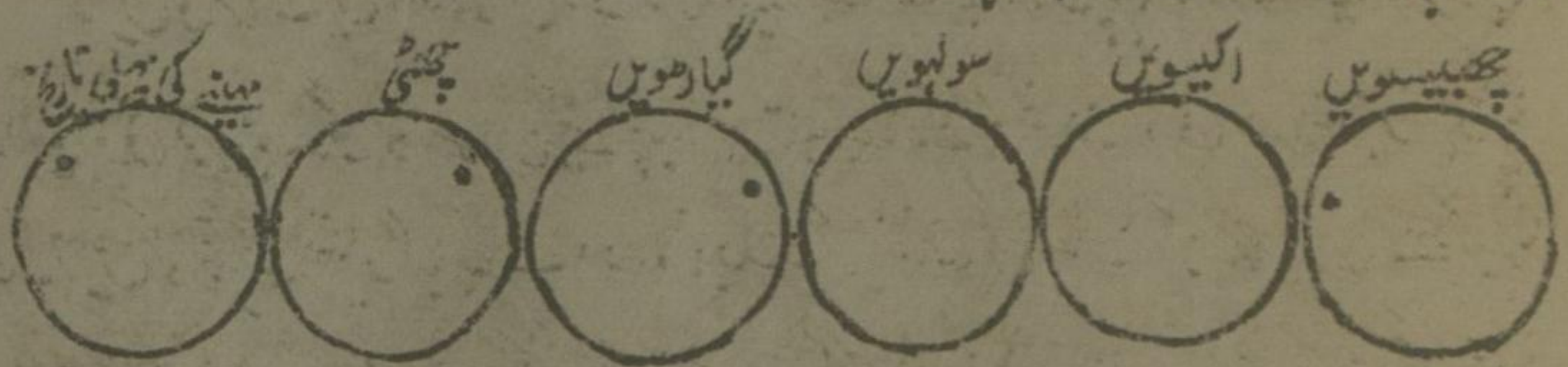
صرف زمین ہی کو روشنی نہیں دے رہا، بلکہ اس کی روشنی ہر طرف جا رہی ہے اور زمین اس

کی روشنی کا صرف حصہ پڑ رہا ہے تو ہم اس کرۂ نور کی عظمت و جلال سے کانپ اٹھتے ہیں۔

علم ہیئت کی ایک تازہ کتاب میں ستاروں کی تعداد بیس کروڑ درج ہے۔ (برقی)

سورج ہم سے ... ۹۳ میل دور ہے۔ اس فاصلہ کا صحیح تصور معلوم
بعد آفتاب کرنے کے لیے کمرے میں کلاک لگائیے۔ ان ہندسوں کو گننے کا کام اس کے
 حوالے کر دیجئے اور اس کی ہر ٹک کو ایک ہندسہ سمجھئے۔ یہ کلاک ایک منٹ میں ساٹھ
 ایک گھنٹے میں ۳۶۰۰ اور چوبیس گھنٹوں میں ۸۶۴۰۰ ہندسے گنے گا۔ اور سورج کے
 اس فاصلہ کو شمار کرنے کے لیے ۱۰۷ دن یعنی تقریباً تین سال صرف ہوں گے۔
 اگر ایک گاڑی ۳۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف روانہ ہو تو ۲۶۵
 سال کے بعد وہاں پہنچے گی۔

سورج اپنے گرد گھومتا ہے۔ دور بین سے معلوم ہوا ہے کہ سورج
گردش آفتاب میں چند داغ ہیں، جن کا مقام بدلتا رہتا ہے۔ اور سورج ایک ماہ
 میں اپنا طواف مکمل کر لیتا ہے۔



سولہویں اور اکیسویں تاریخ کو یہ داغ نظر نہیں آتا اور چھبیسویں کو پھر وہی تاریکی
 آگیا ہے۔ علماء مغرب کا خیال یہ ہے کہ سورج اپنی جگہ پر ٹھہر رہا ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس
 نظریہ کو باطل ثابت کرتا ہے۔ انسانی علم اس پہلو میں اس قدر ناقص ہے کہ باوجود ہمارے
 کوششوں کے الہام کا ساتھ نہیں دے سکا۔ موجودہ منجموں میں صرف ہرشل ایک ایسا
 عالم ہے جس نے سورج کو متحرک تسلیم کیا ہے۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا، جب انسانی
 تحقیق جستجو الہام ربانی کی تصدیق کرتے ہوئے اعلان کرے گی کہ:

الشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ | سورج ایک مستقر کی طرف یا ایک مرکز کے ارد گرد چلتی ہے
تَقْدِيرُ الْغَنِيِّ الْعَزِيزِ (دیں ۳۸) | یہ عالم و غالب خدا کی تعین ہے۔

علمائے مغرب نے زمین کو متحرک مانا ہے اور مشرق میں زمین ساکن تسلیم کی جاتی
حرکت زمین ہے۔ قرآن حکیم میں حرکت زمین پر کئی آیات موجود ہیں۔ مثلاً:
جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْلًا (طہ ۳) | تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا۔

مھل - گہوارہ کو کہتے ہیں۔ گہوارہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو سیلوں وغیرہ
میں لگائے جاتے ہیں اور دوم جو گھروں میں بچوں کے لیے لٹکائے جاتے ہیں۔ ہر دو قسم
کے گہواروں میں حرکت موجود ہے۔

وَأَنزَلْنَا فِي الْأَرْضِ نَهْرًا سَيٍّ (نہر ۱) | ہم نے زمین پر پہاڑ ڈال دیئے ہیں وہ تمہیں ساتھ لے رہا ہے۔
زمین کی حرکت میں اعتدال و توازن پیدا کرنے کے لیے وزنی پہاڑ ڈالے گئے۔ اگر زمین
ساکن ہوتی تو یہ بھاگنے کا سوال کیسے پیدا ہوتا؟ بھاگنے کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا
ہے کہ زمین کو متحرک تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ یہ فضا کی مختلف گزرگاہوں سے گزرتی
ہوئی آگے چلتی ہے۔ اگر وزن کم ہوتا تو ڈر تھا کہ کوئی وزنی ستارہ اپنی طرف کھینچ لیتا
اور زمین بھاگ کر دور نکل جاتی۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَاوِدًا | تم پہاڑوں کو بہ ظاہر ساکن دیکھتے ہو، لیکن وہ ایل
وَرَبِّیْ تَمُرُّ مَرًّا السَّحَابِ (نمل ۸۸) | یہ بادلوں کی رفتار سے چل رہے ہیں۔

اگر زمین کو ساکن تسلیم کیا جائے تو یہ آیت بے معنی ہو جاتی ہے، پہاڑوں کی
حرکت کی یہی صورت ہے کہ یہ زمین کے ساتھ سرگرم رفتار ہوں، جس طرح کہ گاڑی
کے ساتھ مسافر چل رہے ہوتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمُوتِ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُونُ لَيْلٌ
عَلَى النَّهَارِ وَيَكُونُ النَّهَارُ عَلَى لَيْلٍ وَسَمَّيْنَا
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلَّ يَوْمٍ يَجْعَلُ لَمْسَمًى
اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ رات کو دن میں، اور
دن کو رات میں تبدیل کیا اور آفتاب و مہتاب کے مسخر کیا۔
یہ تمام کے تمام ایک معین مباد تک موجود رہیں گے۔
کس قدر صریح اعلان ہے حرکت ارض کا۔

زمین سورج کے گرد ۵۸۵ میل کا دائرہ بناتی ہے۔ اس کی رفتار فی سکند

۸ میل، فی منٹ ۱۰۸۰ میل، فی گھنٹہ ۶۴۸۰۰ میل، اور رات دن میں ۶۰۰۰۰ میل ہے
فرض کرو تم سینما میں تماشا دیکھنے گئے تھے اور تین گھنٹے کے بعد واپس آئے۔ تمہیں معلوم
ہونا چاہئے کہ اس عرصہ میں تم تقریباً دو لاکھ میل فضا میں آگے نکل چکے ہو۔

چاند کا قطر ۲۱۶۰ میل اور زمین کا ۸۹۸۰ میل ہے۔ چاند زمین سے ۱۳ گنا چھوٹا
جانتا ہے۔ چاند تیز رفتار زمین کے ارد گرد گھومتا ہے۔ اس کا یہ فرض از بس مشکل ہے کہ
وہ ایک تیز گھومنے والی زمین کے ارد گرد اس صفائی سے گھوم رہا ہے کہ نہ تو زمین سے اس کی
کسی اور ستارے سے ٹکراتا ہے۔ زمین پر ۳۶۵ دن میں اور چاند صرف ۲۸ دن میں ایک چکر پھیرتا ہے۔

جب سورج اور ہمارے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے، تو سورج
کسوٹ و خسوف کو گرہن ہو جاتا ہے، بسا اوقات ہندوستان میں مکمل سورج گرہن
ہوتا ہے۔ لیکن سائبریا میں نصف نظر آتا ہے۔ وجہ صاف ہے کہ ہم اور اہل سائبیریا مختلف
زاویوں سے سورج کو دیکھ رہے ہیں۔ بالکل ممکن ہے کہ اس وقت چاند پوری طرح
اہل سائبیریا اور سورج کے درمیان حائل نہ ہو، چاند گرہن اس لیے ہوتا ہے کہ زمین
سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جاتی ہے، اور اس کا سایہ چاند پر پڑتا ہے۔

چاند کا بعد چاند ہم سے ۲۴۰۰۰ میل دور ہے۔ اگر ایک گاڑی ۴۰ میل کی رفتار سے

روانتہو تو وہ ۲۵۰ دن کے بعد چاند میں جا پہنچے گی۔ یا یوں سمجھیے کہ اگر آپ ایک دھواگ
 اتنا لمبا تیار کریں کہ اس سے خط استوا کے ارد گرد اس ٹبل دیے جاسکیں اور اس دھواگ
 کو چاند کی طرف پھینک دیں تو اس کا ایک سر زمین پر ہوگا اور دوسرا چاند تک جا پہنچے گا۔
 اگر ہم ایسی توپ بنائیں جس کی پھوٹنے کی آواز لاکھوں میل تک سنائی دے تو یہ آواز
 چاند میں ۱۳ دن کے بعد سنائی دے گی۔ آواز ایک منٹ میں تقریباً ۱۲ میل سفر کرتی ہے۔
 چاند کی اندرونی دنیا کا ہمیں پورا پورا علم حاصل نہیں۔ گو چاند ... ۳۴۰۰ میل دور ہے۔
 اور زمین کی مڈ سے کچھ کر صرف ۲۴۰۰ میل کی مسافت پر آجاتا ہے، لیکن جو آنگہ کہ ایک
 میل پر بھی کسی چیز کو صاف طور پر نہیں دیکھ سکتی، وہ ۲۴۰۰ میل پر کیا خاک دیکھ سکے گی؟ اتنا غور
 معلوم ہوا ہے کہ چاند میں پہاڑ ہیں، جو قدیم زمانے میں آتش فشاں تھے، اور جن کا لاوا سرد ہو کر
 منجمد ہو چکا ہے۔ اگر سینڈویچ (Sandwich) جزیرے کے آتش فشاں پہاڑوں
 کا لاوا آج منجمد ہو جائے تو یقیناً قمری پہاڑوں کی طرح نظر آنے لگے۔
 زمین اندر سے گرم ہے۔ اگر ہم لوہے کے دو گولوں (ایک بڑا دوسرا چھوٹا) کو گرم کر
 کچھ دیر کے لیے رکھ دیں تو چھوٹا گولا جلدی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ چاند زمین کا بچہ ہے، اور اس
 وقت زمین سے نکلا تھا، جب یہ لپکے ہوئے لوہے کی طرح ابل رہی تھی، چھوٹائی کی وجہ سے
 چاند بالکل ٹھنڈا ہو چکا ہے، اور زمین اندر سے بہ دستور گرم ہے۔ اگر ہم بلتے ہوئے پانی
 کو چھٹے سے اتار لیں تو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ جب یہ پانی ذرا گرم ہو تو ہمیں
 یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ چند منٹ پیشتر یہ پانی زیادہ گرم تھا، اس سے پہلے بہت
 زیادہ گرم اندر کچھ غرصہ پیشتر کھول رہا تھا۔ بس یہی حال زمین کا ہے کہ وہ کسی وقت کھول
 رہی تھی، اب اس کا بیرونی قشر ٹھنڈا ہو گیا ہے، اور ایک ایسا وقت آجائے گا کہ

چاند کی طرح اس کا باطن بھی سرد ہو جائے گا۔

چاند کے اندر ہوا موجود نہیں، اس لیے رہائش کے قابل نہیں اور نہ کہیں پانی ملتا ہے۔ یہ ایک خشک بیابان ہے، چوں کہ چاند کا حجم زمین سے $\frac{1}{4}$ گنا کم ہے، اس لیے اس کی کشش بھی بہت کم ہے، اشیاء کا وزن دراصل کشش زمین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پھر اس لیے وزنی معلوم ہوتا ہے کہ زمین اُسے کھینچتی ہے۔ جب ہم کوئی پتھر زمین سے اٹھاتے ہیں تو زمین اُسے ہمارے ہاتھوں سے چھیننے کی کوشش کرتی ہے اور وزن کا احساس ہوتا ہے۔ علماء نجوم نے ثابت کیا ہے کہ چاند میں کشش ثقل زمین سے چھ گنا کم ہے اس لیے جو آدمی زمین پر غلہ کی ایک بوری اٹھا سکتا ہے، وہ چاند میں چھ بوریاں اٹھا لے گا۔ وہاں کرکٹ کی گیند بلے کی چوٹ سے چھ گنا دور ہو جائے گی اور فٹ بال چھ گنا اونچا۔ چاند کی دنیا میں جیسی گھڑی کا احساس تک ہوگا، لیکن اگر ہم اسی گھڑی کو ساتھ لے کر کسی ایسے ستارے پہنچ جائیں، جو زمین سے ایک لاکھ گنا بڑا ہو تو ایک چھٹانک گھڑی ۵۰ ہزار وزنی ہو جائے گی، اور ہم اس کے بوجھ سے پس جائیں گے۔

اللہ کی رحمت دیکھئے کہ ہماری زمین نہ تو اتنی وزنی ہے کہ پاؤں تک اٹھانا دشوار ہو جائے اور پانی کا ایک گھڑا چالیس من بھاری معلوم ہو، اور نہ اتنی ہلکی ہے کہ معمولی آندھی سے مکانات اڑ جائیں، درخت اکھڑ جائیں، ہمارے بچے تنکوں کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں ہوا کا معمولی سا جھونکا سبزی فروش کے ٹوکے اٹھا کر نالی میں پھینک دے کھیل کے میدان میں ایک ضربے کرکٹ کی گیند میلوں نکل جائے اور اس طرح یہ زمین ایک مصیبت بن جائے۔

اِنَّ اَكْلَ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (قرآن ۳۹) ہم نے ہر چیز کو ایک انداز سے پیدا کیا۔
علماء نے ثابت کیا ہے کہ تیزی رفتار سے کشش ثقل میں فرق آجاتا ہے۔ اس لیے

اگر زمین کی رفتار زیادہ ہو جائے تو تمام اشیاء کا وزن گھٹ جائے۔ اور اگر زمین اپنی موجودہ رفتار سے ستر گنا تیز حرکت کرنے لگے تو کسی چیز میں وزن باقی نہ رہے۔ اگر فضا میں ہوا کی جگہ سیماب بھر دیا جائے، جو ہوا سے ۱۴۶۰ گنا وزنی ہے تو ہم پس جائیں۔ زمین و آسمان کے یہی وہ اسباق ہیں جن کے مطالعہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے؛

إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّمُؤْمِنِيْنَ ۝ (جاثیہ ۳) | ارض و سما میں اہل ایمان کے لیے اسباق موجود ہیں۔

ستارے | ۱۔ زہرہ: یہ ستارہ ہماری زمین جتنا بڑا ہے۔ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ اس کی شکل چاند جیسی ہے۔ اور چاند ہی کی طرح گھٹنا بڑھتا ہے۔ یہ سورج کے گرد ایک چکر ایک سال اور سات ماہ میں پورا کرتا ہے۔

۲۔ عطارد۔ عطارد سورج سے ۳۶ میل دور ہے، لیکن ہمیں سورج کے پاس نظر آتا ہے، اور روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے۔

۳۔ مریخ، مریخ کی حرکات کچھ عجیب سی ہیں۔ جاتے جاتے رُک جاتا ہے۔ واپس آ جاتا ہے اور پھر اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ اس کا ایک چکر ۶۸۷ ایام میں ختم ہوتا ہے، اور اپنے گرد ۲۴ ساعت، ۳۷ دقیقہ اور ۲۲ ثانیہ میں گھومتا ہے۔ اس کی سطح پر پانی نظر آتا ہے۔ اس کے شمالی و جنوبی حصوں میں بڑے بڑے سفید دھبے نظر آتے ہیں جو گرمیوں میں گھٹ جاتے ہیں اور سردیوں میں بڑھ جاتے ہیں۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ دھبے نہیں بلکہ برف ہے جو سردیوں میں بڑھتی اور گرمیوں میں گھٹ جاتی ہے۔

۴۔ مشتری، نیپٹون، زحل، یورینس: یہ ستارے ہماری زمین سے بہت بڑے ہیں۔ مشتری زمین سے ۱۱۰۰ گنا بڑا ہے۔ چھ اپنے گرد ۹ ساعت ۵۵ دقیقہ اور ۱۲ ثانیہ

میں گھومتا ہے۔ اور سورج کے ارد گرد ایک چکر ۱۲ سال میں پورا کرتا ہے، اس میں گاہے بادل بھی نظر آتے ہیں۔

سورج سے فاصلہ | چند اہم ستاروں کا بُعد سورج سے:

نام	بُعد	نام	بُعد
۱۔ عطارد	۳۶,۰۰,۰۰۰ میل	۶۔ زہرہ	۶۳,۰۰,۰۰۰ میل
۲۔ زمین	۹۳,۰۰,۰۰۰	۷۔ مریخ	۱۴۲,۰۰,۰۰۰
۳۔ مشتری	۴۶۷,۰۰,۰۰۰	۸۔ --	۲۵۲,۰۰,۰۰۰
۴۔ زحل	۹,۰۰,۰۰,۰۰۰	۹۔ یورانس	۱۴۱,۰۰,۰۰۰
۵۔ نیپٹون	۲۵۹۲,۰۰,۰۰۰		

حجم کو اکب | ۱۔ زمین کا محیط ۴۰,۰۰,۰۰۰ میٹر ہے۔ اور نصف قطر ۶,۳۷۸,۰۰۰ میٹر زمین کی سطح ۵,۰۹۰,۰۰,۰۰۰ میٹر ہے۔ اور زمین کی سطح پر خشکی صرف ۱۲,۶۰,۰۰,۰۰۰ میٹر ہے۔ (زمین کی لمبائی تقریباً ۳۹ پانچ ہوتی ہے)۔
 ۲۔ مریخ کا حجم زمین سے چھ گنا کم ہے، اس کا ایک سال ہمارے ۶۸۷ دنوں کا ہوتا ہے۔

۳۔ مشتری زمین سے ۱۳۰۰ گنا بڑا ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۱۲ سالوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا قطر ایک کھرب ۴۰ ارب میٹر ہے۔

۴۔ زحل زمین سے ۱۸ گنا بڑا ہے، اس کا قطر ۹۲۹۹,۰۰,۰۰۰ میٹر ہے۔

۵۔ یورانس کو ہرشل نے مسئلہ میں دریافت کیا تھا۔ یہ زمین سے ۲۹ گنا بڑا

اور سورج سے ۶۷۵,۰۰,۰۰۰ میل دور ہے۔ ایک چکر ۲۴ سال میں ختم کرتا ہے۔

سلسلہ نہیں لیکن پھر بھی یہ نظام نہایت شان و شوکت، صحت و اعتدال اور عظمت و نفوذ کے
 چل رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ایک نیکو و چودیکھ رہا ہے اور جو کبھی غلطی نہیں کرتی۔
 کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ رُفُوداً ۱۱ کائنات کی ہر چیز اپنی صلوٰۃ و تسبیح (نظم و ترتیب) سے آگاہ ہے۔
 نظام شمسی کی شکل یہ ہے :



نکتہ یوم و ماہ ۱ ڈاکٹر شاہلی کا خیال ہے کہ فضا میں ایک مرکز نور ہے جس کے گرد
 تمام شموس چکر کاٹ رہے ہیں اور ان کا ایک چکر ۱۰۰۰۰۰۰ سال میں ختم ہوتا ہے۔ یہ دیگر الفاظ
 ہمارے تیس کروڑ سال ان شموس کے ایک سال کے برابر ہوتے ہیں اور ان کا ایک دن ہمارے تیس

کر ورنوں یعنی ۸,۲۱,۹۰۲ سال کے برابر چوں کہ آسمان میں نظام ہائے شمسی کی کوئی انتہائی
اور ہر سو بج کی حرکت اپنے مرکز کے گرد دوسرے سے مختلف ہے، اس لیے ہر نظام کے لحاظ سے
وماہ کی مدت بھی مختلف ہے۔ ہمارے ہاں ایک دن رات زمین کی محوری گردش (۲۴ ساعہ)
کا نام ہے اور سال زمین کی آفتابی گردش (۳۶۵ دن) کا نام لیکن دوسرے نظاموں
کے سال و ماہ ہم سے مختلف ہیں۔ عطارد کا سال صرف ۸۸ دن کا ہوتا ہے۔ زہرہ کا سال
۲۲۵ یوم کا، لیکن مشتری کا سال ہمارے ۱۲ سال، زحل کا ہمارے ۲۹ سال، اور نیپچون کا
سال ہمارے ۱۶۵ سال کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح کہیں کوئی ستارہ ہزار سال میں اور کہیں
پچاس ہزار سال میں اپنے مرکز کے گرد چکر کاٹتا ہے، اس لیے اللہ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے
إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۚ وَرَجَعْنَا إِلَى اللَّهِ كَالْهَدْيِ وَنُحْمًا يُرْتَبَجُ ۚ
دوسرے مقام پر وارد ہے:

..... فَنِي يَوْمِهِ كَانَ مِقْدَارُ الْخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (معاذ) | ایسے دن میں جو تمہارا پچاس ہزار سال کے برابر
ستارے اور ان کے بچے ہر ستارے کے کئی بچے ہیں، جو اس کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں۔
تفصیل جدول ذیل میں ملاحظہ ہو:

جدول اول (دادا اور پوتا)

نام	بُعد از ارض	قطر	گردش
سورج	۹,۳۰,۰۰,۰۰۰ میل	۸,۶۵,۰۰۰ میل	اپنے گرد ۲۶ یوم
چاند	۲,۳۰,۰۰۰ میل	۲۱۶۰	زمین کے گرد ۲۷

جدول دوم (سورج کے بچے)

نام	گردش اپنے گرد منٹ - گھنٹہ	قطر سیلوں میں	آفتابی گردش (ایام)	بُعد از آفتاب
عطارد	۵ - ۲۲	۲۹ ۹۲	۸۸,۹۶۹	۳,۵۰,۰۰,۰۰۰ میل

زہرہ	۲۳-۲۱	۷۶۶۶۰	۲۴,۷۰	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
زمین	۲۳-۵۶	۷۹۱۸	۳۶۵,۲۶	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
مریخ	۲۴-۳۷	۲۲۰۰	۷۸۶,۹۸	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
مشتری	۹-۵۵	۸۵۰۰۰	۴۳۳۲,۶	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
زحل	۱۰-۱۴	۷۱۰۰۰	۱۰۷۵۹	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
یورانس	نامعلوم	۳۱۷۰۰	۳۰۶۸۷	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل
نیپٹون	=	۳۴,۵۰۰	۶۰۱۲۷	۷۶۶,۰۰۰,۰۰۰ میل

جدول سوم (مریخ کے بچے)

نام	گردش گرد مریخ	بعد از مریخ
فولیس	Phobus	۱۴ - ۳۹ - ۷
ڈیموس	Deimas	۵۴ - ۱۷ - ۳۰

جدول چہارم (مشتری کے بچے)

نام	گردش گرد مشتری	بعد از مشتری
نامعلوم	۳۴ - ۳۷ - ۱۸ - ۱	۲,۶۲,۰۰۰ میل
=	۲۲ - ۱۳ - ۱۳ - ۳	۴,۱۷,۰۰۰ میل
=	۳۳ - ۲۲ - ۱۳ - ۷	۶,۶۲,۰۰۰ میل
=	۱۱ - ۳۲ - ۱۶ - ۱۶	۱۱,۷۰,۰۰۰ میل

جدول پنجم (زحل کے بچے)

نام	گردش گرد زحل	بعد از زحل
ایلیس	Ilmias	۹ - ۲۷ - ۳۷ - ۲۲ - ۰
اینسلینڈس	Encelaudu	۷ - ۶ - ۳۵ - ۸ - ۱
تفیس		۷ - ۲۵ - ۱۸ - ۲۱ - ۱

ڈائیونی	Dione	۲-۱۴-۴۱-۸۰۹	۲۳۱,۰۰۰ میل
رہی	Rhea	۴-۱۲-۲۵-۱۰۸	۳,۳۴,۰۰۰ میل
ٹیتن	Titan	۱۵-۲۲-۴۱-۲۵۲	۴,۸۱,۰۰۰ میل
ہائپرین	Hyperion	۲۱-۴-۴-۴۰۸	۹,۲۶,۰۰۰ میل
جیپٹس	Japetus	۴۹-۴-۵۴-۴۰۳	۳۳,۸۰,۰۰۰ میل

جدول ششم (یورانس کی اولاد)

نام	بُعد از یورانس	گردش گرد یورانس
ایریئل	Arial	۱۹,۰۰۰ میل
امبریل	Umberial	۱,۶۶,۰۰۰ میل
ٹٹامن	Titamin	۲,۴۳,۰۰۰ میل
اویرن	Oberan	۳,۶۳,۰۰۰ میل

جدول ہفتم (نیپٹون کی اولاد)

نام	گردش یوم	بُعد از نیپٹون
نامعلوم	۵۰۸۷۹۰	۲,۲۰,۰۰۰ میل

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر ۳) اللہ کے لشکروں کا علم اللہ ہی کو ہو سکتا ہے۔
حرکت کو اکب اگر ہم ایسی بلندی پر پہنچ جائیں، جہاں ہوا کی مقاومت اور کشش
 زمین نہ ہو اور وہاں ایک پتھر روزے پھینکیں، تو وہ پتھر خطِ مستقیم میں ابد الابد تک
 چلتا جائے گا۔ اس لیے کہ اس کی حرکت کی راہ میں کشش زمین اور مقاومت ہوا حائل
 نہیں۔ یہی حال ستاروں کا ہے کہ آج سے ارب کھرب سال پہلے دنیا کے کہکشاں سے
 چند شعلے ٹوٹے جو اب تک ہوا میں محو پرواز ہیں۔ مختلف آفتابوں نے انہیں کھینچ کر ان کی
 حرکات کو دوری بنا دیا۔ اگر آفتاب یہ خدمت انجام نہ دیتے تو یہ ستارے بھاگ کر خد اجاتے

کہاں سے کہاں نکل جاتے، راہ میں کتنی دنیاؤں سے ٹکرتے اور کس قدر تباہی پیدا کرتے جس طرح کوٹھکے بیل کو ایک خاص رتھی ایک خاص دائرے میں پھراتی ہے، اُسی طرح سورج کی کشش نے مشتری و عطارد، کیوآن، وزمین کی گزرگاہیں متعین کر رکھی ہیں جہاں سے یہ سیر ہوا انحراف نہیں کر سکتے۔

لطیفہ حضرت موسیٰ نے اللہ سے پوچھا کہ تو سوتا کس وقت ہے؟ اللہ نے کہا کہ یہ دو بوتلیں ہاتھ میں تھام رکھ۔ اس کے بعد کھنڈی ہوا جلانی، حضرت موسیٰ کو اونکھ لگی ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے اور مٹا بوتلیں گر کر چور ہو گئیں۔

سبحان اللہ! کیا بہترین رنگ میں حضرت موسیٰ کو یہ نکتہ سمجھایا گیا کہ اگر اللہ ایک لمحہ کے بھی سوچا، تو زمین و آسمان کی کروڑوں دنیاؤں میں ایک دوسرے پر گر کر پاش ہو جائیں

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ... وَلَا يُعْذِرُ مَا كَانَ يَفْعَلُ مَا كَانُ

اس کائنات میں صرف ایک ہی خدا ہے جو قائم و دائم ہے، جسے نہ نیند آتی ہو اور نہ دو گھنٹا ہے، اس لیے کہ زمین و آسمان کا انتظام اس کے سپرد ہے... وہ بلند و برتر رب رض و سما کی حفاظت ہرگز نہیں تھکتا۔

نکتہ یورپ اور ایشیا ہر دو میں یہ خیال رائج تھا اور ہے کہ ہفتہ کے ہر دن پر ایک خاص سیارے کا اثر اور حکومت ہوتی ہے۔ اسی خیال سے ان لوگوں نے بعض دنوں کو مسعود اور بعض کو منحوس قرار دیا اور ان دنوں کے نام بھی ستاروں کے نام پر رکھے مثلاً:

(۱) Sunday (اتوار) Sun یعنی آفتاب کی طرف منسوب ہے۔

(۲) Monday (سوموار) Moon یعنی چاند کی طرف منسوب ہے۔

(۳) فرنیسی میں منگل وار کو Marsday (مرتخ کا دن) - مرتخ Mars

کہتے ہیں۔ اصلی لفظ (فرانسیسی زبان میں) Mardi ہے۔

(۴) اسی طرح فرانسیسی زبان میں بدوار کو Mercred (Mercurry day) یعنی عطارد کا دن کہتے ہیں۔

(۵) Thurs کے معنی ایک مغربی لفت میں مشتری اور Fri کے معنی زہرہ دینے ہوئے ہیں تو Thursday کے معنی مشتری کا دن اور Friday کے معنی زہرہ کا دن ہوں گے۔

(۶) زحل کو انگریزی میں Saturn کہتے ہیں تو Saturday (سنیچر) کے معنی یوم زحل ہیں۔ اسلام ان توہمات سے آزاد تھا، اس لیے ان ایام کو کو اکب کی طرف منسوب کرنے کی بجائے یوم الاحد (پہلا دن دوسرا دن) وغیرہ کہا، تاکہ مسلم ستاروں سے نہ ڈرتا پھرے۔ ثوابت | ثوابت در اہل مہیب آفتاب ہیں، جو ہم سے بہت دور ہیں اور یہ دوری بھی کئی طرح سے الٰہی رحمت میں۔

اول: اگر یہ نزدیک ہوتے تو ہم مختلف مسموم کی حرارت سے جل جاتے۔
دوم: یہ بڑے بڑے آفتاب ہماری زمین اور نظام شمسی کو کھینچ کر ہم پر ہم کرہ پڑے۔
یہ ثوابت اس قدر دور ہیں کہ اگر ہم ان میں سے کسی ایک پر کھڑے ہو کر نیچے دیکھیں تو سورج ایک چھوٹا سا روشن ذرہ نظر آئے گا۔ اور زمین کے دکھائی دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمیں اپنی آنکھ سے ۱۰۰۰ ستارے نظر آتے ہیں، دوربین سے ان کی تعداد کو رد تک پہنچ جاتی ہے۔ کمرب کی پلیٹ (لوچ تصویر) بے حد حساس چیز ہے جو ایسے ستاروں کی تصویر بھی لے سکتی ہے جو کسی دوربین سے نظر نہیں آسکتے۔ مسٹر اسحق رابرٹ (لورپول) نے ایک دفعہ آسمان کے نیچے کی تصویر لی تو سولہ ہزار ستارے لوچ تصویر میں آئے۔ اس حیرت

گل ستاروں کی تعداد سورہ کر وڈ ہونا چاہئے لیکن اللہ کے بتائے بغیر اس تعداد کا علم کسے ہو سکتا ہے؟
 علوم طبعی کے چند سر پھرے لوٹے کبھی کبھی یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ اچی ایہ قیامت
 دیامت مولویوں کے فرضی قصے ہیں، انسانی حیات کی منزل موت ہے آگے کچھ بھی نہیں،
 مرکز کب کوئی جیا، پوسیدہ ہڈیوں میں دوبارہ جان ڈالنا کوئی کھیل نہیں۔ ان جاہلوں
 کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس فضائے آسمانی میں ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑی دنیا نہیں
 گھوم رہی ہیں۔ کروڑوں شمس و اقمار ہیں، لا تعداد زمینیں سرگرم پرواز ہیں اور ہر طرف
 ایک مبہوت کن سلسلہ موجود ہے، تو جس اللہ نے عظیم الشان دنیا بنائیں بنائیں، جہاں نور
 و ظلمت کا ہر شکوہ نظام قائم ہے، کیا اس اللہ کے لیے چند ہڈیوں میں جان ڈالنا مشکل ہے؟
 کیا آپ کو الہی صنّاعی و تخلیق پر اتنا بھی اعتماد نہیں؟

عَزَّوَجَلَّ اَنْتُمْ اَشَدُّ خُلُقًا رَمَّ السَّمَاءُ بَنَاهَا هَا تَفَ | کیا تمہاری ساخت مشکل ہے یا آسمانوں کی تخلیق؟ کس
 رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّاهَا وَ اَخْلَشَ اَيْلَہَا | شان سے فضاؤں میں کئی لاکھ دنیا بنائیں بنا کر ان میں توالت
 وَ اَخْرَجَ خُلُقَهَا (النازعہ ۲۷-۲۸) | و اعتدال پیدا کیا۔ (و نور و ظلمت کا سلسلہ جاری کیا۔
 مطلب یہ کہ جو اللہ ظلمت سے نور نکال سکتا ہے وہ موت کی تاریکیوں سے آفتاب جیسا
 بھی طالع کر سکتا ہے۔ سَبَّحْنَهُ وَ تَعَالَى عَمَّا يُصْرَفُونَ -

دم دار ستارے | یہ ستارے کافی تعداد میں آسمان پر موجود ہیں، ان کی حرکات کا
 کچھ علم نہیں۔ بسا اوقات یہ سورج سے دور ہٹ جاتے ہیں۔ اور پھر قریب آ کر گھومنے لگ جاتے
 ہیں۔ ان کی رفتار سورج کے پاس ۲۰۰ میل فی ثانیہ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ستارے کسی شفا
 مادے سے بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ نظر ان سے گزر کر ان ستاروں کو بھی دیکھ لیتی ہے
 جو ان کی آڑ میں ہوں، ان کی دم در مہل ان ستاروں کے مادہ تکوینی کے بخارات ہیں جو تپتا

آفتاب کے نکلتے ہیں۔ جوں ہی کہ یہ سورج سے دور ہٹ جاتے ہیں تو دم غائب ہو جاتی ہے۔
شہاب | یہ ستارے بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، جو صرف ٹوٹے وقت نظر آتے ہیں۔
 یہ ٹوٹنا اور جل اُن کی موت ہوتی ہے۔ اور یہ صرف مرتے وقت نظر آتے ہیں۔ ان کی رفتار
 تقریباً بارہ ہزار میل فی دقیقہ ہوتی ہے۔ یعنی ہندوؤں کی گولی سے .. اگنا زیادہ۔ اور زمین کے
 اوپر صرف اڑھائی گھنٹے میں چکر کاٹ سکتے ہیں۔

یہ جھوٹا سا ستارہ بے نور ہوتا ہے۔ اس میں سورج سے روشنی حاصل کرنے کی استعداد نہیں ہوتی جب یہ چلتے چلتے کہیں زمین کے قریب آ جاتا ہے تو زمین اسے کھینچتی ہے نتیجتاً یہ گرہ ہوا میں سے نہایت تیزی کے ساتھ گزرتا ہے، اور خاکی ذرات سے رگڑ کھا کر پہلے گرم پھر مشتعل ہو جاتا ہے، اسے آگ لگ جاتی ہے۔ اور کسی صورت میں تبدیل ہو کر ہوا میں کچھ نشان ہو جاتا ہے۔ یہ ہے حقیقت شہاب کی۔

بندوق کی گولی نکل کر سامنے کسی دیوار سے ٹکراتی ہے۔ اگر آپ اس گولی کو ہاتھ
دکھائیں گے تو گرم پائیں گے۔ یہ گرمی خاک کی ذرات کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ شہاب کی رقتاً
چوں کہ گولی سے .. اگنا زیادہ ہے اس لیے ہم حساب کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس
کا درجہ حرارت ... سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے جو اسے پگھلانے کے لیے کافی ہے۔

اگر شہاب کی رفتار کم ہوتی تو وہ گھل نہ سکتا۔ نتیجہ ہم پر دن رات پتھر پڑتے رہتے
اس لئے کہ سینکڑوں شہاب روزانہ ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اللہ کا کمال عنایت دیکھیے کہ ہمیں
اس مصیبت سے محفوظ رکھا، ورنہ اگر وہ چاہتا تو شہابوں کی رفتار کو کم کر کے ہم پر اس قدر
پتھر برساتا کہ ہم تباہ ہو جاتے۔

اَمْ اَصْنَعُ مِنْ فِي السَّمٰوٰتِ اَنْ يَّرْسِلَ عَلَيْنَا سَحَابًا مَّحْفُوظًا مَّا يُمْسِكُهُ بِالْجِبْطِ يَوْمَ لَا تُنْفَعُ السَّمٰوٰتُ وَاَرْضٌ وَاَنْفُسٌ اَلْمُنْفَعُونَ

حَاجِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نُنْزِلُہ | سے تم پر پتھر برسانا شروع کر دے، تو تمہیں معلوم ہوگا
(الملک ۱۷)

آج ہم پر طیارے آسمان سے پتھر (بم) برسا رہے ہیں اور اللہ کا یہ قول لفظاً
درست ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ قرآن حکیم کی ہر آیت میں کس قدر اسباق
پنہاں ہیں، لیکن یہ آیات علماء حکما کے لیے ہیں، جاہل مُلّا کے لیے نہیں۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا | اللہ نے ستارے اس لیے بنائے کہ تم بحرِ دہ کی
بِهَافِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا | تاریکیوں میں سفر کے قابل ہو سکو۔ ہم نے یہ آیات
الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (الانعام ۹۸) | علماء کے لیے تفصیلاً بیان کی ہیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ قرآن حکیم نے علماء کی تعریف یہ کی ہے کہ جو علوم کا علمائے ارض
وسما کے ماہر ہوں۔

ہمیں ہمندری کی گہرائیوں اور ایسی سرزمینوں سے جہاں انسانی قدم آج تک نہیں پہنچے
فولاد کے کچھ ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں جن کا معائنہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ
ٹکڑے شہاب ثاقب سے گرے تھے۔

ہوا میں ذرات کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اول، اس لیے کہ آفتاب کی حرارت
کو صرف ذرات ہی قبول کر سکتے ہیں، اور ہوا غیر موصل ہے۔ ظاہر ہے کہ حرارت آفتاب کے بغیر
کوئی چیز نشوونما نہیں پاسکتی۔ دوم اس لیے کہ بارش کی نگین ان ذرات کی بدولت ہوتی
ہے، بارش کے قطرے بن ہی نہ سکتے، اگر ان ذرات کا شمار نہ ہوتا چوں کہ ان کی کثرت و تعداد
قطراتِ باران کے ساتھ مل کر زمین پر آجاتی ہے اور فضا میں کمی ہو جاتی ہے اس لیے اس کمی کو
پورا کرنے کے لیے شہاب ٹوٹے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر! بوبیت کی کیا شان ہے، تخلیق کا کیا نظام ہے
اور الہی رحمت کس کس رنگ میں ہماری پرور میں کر رہی ہے۔

چند سال ہوئے کہ ایک طیارہ باز نے اپنا تجربہ یوں بیان کیا (سول ملٹری گزٹ
۸ جنوری ۱۹۳۹ء) کہ اس کا طیارہ کافی بلندی پر جا رہا تھا کہ اچانک تبصرہ سناتے
ہوئے اور وہ واپس بھاگا، تو کیا اب بھی اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے کہ

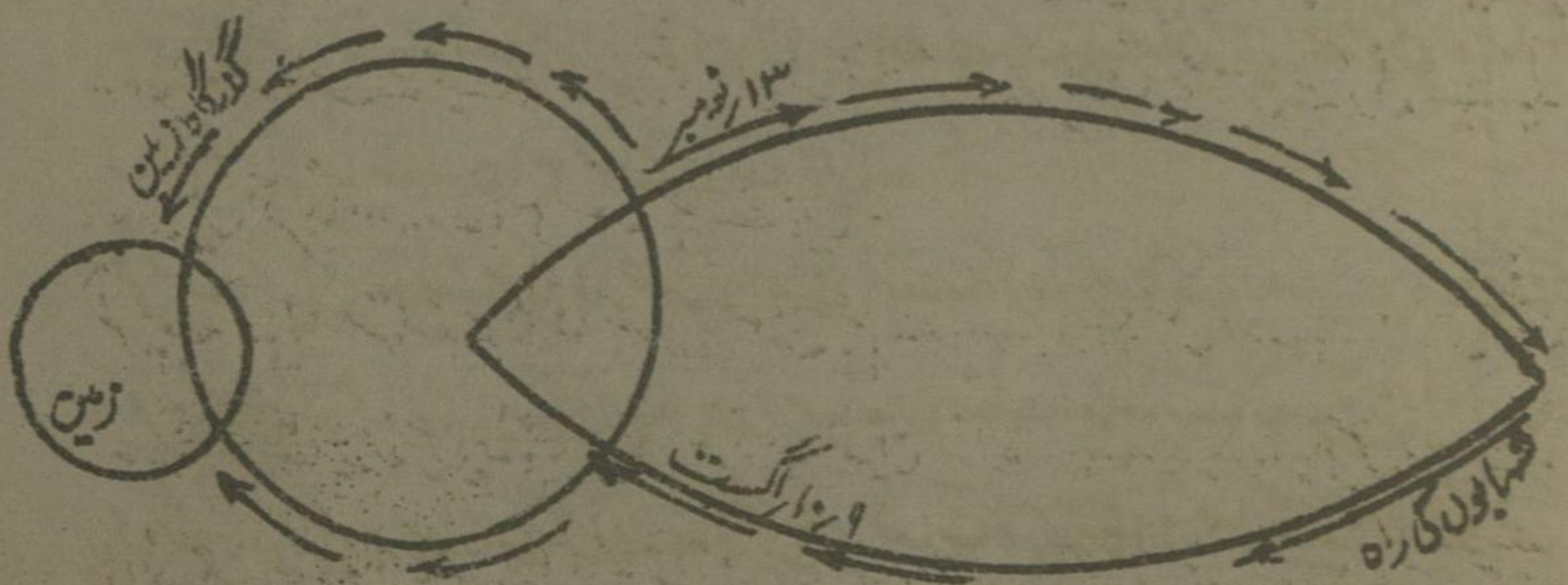
..... وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِجٍ ۝
..... اِلَّا مَنِ خَلَفَ الْخَظْفَةَ فَاتَّبَعَهُ
شہابِ ثاقِبٌ ۝ (صافات ۶)

..... ہم نے آسمانوں کو شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔
..... جب کوئی شیطان فلکی بلندیوں تک پہنچ کر کچھ
سننے کی کوشش کرتا ہے تو شہابِ ثاقِبٌ سے بھگتا ہے۔

فرعون و عمرو و قیصر و کسریٰ و دیگر شیاطین انس و انبیاء کے ہاتھوں ہمیشہ رسوا
ہوتے رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نظامِ وحی و فلکِ الہام کے شہاب (انبیاء) ان ظالم لوگوں
کا ہمیشہ بیچھا کرتے رہے اور اپنی شیطنت کی بدولت انھیں کلامِ الہی سے فائدہ اٹھانے
کی توفیق میسر نہ ہوئی۔ انبیاء کا مقصد انسانی دنیا کو شیطانی محلوں سے بچانا تھا اس لیے
یہ الٰہ العزیز ستارے دنیا کی شیطنت پر ہمیشہ شہاب بن کر ٹوٹتے رہے۔ فَاَتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ۔
جب زمین سو بج سے پیدا ہوئی تھی، تو قدرے چھوٹی تھی۔ ان شہابوں کی بدولت
جو کر دہا صدیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر ہماری زمین میں اضافہ کر رہے ہیں قدرے بڑی ہوئی آپاں
کہ ایک چھوٹا سا شہاب زمین میں کیا اضافہ کر سکتا ہے؟ تو گزارش ہے کہ قطرے مل کر سمندر
 بنتے ہیں اور شہابوں کی تعداد تو اس قدر زیادہ ہے کہ ان کے بغیر کسی اور کو علم حاصل نہیں۔
۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء کو ایک شہاب ۱۰۰ میل تک دوڑتا گیا اور حکاگو اور سینٹ لوئس
کے درمیان جا کر پھٹا جس سے چھوٹے چھوٹے ستارے نکل کر کچھ فاصلے پر غائب ہو گئے۔ نیز اس
میں سے ایک زبردست آواز پیدا ہوئی جو چند منٹ کے بعد زمین پر پہنچی۔ آواز ایک منٹ
میں تقریباً ۱۲ میل سفر کرتی ہے تو گویا یہ شہاب زمین سے ۱۰۰ میل دور تھا۔

سر رابرٹ ایس بال ال ال ڈی کہتا ہے کہ ۱۳ نومبر ۱۸۶۶ء کی رات کو دو ستارے
 ٹوٹے جو بھٹ کر پہلے چار پھر آٹھ پھر سوڑ اور پھر سینکڑوں کی تعداد تک پہنچ گئے۔ فضا روشنی
 سے جگمگا اٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر آتش بازی ہو رہی ہے۔ یہ تماشہ تین گھنٹے تک
 جاری رہا۔ یہ منظر ہر ۳۳ سال کے بعد آسمان پر نظر آیا کرتا ہے۔ ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء کو اس قدر شہابی بارش
 ہوئی تھی کہ لوگ ڈر گئے تھے۔ ۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء کو یہ تماشہ مسٹر کرک وڈ (Kirkwood)

نے افریقہ میں دیکھا تھا۔ مسٹر ڈو کہتے ہیں کہ آدھی رات کے وقت حبشیوں شور مچایا: ”بچائیو
 مارے گئے، دنیا کو آگ لگ گئی۔“ میں تلوار لے کر باہر آیا تو دیکھا کہ شہابوں کی وجہ سے
 گویا آسمان کو آگ سی لگی ہوئی ہے۔ یہ تماشہ ہر ۳۳ سال کے بعد ۱۳ نومبر کی درمیانی رات کو ہوا کرتا
 ہے۔ ۱۸۶۶ء ۱۸۹۹ء اور ۱۹۳۲ء کو یہ منظر دیکھا گیا تھا، اب بشرط زندگی ۱۹۶۵ء میں پھر کیجیے۔
 اس شہاب باری کی وجہ یہ ہے کہ شہاب فضا میں سو بج کے گردیوں گھومتے ہیں کہ ہر
 ۳۳ سال کے بعد ۱۳ نومبر کی رات کو زمین شہابوں کی راہ (راہ گردش) کو کاٹتی ہے تو جس قدر
 شہاب قریب ہوتے ہیں، وہ کشش ارض سے زمین کی طرف دوڑتے ہیں اور مشتعل ہو کر روشنی
 پیدا کرتے ہیں۔ یوں تو زمین ہر سال اسی راہ سے گزرتی ہے لیکن شہاب صرف ۳۳ سال کے بعد
 یہاں موجود ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی ایکادگ شہاب ہر سال پاس موجود ہو تو وہ بھڑک
 اٹھتا ہے۔ زمین شہابوں کی گزرگاہ سے سال میں دو دفعہ گزرتی ہے۔



بعض اوقات ۱۰.۹ اگست کی رات کو بھی شہاب باری ہوتی ہے۔

شہاب کی پیدائش اجنگ عظیم کے معا بعد امریکہ کے ایک موجد نے اتنی زبردست قوپ بنائی کہ جب اس کا گور پھینکا گیا تو وہ حدود زمین سے باہر نکل گیا اور شش زمین سے آزاد ہو کر فضا میں گھومنے لگ گیا۔ اسی طرح کسی وقت آتش فشاں پہاڑوں نے اپنا لاوا اس قوت سے نکالا تھا کہ کافی مقدار شش زمین سے آزاد ہو کر فضا میں گھومنے لگ گئی۔ اب زمین کو جس وقت موقع ملتا ہے، وہ ان مفروز بچوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

بعد نجوم زمین سے ستاروں کا فاصلہ ناپنے کے لیے ہمارے سال و ماہ کے پیمانے نا کافی ہیں۔ اس لیے علمائے میٹ نے سال نوری کی اصطلاح وضع کی ہے۔ ایک آدمی ایک سکند میں صرف ایک قدم یا اس سے کم مسافت طے کرتا ہے اور روشنی ایک سکند میں ... میل مسافت طے کرتی ہے۔ اگر ایک آدمی روزانہ بیس میل سفر کرے تو گیسے ... ۸۶ میل طے کرنے کے لیے ۹۳۰۰ ایام کی ضرورت ہوگی۔ دیگر الفاظ روشنی کا ایک ثانیہ ہمکے ۵۳ سال کے برابر ہے ایک منٹ میں روشنی ... ۱۱.۶۱ میل سفر کرتی ہے۔ ایک گھنٹے میں ... ۶۶۹.۶ میل۔ ایک رات دن میں ... ۱۸.۶۰۴ میل ایک ماہ میں ... ۵۲۲.۸۲ میل اور ایک سال میں ... ۵۳۲.۳۲ میل سفر کرتی ہے۔ اور یہ ہے سال نوری۔ ایک انسان روزانہ بیس میل کے حساب سے سال میں صرف ... ۳ میل مسافت طے کرے گا اور روشنی اس مسافت کو صرف ۱/۱۰ سکند میں طے کرتی ہے۔ ایک سال میں تقریباً ... ۳۱.۵ سکند ہوتے ہیں۔

قریب ترین ستارے کا فاصلہ سولج ہم سے ... ۹۳.۷ میل دور ہے، جہاں روشنی تقریباً ۸ منٹ میں زمین پر پہنچتی ہے۔ اور قریب ترین ستارہ ... ۴.۲ میل دور ہے۔ اس بعد کا اندازہ یوں لگائیے کہ لنگا شائیں روزانہ اس قدر تیار ہوتی ہے کہ جس

اس کی ہستی ایک حقیر کپڑے سے زیادہ نہیں۔ ناقربانی و بد عملی میں چوٹی تک ٹہرا ہوا ہے اور پھر خدا کا پیارا اور لادولا ہونے کا گھمنڈ ہے، درہم دانا لگتا پھرتا ہے، لیکن جنت کے ٹھیکیدار ہونے کا پندار ہے۔ چتھڑے اور جو میں سبب حال نہیں سکتا، لیکن ہمت رسول ہونے کا غرور ہے۔ مسکنت و ذلت کا مجسمہ بن چکا ہے لیکن تقدس و پاک بازی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس پر خود غلط انسان کو کیا معلوم کہ اس صاحب جبروت رب کے ہاں جس کی فضاؤں میں زمین جیسی ارب کھڑ دنیا میں نہایت شکوہ عظمت سے گھوم رہی ہیں، انسان کو کوئی وقعت حاصل نہیں ٹھلا اس بیچ میز کپڑے کی ان لرزہ انگیز کرؤں کے سامنے ہستی ہی کیا ہے؟ تو پھر یہ نشہ کیوں؟ یہ غرور و پندار کیسا؟ اور یہ اَنَا وَ لَا غَیْرَی کا دعویٰ کس لیے؟

وَلَهُ الْكِبَرُ بِأَعْيُنِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ | زمین و آسمان الہی کبریا و جبروت کی راستانیں
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (جاشیہ، ۳) | سارے ہیں وہ رب غالب بلند برتر اور صاحب حکمت ہے۔

مقابلہ | ہماری زمین فضا میں ایک حقیر سا کرہ ہے۔ کرہ وڑوں کے ہماری زمین سے
لاکھوں گنا بڑے فضا میں جگہ کاٹ رہے ہیں، یہ فرض کرنا کہ ان کرہوں میں زندگی نہیں، غلط
یہ زمین ان کرہوں کے مقابلہ میں ایک کھلونا ہے۔ صرف مشتری ہماری زمین سے ۱۲ گنا بڑا ہے
تو کیا یہ تمام دنیا میں صرف زمین کے لیے بنائی گئیں؟ محض کھیل کھیلے پیدا کی گئیں؟ کوئی اور
مقصد نہ تھا؟ ضرور ہے۔ لیکن ابھی ہمارا علم بہت ناقص ہے، اُن دنیاؤں کے راز
دریافت کرنے کے لیے ابھی کئی ہزار صدیاں اور صرف ہوں گی اور تب کہیں معلوم ہو گا کہ

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَا لِعِبَادٍ (دخان، ۳۷) | ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان
ہے، محض تماشے کی خاطر پیدا نہیں کیا۔

علم | اس وقت تک صرف اہل زمین کے تمدن، حکومت، طبائع، جغرافیہ، تاریخ، خلاقیت وغیرہ

پڑا ٹھ کر ڈر سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اگر ہمیں دوسرے کروں کا علم بھی زمین ہی کی طرح حاصل ہوتا، تو ہم ان کے متعلق بھی کتابیں لکھتے چوں کہ آسمانی کروں کی تعداد دس کر ڈر ہے، اس لئے علم میں دس کر ڈر گنا اضافہ ہو جاتا۔ اگر ہم اس تمام ذخیرہ کتب کو ایک لائبریری میں رکھنا چاہتے اور لائبریری کے ہر کمرے میں ۱۰ ہزار کتب سما سکتیں تو ہمیں ۸۰۰۰۰۰۰ کروں کی ضرورت ہوتی۔ اگر لاہور میں ۳ لاکھ مکانات تسلیم کئے جائیں تو ہماری یہ لائبریری لاہور جیسے ۲۶۶،۶۶۶ شہروں میں سماں۔ اگر ایک آدمی روزانہ ایک کتاب پڑھ ڈالتا تو اسے تمام کتب ختم کرنے کے لیے ۱۹۲،۸۶،۸۶،۱۹ سال درکار ہوتے۔

خدا کے بندو! کیا ان تفصیلات کے بعد الہی جلال و عظمت سمجھائے دماغ متاثر ہوئے؟ کیا تمہارے دلوں میں خشیت اللہ کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جو ان تفصیل کا مقصد ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو، آؤ! مل کر کہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِمَہُ الشَّہِیْدَہِ وَالْاَیُّوْمَ فَاطِمَہُ الْقَابِلَہِ تَعْرِیْفُہِ بِوَجْہِہِ رَبِّہِج نے زمین و آسمان پیدا کئے۔ اہل انگلینڈ کو اپنے بادشاہ کی عظمت و شوکت پر ناز ہے۔ اہل جرمنی کو ہٹلر پر اور اہل روس کو سٹالن پر، لیکن مسلم کو اس قہار و جبار کی سلطنت پر ناز ہے، جو:

یُوجِی اَمَلًا فِی النَّہَارِ وَ یُوجِی اَلنَّہَارَہَا
فِی الْبَیْلِ وَ یَمْسَحُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِکُلِّ
یَمِیْنِہِ لَا یَجَلُّ مَسْئُورُہِ ذَلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ
لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ یَنْتَظِرُوْنَ مِنْ دُونِہِ
مَا یَبْکُوْنَ مِنْ حَظِیْرَہِ (فاطر ۱۲)

رات کو دن اور دن کو رات میں تبدیل کرتا ہے جس کی مشیت کے سامنے شمس و قمر مجبور و مقہور ہیں، اور یہ کہے ایک معین مدت تک سرگرم رفتار میں ہے۔ تمہارا رب فرماں روا، اس کے بغیر تم جن معبودوں کی خوشامد کرتے پھرتے ہو، وہ ایک تڑپے تک مالک نہیں۔

باب (۴)

عالم حیوانات

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِ مَا
عَمِلَتْ اَيْدِيُنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا
مُلْكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ
وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ
وَمِمَّا رَبُّكَ يَشْكُرُوْنَ ۝

ایک چوہے کو ہاتھ میں پکڑو تو کاتتا ہے، بھڑکے قریب جاؤ تو ڈنگ لگاتی ہے۔ ہرن
میل بھرے دوڑ جاتا ہے، بھیڑیے باپنگت سواری ناممکن ہے۔ حالاں کہ یہ گھوڑے بہت چھوٹے
ہوتے ہیں۔ اگر اونٹ کسی وقت باغی ہو جائے تو مالک کو گھٹنوں کے نیچے میں الٹا سر، کینہہ شتر
مشہور ہے۔ اگر بیل یا بھینسا سرکش ہو جائے تو تمام گھر کو آنا فانا مسمار کر دے۔ اس کی بکتنی بڑی
نوازش ہے کہ اونٹ، گھوڑے بیل بھینس اور ہاتھی جیسے شہزادہ حیوان ہمارے اشارہ نگاہ کے
مطابق کام کر رہے ہیں، بلکہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ بجستانوں میں سے ہمیں اٹھا کر پاپہ جالیے ہیں۔

اور کان تک نہیں ہلاتے۔ وَذَلَّلْنَاهَا لَعَنَةً كُفُّوا عَنْهَا رُكُوعًا لَّيْلًا وَنَهَّيَاهَا يَكُونُ ۝

پھر ہر گائے اور بھینس ایک مٹین ہے جو ہمارے لیے اکمل الاغذیہ یعنی دودھ مہیا کرتی ہے۔ اگر دودھ کا رنگ سُرخ، سبز یا سیاہ ہوتا تو ہمیں نفرت سی آتی، چاندی کی طرح شفاف نہیں ہوتی۔ ہماری ہی ہیں۔ ہمارے علم اور کاریگری کے بغیر حل ہی ہیں۔ بسا اوقات بچے تک کے لیے دودھ نہیں بچتا، گوالن تمام دودھ دوہ لیتی ہے، لیکن گائے خاموش کھڑی رہتی ہے۔ یہ اس لیے کہ گائے ہماری پرورش کو بچے کی پرورش پر ترجیح دیتی ہے۔ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝
ہندوؤں نے گائے کی اس قربانی سے متاثر ہو کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں اس قدر دلکش مناظر ہر سو بکھرے ہوئے ہیں کہ
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا بست

حضرت ابراہیم کو درخشاں ستارے پر خدا ہونے کا دھوکا لگ گیا تھا۔
فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكَوْكَبَ ۝ | جب رات چھا گئی اور فضا کی وسعتوں میں ایک حسین ستارہ
قَالَ هَذَا رَجَبِي ۝ (الانعام ۷۷) | دیکھا تو ابراہیم نے کہا کہ یہ میرا ہے۔
صائبین نے سورج کو خدا تسلیم کیا۔ زرتشت اور موسیٰ نے آگ میں الہی
تجلیاں دیکھیں۔ صوفیہ کرام کو ہر گل میں گلستاں کا منظر دکھائی دیا۔ شیدایانِ دیدت
نے ہر درہ میں صحرا کا تماشہ دیکھا۔ اس حسین دنیا میں ہر سو نور و تجلی کے وہ حیرت انگیز
مناظر موجود ہیں کہ ہر چیز پر منظر خدا ہونے کا دھوکا لگتا ہے۔

ایک بچہ باپ کے ساتھ بازار میں جاتا ہے جس مٹھائی کو پہلے دیکھتا ہے اس کے
خریدنے کی تمنا کرتا ہے، لیکن والد ساتھ ہے، وہ بہترین چیز خرید کر دیتا ہے۔ اگر ہمارا
انگلی رسول کے ہاتھ میں نہ ہوتی، تو ہم اس نادان بچے کی طرح ہر چیز کی پرستش پر اتر آتے۔

ہر سونے پر بانگ دہل اعلان کیا تھا کہ دیکھو ان مناظر میں کہیں الجھ کر نہ رہ جانا، تمہارا مسجودہ قادر و برتر رب ہے، جو ان کھلونوں کا خالق ہے۔ اور یہ مناظر تمہارے غلام و مطیع ہیں، نہ کہ معبود و مسجود۔

اقسام حیوانات حیوانات کی مختلف قسمیں ہیں۔ وحوش و طیور وغیرہ۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں، جن میں صرف لمس کی حس ہے اور بس مثلاً اصداغ، دلدلی جبرائیم۔ اور بطون حیوانات کے کٹرے۔ بعض دیگر میں صرف ذوق و لمس مثلاً بھلوں اور بھولوں پر پلنے والے چوٹے چوٹے کٹرے۔ بعض میں تین حواس ہیں لمس، ذوق اور شمع، مثلاً وحیوانات جو سمندر کی گہرائی یا دیگر تاریک مقامات میں پلتے ہیں۔ بعض میں چار حواس ہیں اور صرف بصرے محروم ہیں، مثلاً تاریک غاروں میں بسنے والے حیوانات، جو روشنی نہ ہونے کی وجہ سے نظر سے بے نصیب رہتے ہیں۔ پانچ حواس والے حیوانات ہر کوئی آگاہ۔ قدرت کا کمال دیکھئے کہ ان میں سے ہر جانور اپنی تخلیق میں مکمل ہے۔

یہ حیوانات صرف ایک خلیہ سے بنے ہیں۔

خوردبینی اجرام (Protozoa)

اور سب سے پہلے ہی جانور عالم وجود میں آئے

تھے۔ آج ان جانوروں کے خول اُن پہاڑوں میں ملتے ہیں جو لاکھوں سال تک پانی کے نیچے رہے۔ جس سے لازماً ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ ابتدائی کٹرے موجودہ ارتقا یافتہ انواع کے آبا و اجداد تھے۔ بہت سے پتھر اور خصوصاً چوڑے کے پتھر انہی جانوروں سے تیار ہوئے۔ اہرام مصر پر ان جانوروں کی کئی انچے موٹی تہیں ملتی ہیں۔ میروا وغیرہ امراض انہی اجرام کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔ یہ خوردبینی اجرام اپنی حفاظت مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ سب سے بڑا طریقہ یہ ہے کہ ایک گھنٹے میں لاکھوں بچے دیتے ہیں۔

بسا اوقات سبز یوں کے نیچے اور پانی کے جوہروں میں پناہ لیتے ہیں، ہیضہ کا جرثومہ ایک دن میں بچے پیدا کرتا ہے تاکہ تباہی کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہیں۔
تنوع | بعض حیوانات چلتے نہیں، لوٹتے ہیں۔ مثلاً برت کے کیڑے۔ بعض سرکتے ہیں مثلاً اصداق۔ بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں، مثلاً سانپ، بعض دوڑتے ہیں، مثلاً چوہا بعض دو بروں سے اڑتے ہیں، بعض چار پروں سے، مثلاً ٹڈی، بعض کے دو پاؤں ہوتے ہیں بعض کے چار، بعض کے چھ، بعض کے اس سے بھی زیادہ، یہاں تک کہ ہزار پاؤں والے جانور بھی موجود ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (نور ۴۱)
 اللہ نے ہر جانور کو سمندر سے پیدا کیا۔ ان میں سے بعض پیٹ کے بل اور بعض دیگر دو اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں، اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ وہ اس قسم کے تنوع اور اختلاف پر قادر ہے۔

اللہ نے حیوانات کی لاکھوں انواع بنائیں اور ہر نوع کے افراد لاکھوں تعداد میں پیدا کیے۔ ہر نوع کا رنگ، شکل، مہیت وغیرہ دوسری نوع سے مختلف رکھی پھولوں اور سبز یوں پر بعض چھوٹی چھوٹی لکھیاں اس قدر باریک ہوتی ہیں کہ اگر بڑا کر دیکھنا جائے تو انڈے کی طرح پھٹ جاتی ہیں۔ لیکن کمال یہ ہے کہ ان میں باقاعدہ گرمے، ہڈیاں، پھرے، معدہ، انٹڑیاں، دماغ، آنکھیں، براؤں، ٹانگیں وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔ اور اس چھوٹے سے اجن میں ٹپروں بھی بھرا ہوا ہے کہ باقاعدہ اڑ رہا ہے۔ اللہ کا کمال دیکھنا ہو تو کوہ ہما کیست دیکھو، بلکہ یہ چھوٹے چھوٹے اڑتے ہوئے اجن دیکھو، ان کے رنگ پر غور کرو، منہ، پاؤں، آنکھیں اور سر دکھائی نہیں دیتے، لیکن پھر بھی یہ مکمل جسم ہیں۔ ہر جسم میں

چھوٹی چھوٹی گئیں ہیں، جن میں خون دوڑ رہا ہے، ایک چھوٹا سا پیٹ ہے، جس میں غذا جاتا ہے، اللہ اکبر! یہ جسم اللہ نے کس طرح تیار کیا ہوگا، شاعر فطرت کا کتنا باریک، نازک اور ادق تخیل ہے کہ انسانی عقل تھر تھرا اٹھتی ہے بَخْلَقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ۔

خود اعتمادی | جنگلی جانور اپنی حفاظت خود کرتے ہیں، اس لیے چُست، چالاک، تیز، تندرست و ڈاک اور حیلہ باز ہوتے ہیں، لیکن گائے، بھینس، گدھے وغیرہ کی حفاظت کا ذمہ انسان نے لے رکھا ہے، اسی لیے یہ کابل، بھڑے اور سُست ہوتے ہیں، جو قوم اپنے قواء کو استعمال نہیں کرتی اللہ اس سے قوائے عمل چھین لیتا ہے مسلمانوں کو تقلید نے آج اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے، اس قوم نے قوائے مفکرہ کا استعمال چھوڑ دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ طاقتیں ہی پھین لیں۔ آج جس مُلا کو دیکھو فلاطوں و ارسطو، پو حنیفہ و شاہی بوعلی سینا و ابن رشد کے حوالے دے رہا ہے، اور خود سوچنا گناہ خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارے سیاسی راہنما ہر بات میں مغربی نظریوں سے مدد لے رہے ہیں۔ مغربی وطنیت، مغربی جمہوریت اور مغربی قومیت پر نظام عالم کی تعمیر ہو رہی ہے۔ سٹالن، ہٹلر، نپلشے لینن نوڈ کے، روسو اور کارلائل کی تحریکات کو اخلاقی و روحانی پہلوؤں کی نگاہ سے لے کر استعمال کیا جا رہا ہے، سچ ہے ایک غلام دماغ سے اس سے زیادہ کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔

مکتب از تدبیر اور گیر و نظام تا بکام خواجه اندیش غلام (اقبال)

حرکات حیوانات | حرکت تلاش غذا کے لیے ہے، چوں کہ درختوں کو غذا ہوتا ہے اور میں سے مل جاتی ہے اس لیے انھیں چلنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی، اگر بالفرض درخت بھی تلاش غذا کے لیے چلتے پھرتے تو دنیا میں بڑی بڑی نظمیں بھیل جاتی۔ ہر روز ہزاروں درخت سڑکوں کے درمیان آ جلتے، آمد و رفت بند ہو جاتی، زید کے کھیت سے درخت چل کر عمرو کے کھیت میں

جسے جلتے اور باغوں سے بھاگ کر پھاڑوں پر چڑھ جاتے۔

چوں کہ حیوان کی خوراک دنیا میں ہر سو پھیلی ہوئی ہو اس لیے وہ چلتا پھرتا ہی، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو وہی خصوصیات عطا کیں جن کی اُسے ضرورت تھی، مثلاً سینگ ایک ایسا جانور ہے جو اپنے مقام کو نہیں چھوڑتا اس لیے کہ ان کی غذا وہیں موجود ہوتی ہے۔ سی سکرٹ (Sea-Squirt) غذا کے لیے صرف اتنی ہی تکلیف کرتا ہے کہ اپنے خول سے سر باہر نکالتا ہے اور پس۔

حالات کے مطابق مختلف جانوروں کی حرکات مختلف ہیں۔ بعض دن کو سوتے ہیں اور آٹ کو نکلتے ہیں۔ وبالعکس بعض جانور سخت گرمی یا سردی میں مکالوں کی چھتوں اور سوراخوں میں مہینوں نماں لگتے ہیں اور مرتے نہیں جو ہر خشک ہونے کے بعد سینڈ گزمن کی ایک تہ سے چپک جاتا ہے اور برسات میں باہر نکل آتا ہے۔ مہینوں اور بسا اوقات برسوں غذا کے بغیر زندہ رہنا تخلیق کا بہت بڑا معجزہ ہے، جن جانوروں کی غذا آسان الحصول اور زیادہ ہوتی ہو وہ تو اور بھدے بن جلتے ہیں۔ مثلاً ہاتھی، بھینسا، مینڈک وغیرہ۔ وجہ یہ کہ انہیں تلاش غذا کے لیے دوڑ دوڑ کر نا پڑتی ہے اور ان کے دشمن بھی کم ہوتے ہیں۔ ہرن کی خوراک ہر جگہ بہ افراط لیکن اس کے دشمن اس قدر زیادہ ہیں کہ غذا اسی آہٹ پٹے سے میلوں بھاگنا پڑتا ہے، اس لیے بے حد پھرتا اور حُصیت ہوتا ہے، کثرت اعدا بھی الہی رحمت ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے بازاروں میں موٹے موٹے بھدے بیل توڑ آتے ہیں جنہیں ہندو متبرک سمجھ کر خوشی غذا اُنیں کھلاتے ہیں۔ اس کاہلی اور کم کوشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں چلنا تاک گراں ہو جاتا ہے، خاندان مغلیہ اور عباسیہ کے آخری قیام بے حد کاہل اور سُست ہو چکے تھے، اس لیے اللہ نے انہیں بے کار سمجھ کر دنیا سے رخصت کر دیا۔ مینڈک کے دشمن خشکی پر کم ہوتے ہیں۔ اس لیے پانی کی نسبت خشکی پر اس کی رفتار بہت سست ہوتی ہے، اسے صرف سانپ کا کچھ خطرہ رہتا ہے اس لیے اللہ نے اسے کو دنا سکھا دیا، کہ رہنمائی ہوتے سانپ کی زو سے بچ جاتے۔

مرجان کا گزراہ اس بکٹیر یا پرتوتلے ہے جو بحری پانی میں بافراط موجود ہوتا ہے۔ مرجان صرف پانی پی لیتا ہے اور اس کی تسلی ہو جاتی ہے۔

مادہ مجھرا مادہ مجھرا نڈے سے کہ کم زور ہو جاتی ہے اور اسے تقویت کے لیے انسانی خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ نے اسے ایک نشتر اس کام کے لیے عنایت کیا ہے۔ نہ مجھرا جو ہڑوں وغیرہ پر گزراہ کر لیتا ہے، چوں کہ مجھرا گرمیوں میں انڈے دیتا ہے، اس لیے گرمیوں ہی میں وہ انسانی خون کا پیاسا رہتا ہے، مادہ مجھرا کو انسانی خون کی اس لیے بھی ضرورت ہوتی ہے کہ بقا و نسل کے لیے اس کا باقی رہنا ضروری ہے۔

حیوانات کی عمریں اچھو ۱۵ سال، بعض مچھلیاں ۵۰ سال، عقاب ۱۱ سال، کتا ۳۵ سال، گھوڑا ۲۰ سال، گائے ۲۵ سال، بلی ۲۰ سال، مرغی ۲۰ سال، بٹخ ۵ سال، اور مگر ۲۰ سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔

چند عجائبات (۱) ایک جانور ہامسٹر (Hamster) چھ ماہ سوتا ہے (۲) بعض سمندروں میں ایک گدھا ملتا ہے جو دوستے انسان کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر ساحل پر چھوڑ آتا ہے (۳) مونی ایک ایسا جانور ہے جو صدف کی کشتی میں سوار ہو کر پہلے سطحِ دریا پر تیرتا رہتا ہے اور اس کے بعد گہرائیوں میں اتر جاتا ہے، اس کے منہ کے آگے ایک جالی ہوتی ہے جس سے صاف غذا چھن کر اندر چلی جاتی ہے۔ اس جالی کے پیچھے کئی منہ اور ہر منہ کے چار ہونٹ ہوتے ہیں۔ مونی کی پیدائش خور دہنی حیوانات اور ریت کے ریزاج سے ہوتی ہے، یہ حیوانات ایک لیسار مادہ خارج کرتے ہیں جو ریت کو بٹھا کر کے پتھر بنا دیتا ہے اور اسی کا نام مونی ہے (۴) گرگٹ کا سر بڑا گردن چھوٹی اور دم سانپ کی طرح ہوتی ہے جب دخت بڑا ہو اس کا رنگ سبز ہوتا ہے اور کبھی زرد نظر آتی ہے۔ ہیجان کی صورت میں اس کی پشت پر ٹوٹے

مقطعہ نمودار ہو جاتے ہیں، جو آہستہ آہستہ تمام جسم پر پھیل جاتے ہیں، اور غصے میں اس کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے (۵)، ایک ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ میں نے ایک بیمار متھنی کا علاج کیا اور وہ ابھی ہوئی۔ پندرہ سال کے بعد اتفاقاً وہی متھنی راہ میں مل گئی اور دوڑ کر میرے پاس آ گئی۔ اپنا خرطوم میرے ارد گرد ڈال دیا اور یوں محبت سے پیش آئی جس طرح دو دوست مدت کے بعد ملیں (۶)، ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ میں نے ایک رخت کے نیچے ایک بچے کا ٹیکہ کیا، اوپر چند بندر دیکھ رہے تھے، میں سامان وہیں چھوڑ کر کسی ضرورت کے لیے ادھر ادھر چلا گیا۔ مگر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بندر ایک چھوٹے بندر کا ٹیکہ کر رہا ہے (۷)، مادہ مینڈک پانی میں اٹھ رہے دیتی ہے، ان انڈوں پر مادہ منویہ ڈال دیتا ہے۔ یہ انڈے ایک بد ذائقہ جھلی میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں تاکہ کوئی انی جانور منہ نہ ڈال سکے۔ اس جھلی میں خوردنی حیوانات داخل ہو کر ناسٹر وین منہ صاف کرتے ہیں تاکہ انڈوں کی نشو و نما ہو سکے۔ یہ جھلی آہستہ آہستہ سانس بھی لیتی ہے۔ اسی تنفس کی بدولت انڈے گہرائی سے ابھر کر سطح پر آ جاتے ہیں۔ (۱) ایک میڈک کے انڈوں کی تعداد ۱۰۰۰ سے ۲۰۰۰ تک ہوتی ہے، جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو وہ پہلے اپنی لمبی دُم سے تیرتے ہیں۔ جب ان کے نیچے جھلی نکلتی ہے، تو یہ دُم غائب ہو جاتی ہے، مینڈک نتھنوں کے علاوہ جلد سے بھی سانس لے سکتا ہے۔

(۸) اونٹ کے عجائبات (۱) اشر قالی نے اونٹ کو گول پاؤں دینے تاکہ رگھتلا میں آسانی سے چل سکے (۲) لمبی ٹانگیں دیں تاکہ سفر جلدی طے ہو (۳) لمبی گردن دی تاکہ زمین اور درخت ہر دو سے غذا یا سانی حاصل کر سکے (۴) کوہان میں پانی اور چربی کی اتنی مقدار جمع کر دی کہ چار ہفتوں تک بے آب گیاہ سکے۔ (۵) اگر شربان بے قوشہ ہو جائے تو ناقہ کا دودھ پنی سکے۔ (۶) اونٹ کی غذا اتمام وہ جنگلی پودے اور درخت بنائے جنہیں دوسرے جانور عموماً چھوڑتے تک نہیں (۷) اسے سخت منہ دیا کہ بیابان میں کیکر تک کھا سکے (۸) بہت بھاری

بوجہ اٹھانے کی طاقت دی اور کوہان کے پاس شرابان کے لیے علیحدہ جگہ بنا دی کہ شرابان کو چلنا نہ پڑے (۹) مطیع و فرماں بردار بنا دیا کہ صحیح معنوں میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔
(۱۰) اونٹ اگر ایک دفعہ راہ دیکھ لے تو اسے برسوں یاد رکھتا ہے، خواہ اس کے تمام نشانے مٹ گئے ہوں۔ اونٹ کے انہی عجائبات کی طرف ہوں متوجہ کیا گیا ہے:

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (نحۃ: ۱۸) | اویسے نہیں کہ اونٹ کس طرح بنایا گیا۔
الغرض قرآن حکیم میں بار بار انعام و وداد کی طرف مسلم کی توجہ منطوف کرائی گئی۔
لیکن یہ پکی روٹی "بڑھا ہوا مسلمان ان چیزوں کی طرف توجہ دینا گناہ سمجھتا ہے نتیجہ کہ قدرت نے لاعلمی و جہالت کی وجہ سے اسے جو پاؤں سے بھی بدتر بنا دیا۔
أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغُوا أَصْلَهُمْ (نور: ۲۹) | یہ لوگ جو پاسے سے بھی بدتر بنا دیئے گئے۔

وَنِيَّائِهِمْ طَبُورًا وَمَا هِيَ إِلَّا ذَاتُ بَعْدٍ فِي الْأَفْقِ لَا طَبُورَ لَهَا (طہ: ۴۹) | یہ جو پائے اور اڈنے والے جانور تمہاری گٹھیر بچنا حیہ (۱) اُمم امثالکم (انعام: ۳۸) | طرح امتیں ہیں۔

ان امتوں کو بیماریاں لاحق نہیں ہوتیں، ان پر آثار پیری بہت کم مرتب ہوتے ہیں۔
یہ آخر عمر تک چست، چالاک اور پھرتیلے رہتے ہیں، انہیں زکام اور طبعی باتیں ہوتا ہیں۔
کھانسی اور نمونیا کی شکایت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ یہ امتیں ایک خاص نظام حیات کی پابند ہیں، مناسب غذا کھاتی ہیں، مناسب ورزش کرتی ہیں اور مناسب لذت اندوزی کی حدود سے آگے نہیں بڑھتیں۔ شیر اپنی بیوی کی سال میں ایک فوجہ خبر لیتا ہے، لیکن انسان پرندے ماحول کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، لیکن انسان عموماً نہیں بدلتا، مذہب وضع اور رسوم کی آڑ لے کر ایک مقام پر ڈٹا رہتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ زمانے کا ساتھ دینے والی اقوام ان اقوام پر چھا جاتی ہیں جو سطح زمین پر خیالات اور اطوار و اطوار

میں گل محمد بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان طیور میں ہمارے لئے ہزاروں اسباق موجود ہیں۔ یہ جمجمی
ہمتیں، جو آئین قوت کو نبانے اور نظام صلاحیت پر عمل پیرا ہونے کے بعد زندگی سے چھک
رہی ہیں، اور انسان نظام فطرت سے ہٹ کر زیاں کار و خاں سر بنا ہوا ہے؛

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ كَمَا تَمْ دِكْحَتُهُ نَحِيلُ زَمِينَ وَاسْمَانِ كِي هِرْجَزِ آئِينَ
وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ وَصَلَّتْ كُلُّ شَيْءٍ قَدْ عَلِمَ
صَلَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ (نور ۲۱)

بدقسمت ہیں، وہ پرندے اور چوپائے جو انسانی قرب و جوار میں آتے ہیں۔ مثلاً گائے
بھینس، گدھا، گھوڑا، مرغ، کیوتر وغیرہ۔ انسان کافی غلیظ واقع ہوا ہے۔ ادھر تھوکتا ہے
ادھر قے کرتا ہے اور ہر طرف کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگائے رہتا ہے۔ اس غلیظ ماحول میں
یہ چوپائے اور پرندے بیمار ہو جاتے ہیں، ورنہ جنگلی جانوروں کو دیکھو، اُن کے گھونسلوں اور
نشیموں میں کس قدر صفائی پائی جاتی ہے۔ بلی پاخانہ پھرنے سے پہلے زمین میں ایک گڑھا کھودتی
ہے اور اپنا فضلہ اس میں چھپا دیتی ہے، بہ دیگر الفاظ انسان کو ہر روز بلی یہ سبق دیتی ہے:

وَالرُّجُزَ فَإِنَّهُ جَبْرُهُ (مدثر ۵) اے انسان! میل کچیل اور غلاظت سے دور رہ۔
لیکن یہ سرکش انسان جو پیمبر کی بات نہیں سنتا اور الہی حکم تک کی پروا نہیں کرتا
وہ بھلا بلی سے کیوں سبق سیکھنے لگا؟ اشرف المخلوقات جو ٹھہرا۔

زندہ اقوام میں جہاں دیگر فضائل پیدا ہو جاتے ہیں وہیں صفائی، نفاست اور پاکیزگی اُن
کی نش و نما میں دھنس جاتی ہے۔ وہ بہت اچھے نہایت لطیف المذاق اور بے حد صفائی پسند ہوتے ہیں۔
لطیفہ ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد کے چیف کمشنر مسٹر روس کیپل نے امر او زیرستان
کا ایک جرگہ بلایا۔ مجلس درخواست ہونے کے بعد ایک وزیر یی پٹھان نے چیف کمشنر سے کہا:

”صاحب بہادر! خوچے ہم تم پر بہت خوش ہے، لیکن چہ صرف ایک بات کا کمی ہے کہ اگر تم مسلمان ہوتا تو خوش کیا اچھا ہوتا“

روس کیل نے بوجھا کہ ”مسلمان ہونے کا فائدہ؟ تو کہا کہ خود چہ تم دوزخ میں نہ جلتا، تم جیسا اچھا شرے (آدمی) بہشت میں اچھا لگتا ہے۔“

روس کیل نے کیا ایمان افروز جواب دیا: ”کھان صاحب! ہم دوزخ میں جائے گا تو اپنا صفائی و گیرہ (وغیرہ) سے اس کو بہشت بنا ڈالے گا۔ اور تم گندالوگ جو بہشت میں پہنچے گا تو ہر طرف نسوار کا تھوک ڈالے گا، کھانسی کرے گا، میلا شلوار پہنے گا، رادھر اُدھر تمام کیلے کا جھلکا پھینکے گا، تو بہشت کو دوزخ کر دے گا۔“

گئے جنت میں اگر اپنے یہ ملائے ذوق تو یہ سمجھو یہ دوزخ ہی میں جنت والے

غلام قوم پر جہاں دیگر بد اخلاقیات مسلط کر دی جاتی ہیں وہاں اسے نفاس و لطافت، صفائی اور پاکیزگی کے احساس سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے، اس میں پرندوں کا اُجلا پن، ہرن کی جستی، شیر کی پرہیزگاری، شہباز کی چھپٹ، اور عقاب و شاہین کا رعب نہیں رہتا، وہ بھینے کی طرح بھڑی، گدھ کی طرح غلیظ اور اُلو کی طرح بدعاس بن جاتی ہیں۔ جوں کہ اہل عرب کو آں حضرت صلعم کی بدولت دنیا کا حکم راں بنانا منظور تھا، اس لیے صفائی کے متعلق نہایت تاکید و امر نازل ہوئے:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۖ وَتِلْكَ آيَاتُ فَطْمَرٍ ۖ
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۖ (مدثر ۱-۵)

اے جسم گو لباس سے زینت دینے والے رسول! اٹھ قوم کو
غلاظت کے نتائج سے خبردار کر۔ اللہ کی عظمت بیان کر۔
اچھے کپڑے پہن اور ہر قسم کی میل کچیل سے دور رہ۔

قرآن کا ہر حکم فرض ہے، لیکن مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کے صرف پانچ حکم

فرض ہیں، یعنی نماز روزہ وغیرہ اور باقی چھ ہزار احکام میں کچھ مستحب ہیں، کچھ مستحسن ہیں اور کچھ غیر ضروری۔ اگر اللہ کا حکم فرض کہلاتا ہے تو پھر شیا پاک قطعاً ہمارے والہ الرحمن والرحیم کو فرض کی نافرست خارج کرنا کہاں کی مسلمانی ہے؟ غور کرو غلیظ مکانات اور ناپاک ماحول کی وجہ سے مسلمانوں کی صحت کا کیا حال ہو چکا ہے اور میلے کچیلے کپڑوں کی وجہ سے ان کا وقار کتنا کم ہو گیا ہے۔ دیگر تمام اہل مذاہب کے یہاں مذہب ایک پرائیویٹ (خصوصی) عقیدہ بن چکا ہے جس کا دائرہ اثر صرف عبادات اور چند دیگر رسوم تک محدود ہے اور بس۔ دوسری طرف اسلام ہماری زندگی کا مکمل دستور العمل ہے، یہودیوں اور دیگر سیاست دانوں کی آغاز اسلام سے یہ کوشش ہی ہے کہ اسلام کو بھی اجتماعی تمدنی، سیاسی و معاشرتی و مندرجہ ذیل وسعتوں سے نکال کر چند شخصی عقائد و رسوم تک محدود کر دیا جائے۔ ایسی احادیث وضع کی گئیں جن کی وجہ سے اسلام فرض خمسہ کا نام رہ گیا اور زندگی کے باقی تمام پہلو اس کے حلقہ اثر سے باہر نکل گئے۔ مولوی نے ان فرض میں ایک چھٹے فرض ڈال دیا ہے، اضافہ کر لیا۔ اور ہمارے بعض سیاسی رہنماؤں نے ایک اور اصول کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان "تراش لیا اور باقی تمام قرآن دھڑے کا دھڑا رہ گیا۔ غور کرو، اصول صفائی میں کیا کچھ آ جاتا ہے، بدن اور کپڑوں کی صفائی، گھر بار کی صفائی، تمام سامان اسباب کی صفائی، کوڑے کرکٹ، امراض جراثیم، خیف کرنے والی غذاؤں اور کم زوری پیدا کرنے والے کاموں سے نفرت، کثیف ماحول سے نفرت، ان مکانوں سے نفرت جہاں ہوا اور روشنی داخل نہ ہو سکے، جیتھڑے اور جوؤں سے نفرت، بدبودار کپڑوں، میلے دانتوں اور مٹی سے آٹے ہوئے بالوں سے نفرت وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں یا درکھو کہ کھلے اور صاف مکانات میں رہنا، اچلے کپڑے پہننا، دانتوں کو روزانہ صاف کرنا۔ نہانا، کمروں میں روشنی دان رکھنا، کوراکرکٹ دور پھینکنا، بالوں کو

۱۔ اہل روایات کے نزدیک ڈاڑھی نہ ہونا نماز روزہ وغیرہ لغو محض ہیں۔ (مدیر البیان)

دھوٹا، اور سنوارنا، ورزش سے صحت کو قائم رکھنا، جراثیم مرض اور بیمار کن ماحول سے بچنا
 عین اسلام ہے۔ قرآن کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق یہ بھی نماز روزے کی طرح فرض ہے۔
 ذرا سوچو تو سہی کہ قرآن کے صرف ایک حکم کی نافرمانی سے ہم کس قدر خوف ناک نتائج بھگت
 رہے ہیں، ہمارے مکانوں میں غلامی کے کس قدر ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے منہ سے کتنی
 بدبو آتی ہے، ہمارے بال کس قدر پریشان و گرد آلود ہیں، جسم پر کتنا میل جما ہوا ہے،
 ہمارے بچے کس قدر مہلک امراض کا شکار ہو رہے ہیں، ہمارے چہرے کاربن کی زیادتی اور مٹا
 ہوا کی کمی کی وجہ سے کس قدر زرد ہو رہے ہیں، اور یہ نچیت و لاغر، زرد و اور قبیح شکل قوم
 دنیا کی نگاہ میں کتنی ذلیل ہو چکی ہے؟ انصافاً کہو کہ قرآن کی اس آیت پر انگریز عمل کر رہا ہے
 یا مسلمان؟ ہر گاؤں میں مسٹر برین تو پھر پھر کہ صفائی وغیرہ کی تبلیغ کرے اور مولوی صاحب
 مسجد میں لوگوں کو ناک جھاڑتا دیکھیں اور منع نہ کریں۔ مسجد کے ساتھ پیشاب گاہ تیار
 کریں اور نہ شراٹیں۔ مولوی صاحب اللہ کا یہ فرمان بھول گئے ہیں!

لَا تَجِدُ دِينَكَ كَرِهًا عِنْدَ كُلِّ مَشِيئَةٍ (اعراف ۳۱) ہر مسجد میں صاف اور اچلے ہو کر جایا کرو۔
 رسول اللہ کی ایک حدیث کے مطابق تمام زمین مسلمان کی مسجد ہے، اس لیے ہمارا
 فرض ہے کہ اس زمین پر اچلے اور صاف بن کر رہیں۔

حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا تھا اور پھر اسے اتنا بھینسا
 سوچتا تھا کہ اس بدبو دار لاش کو کہاں پھینکے۔ اللہ نے ایک پرند بھیج کر اسے یوں ہدایت کی،
 فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحِثُ فِي الْأَرْضِ تَوْبَهُ لَمْ يَجِدْ فِيهَا شَيْئًا وَكَانَ يَرْجِعُ رَاكِبًا
 يَبْرِئُهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْآتِهِ أَخِيذُوا مَذَاهِرَ طَرِيقِهِ سَكَاهُ -

یہ قصہ دراصل ایک طرح کی ہدایت ہے کہ تمام غلیظ و بدبو دار اشیاء کو زمین میں گرا دیا جائے۔

اے حضرت صلعم کی بعثت مسلم کو ہر قسم کی جسمانی، دماغی، روحانی و اخلاقی بنیاد پر
 نجات دلانے کے لیے ہوئی تھی۔ آج ہمارا ملا جسمانی صفائی پر کچھ کہنا اپنے علم کی ہتک سمجھتا ہے
 وہ ایسی تمام آیات میں غلاظت سے مراد روحانی و اخلاقی غلاظت لیتا ہے۔ اچھا ایسا
 ہی سہی، لیکن انصافاً فرمائیے، کیا ایسے آدمی کے اخلاق میں دراسی بھی نفاست ہو سکتی
 ہے جس کے منہ، کپڑوں اور جسم سے سدا اس کی سی بو آرہی ہو، جس کی شوار میں سیر پھر جائیں
 چل ہی ہوں جس کی چار پائی کے پیچھے تھو کوں کا ڈھیر لگا ہوا ہو، گندے جوتے پھیلے پڑنے
 کاغذات، صدیوں کے ٹوٹے ہوئے بادینے اور میل سے آئی ہوئی کنگھیاں ہر طرف بکھری پڑی
 ہوں، دیواروں پر ناک جھاڑ جھاڑ کر پلستر کیا ہوا ہو، ہر طرف ہول ناک غلاظت، تعفن،
 ویرانی، تاریکی اور ظلمت ہو، اگر اخلاقی دنیا میں بدکاری، ظلمت، تو مادی دنیا میں غلاظت
 اور کثافت کیوں ظلمت نہیں؟ یاد رکھو، معلم کائنات حضرت محمد عربی فداہ ابی دمی سلم
 کو تمام جسمانی و روحانی غلاظتوں سے نجات دلانے کے لیے آئے تھے:

كِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ | اے رسول! ہم نے تمہیں یہ بلند کتاب اس لیے دی کہ تو دنیا کو غلاظت
 لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ | وکثافت کی تاریکیوں سے نکال کر نفاست، پاکیزگی اور لطافت
 اِلَى النُّوْرِ (ابراہیم - ۱) | کی روشنیوں کی طرف راہ نمان کرے۔

اللہ کی زمین کس قدر حسین ہے۔ یہ بھول کتنے خوب صورت ہیں، یہ سبزہ کیا جنت بنا
 بنا ہوا ہے، یہ سب کچھ کیا پیام دے رہا ہے، یہی کہ اللہ خود حسین و جمیل ہے اور صرف ایسے افراد
 و اقوام کو پسند کرتا ہے، جو صفائی، نفاست و لطافت کی دلدادہ ہوں، رسول اللہ نے فرمایا
 تھا کہ مجھے خوشبو سے عشق ہے، کیوں عشق نہ ہو، جمیل خدا کا جمیل پیغمبر، بھلا خوشبو کو کیوں پسند
 اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَ يُحِبُّ الْجَمَالَ | اللہ خود حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے۔

اللہ نے لباس کو ایک نعمت عظمیٰ قرار دیا:

أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا تُوَارِي سَوْآتِكَ (۱۶۷) اہم نے تمہیں لباس کی نعمت دی ہے جس سے تم جسم کو ڈھانپ سکتے ہو۔
 کیا اس لباس سے وہ لباس مراد ہے جسے ابتدا سے انتہا تک دھویا نہ گیا ہو اور جس سے تعفن کی لپٹیں اٹھ اٹھ کر دل و دماغ پر بجلیاں گرا رہی ہو، یا وہ لباس مراد ہے جو اوراقِ شجر کی طرح صاف اور برگِ گل کی طرح منترہ و پاکیزہ ہو۔

گرمی کے ایام میں مسجدوں میں چند ایسے نمازی جمع ہو جاتے ہیں جن کے کپڑوں سخت بدبو آیا کرتی ہے، لیکن مولوی صاحب انھیں کچھ نہیں کہتے اس لیے کہ حضرت مولانا کے ہاں وَالشَّجَرَةُ فَاهْجُرْ کا حکم بالکل غیر ضروری سا ہے۔ سردی میں کشمیری ہاتواپی ٹھنسی پوشاکوں کے ساتھ گل کدہ کشمیر سے تشریف لاتے ہیں، کس حسین سرزمین سے آتے ہیں اور لباس کس قدر غلیظ ہوتا ہے؟ اس حسین خطے میں یہ بد مذاق انسان و اللہ قدرت کی بہت بڑی ستم ظریفی ہے۔ میں جب کسی غلیظ مسلمان کو دیکھتا ہوں تو اس کے غیر اسلامی ظاہر پریشاں آجاتا ہے کہ جو شخص کپڑوں تک کو صاف نہیں کھ سکتا ہر وہ دل و دماغ کو کیا خاک مٹا رکھے گا؟ ہاں تو حضرات! ہمارے لیے ان ظہور کی نقاست، چستی، پھرتی، صحت، صلاحیت حیات اور پرواز وغیرہ میں بے شمار اسباق موجود ہیں لیکن ہم ہیں کہ اندھوں کی طرح پاس سے گزر جاتے ہیں۔ جھوٹیاں مدرسہ، کوزنگاہ مردہ ذوق، جھوٹیاں مے کدہ، کم طلب تہی کدہ (اقبال) چند عجائباتِ طیور! (۱) بعض پرندے ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں۔

(۳) ایک پرندہ ٹیٹ (Tit) پورے ۹، ۳۳ پروں سے اپنا گھونسلہ تیار کرتا ہے (۳) مشرق وسطیٰ میں ایک پرندہ (See Swift) اپنی تھوک سے گھونسلہ تیار کرتا ہے (۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ چند چیزیں میری سمجھ میں نہیں آئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آتہا بڑا لگدھ باز وہ لگدھ باز ہے "کثیر بہشت است و از دوزخیاں آباد است" (مدیر البیان)

کو ہلائے بغیر ہیروں ہوا میں کس طرح تیرتا رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت
سایمان کو یہ چیز معلوم نہ تھی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا علم ان چیزوں کے متعلق اتنا زیادہ
تھا کہ آپ حیرت زدہ ہو گئے۔ علم کی انتہا حیرت ہے!

لطیفہ علامہ اقبال مرحوم سے کسی نے پوچھا، علم کی انتہا کیا ہے؟ فرمایا حیرت پھر
پوچھا، عشق کی انتہا کیا ہے؟ کہا عشق لا انتہا ہے۔ سائل نے فوراً اعتراض کیا: تو
پھر آپ کے اس مصرع کا مطلب کیا ہے:

”ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں“

اقبال فرمانے لگے: دوسرا مصرع نہیں دیکھتے کہ اپنی حماقت کو بے نقاب کرتا ہو!

”مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں“

کو رائج (coleridge) ایک مغربی مفکر کہتا ہے:

Knowledge ends with wonder.

(علم کی انتہا حیرت ہے)

ایک حدیث ہے: مَا بَرَزَنِي تَحِيْرًا فَيُنْفِكُ، خدایا تیری ذات کے متعلق

میری حیرت بڑھتی ہی چلی جاتے۔

(۵) مسٹری ٹی ٹرسن (C. T. Hudson) کہتے ہیں کہ میں نے سمجھنے کے

دنوں میں بیسٹ تینٹروں کا ایک جوڑا دیکھا کہ نر اور مادہ کے قریب آتا ہے، غیظ و غضب

بھری ہوئی چند آوازیں نکالتے اور مادہ کو اڑنے کی ترغیب دیتا ہے، ہزار ہا میل کا سفر

سامنے ہے، ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا طال ہے، لیکن مادہ لٹس سے مس نہیں ہوتی، میں نے

آگے بڑھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مادہ کا پر ٹوٹا ہوا ہے، اور نہ اس کی محبت میں پالیتا ہے۔

(۶) ایک دریائی پرندہ (Stormy Petrol) دن رات دریا کی لہروں پر اڑتا رہتا ہے، ہاں کبھی کبھی خشکی پر غذا کے لیے آ جاتا ہے۔
(۷) گکوا اپنے انڈے جو پنج میں پکڑ کر ایک اور پرندے کے گھونسلے میں رکھ دیتا ہے، اور خود چلا جاتا ہے۔ یہی پرندہ ان انڈوں کو سینتا اور پالتا ہے۔

(۸) ایک سائنس دان نے مرغی کے انڈوں کو موزوں حرارت پہنچائی، لیکن بچے نہ نکلے، کئی بار تجربہ کیا لیکن ناکام رہا۔ پھر ایک دیہاتی سے اتفاقاً ذکر کیا۔ اس نے کہا، تم انڈوں کو الٹے پلٹے نہیں ہو گئے، مرغی تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد انڈوں کو الٹتی پلٹتی رہتی ہے، چنانچہ سائنس دان نے ایسا ہی کیا اور کام یاب ہو گیا۔

(۹) اگر کسی پرندے کی دم کاٹ دی جائے تو اسے اڑنے میں وقت محسوس ہوتی ہے، اس لیے کہ توازن قائم نہیں رہتا، جن پرندوں کی گردن لمبی اور دم چھوٹی ہوتی ہے، وہ اڑتے وقت بچوں کو دم کی طرح پیچھے پھیلا لیتے ہیں، تاکہ پرواز میں آسانی رہے۔

(۱۰) شتر مرغ ۲۰ سے ۳۰ تاک (انڈے دیتا ہے، پھر ان کے تین حصے کر دیتا ہے، ایک حصہ زمین میں دفن کر دیتا ہے، دوسرا حصہ دھوپ میں رکھ دیتا ہے اور تیسرا حصہ کو سینتلے ہے۔ جب بچے نکل آتے ہیں تو دھوپ والے انڈوں کو توڑ کر بچوں کو پلاتا ہے۔ جب وہ ختم ہو جاتے ہیں، تو مدفون انڈے نکالتا ہے، ان میں سولہ حصے کر دیتا ہے۔ اس مواد کو کھانے کے لیے چوڑیاں اور دیگر حشرات جمع ہو جاتے ہیں، جنہیں پکڑا پکڑ کر بچوں کے آگے ٹالتا ہے۔ جب بچوں کے معدے کافی قوی ہو جاتے ہیں، تو وہ پتھر تک کھا جاتے ہیں۔

(۱۱) کیو تر چڑیا، فاختہ وغیرہ انواع میں نر اور مادہ مل کر بچوں کو پالتے ہیں۔
 حالانکہ بچے صرف دو دو ہوتے ہیں۔ مرغی کے بچے بہت سے ہوتے ہیں، لیکن مرغی کسی
 قسم کی مدد نہیں کرتا۔ وجہ یہ کہ چڑیا اور کیو تر کے بچے بہت خفیف ہوتے ہیں، جن کی
 تربیت کے لیے نر اور مادہ کا تعاون ضروری ہوتا ہے۔ اور مرغی کے بچے انڈوں سے
 نکلنے ہی چلتے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ نیز پر وں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ یعنی قدرت ان
 کی تربیت پہلے ہی کافی حد تک کر چکی ہوتی ہے، اس لیے مرغی تعاون نہیں کرتا۔

(۱۲) چمگادڑ کی ایک قسم سوٹے ہوئے انسان کو پہلے پر وں سے ہوا دیتی ہے،
 جب آدمی نلیند میں مدھوش ہو جاتا ہے، تو اس کے جسم میں سوراخ کر کے خون پینا
 شروع کر دیتی ہے، یہاں تک کہ آدمی مر جاتا ہے۔

(۱۳) اُلُو کی پر واز میں آواز نہیں ہوتی، اسی لیے تو وہ پرندوں کو چپکے سے بوج
 لیتا ہے، اس کی غذا بلی سے چھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ دھقان غلہ بوتا ہے، لیکن اس
 میں ہلاک حشرات کی طاقت نہیں ہوتی، انڈے کچھ پرندے دن کو اور کچھ رات کو مسلط
 کر رکھے ہیں، جو فصلوں کے دشمن حشرات کی خبر لیتے ہیں ان میں اُلُو اور چمگادڑ بھی شامل ہیں۔
 (۱۴) کوّا ہمارا چوڑھا ہے جو غلاظت کو صاف کرتا ہے، اور اس طرح چیل اور
 گدھ وغیرہ بھی۔

(۱۵) ایک آبی پرندہ شکار کو آتا دیکھ کر کالے رنگ کا ایک مواد خارج کرتا ہے۔
 جس سے پانی سیاہ ہو جاتا ہے، اور خود اس میں غوطہ لگا کر چھپ جاتا ہے جب شکار
 پاس آ جاتا ہے تو باہر نکل کر اسے دبوچ لیتا ہے۔

(۱۶) ایک اور آبی پرندہ ساحل دریا پر انڈے دیتا ہے اور اوپر نہک بکھیر دیتا ہے

تاکہ ساحل کی زمین اور اس مقام پر کچھ فرق نہ رہے اور انڈے محفوظ رہیں۔

(۱۷) سمندر کے ساحل پر دو ایسے پرندے ملتے ہیں کہ ان میں ایک مچھلیاں

کھاتا ہے، لیکن تیر نہیں سکتا، دوسرا ہریا دل وغیرہ گزرا رہ کرتا ہے، لیکن تیر سکتا

ہے، یہ مچھلیاں پکڑ لاتا ہے اور اول الذکر کے منہ میں ڈال دیتا ہے، اور وہ کچھ

ہریا دل بہ طور معاوضہ منہ میں جمع کر رکھتا ہے، جو مؤخر الذکر کو دے دیتا ہے۔

(۱۸) برازیل میں ایک پرندہ ۵۱۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتا ہے۔ یعنی

۴۱ میل فی منٹ یا ۳۰۰ گز فی ثانیہ۔ بندوق کی گولی فی ثانیہ ۹۰۰ گز جاتی ہے۔ اس

کی رفتار گولی سے تقریباً نصف ہوتی ہے، یہ ایک ثانیہ میں کئی ہزار دفعہ بازو ہلاتا

ہے۔ حالانکہ ہوائی جہاز کے پنکھے کی رفتار فی منٹ ۲۰۰۰ ہوتی ہے۔ اگر ایک

انسان اس پرندے کی رفتار سے اڑنا شروع کرے، تو وہ تمام زمین کا چکر صرف

۷ گھنٹوں میں کاٹ لے۔

تو یہ ہیں پرندوں کے چند عجائبات۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ يِّنْهٖ

باب (۵)

تماشا خانے حشرات

اور اوراقِ گزشتہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن کی بعض سورتیں حشرات مثلاً نحل، نمل و عنکبوت وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اُس کے جمیل کارناموں پر نگاہ بصیرت ڈالنے کے بعد اس کی حمد و ثنا کے ترانے گائے اگر خالقِ ارض و سما کا مقصد صرف اولاد و اغذیہ وغیرہ کی بنا پر اپنی تعریف کرانی ہوتی تو غائباً قرآن حکیم کی پہلی آیت کچھ اس قسم کی ہوتی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اٰطَعَمَنَا وَ سَقَانَا | قابلِ ستائش ہے وہ اب جس نے ہمیں کھانا دیا
وَ اعْظَمَنَا وَ لَدَاَنَا۔ | پانی پلایا، اور بچوں کی نعمت عطا کی۔

لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہہ کر ہماری توجہ تمام دنیاؤں کی طرف منعطف کر دی، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ صحیفہ فطرت کا ہر ورق لٹاکر ہر سطر کا مطالعہ کریں، تاکہ ہمارے دل و دماغ انوار الہیہ کے نشیمن بن جائیں۔

چیونٹی | حضرت سلیمانؑ چوٹیوں کے ایک بل کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایک

چوٹی کہتی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا مَسَاجِدَكُمْ لَا
يُحِطُّ بِكُمْ سُلَيْمَانٌ وَجُودُهُ دَاخِلٌ فِيهَا | شکر تمہیں مسل نہ ڈالے۔

اللہ تعالیٰ نے چوٹیوں کا ذکر کے ہماری توجہ اس بارے میں مقدار کی طرف مبذول

کرائی۔ آئیے، اس کے اعمال پر غور کریں۔

شیر، جسمانی طاقت کی وجہ سے شاہِ حیوانات کہلاتا ہے، لیکن اگر عقل و دانش کی بنا پر بادشاہ کا انتخاب ہوتا، تو یقیناً چوٹی بادشاہ ہوتی۔ چوٹیاں بڑی عقل مند ہوتی ہیں، جماعتیں بناتی ہیں، ذخیرے جمع کرتی ہیں، ہماری، تجارتی، گاو پروری سپاہ کاشت کاری اور غلام گیری کے فرائض نہایت عقل مندی سے سرانجام دیتی ہیں۔ ہر بل میں چارہ قسم کی چوٹیاں ہوتی ہیں: ملک، ملکہ، مزدور اور سپاہی، مزدور تعداد میں زیادہ، اور سپاہی جسمانی طاقت میں بڑے ہوتے ہیں۔ ملک اور ملکہ ہر دو کے پرہیز ہیں۔

ملکہ نعل چوٹی کے علاوہ ایک قوم کا نام بھی ہے جو چین کے قریب وادی قمل میں رہتی تھی، اسی طرح ازن جس کے معنی چوٹی کے انداز میں، عرب کی ایک مشہور قوم کا نام تھا۔

منشی (آداب میں نعل کے متعلق لکھا ہے: صواباً اعلام است) نعل بمعنی خاص نام (Proper Noun) کے طور پر بھی بولا جاتا ہے۔ قاف میں ہے کہ ابرقہ نعل کے چھپوں سے ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نعل ایک قوم کا نام ہے۔ اس وادی پر ایک ملک حکم ران تھی۔ وہ حضرت سلیمان کے استقبال کو آئی اور ان کو ان کی فوج سمیت وادی میں لے گئی اور اپنی رعایا کو حکم دیا کہ اپنے مکانات کا داخل ہو جاؤ اور سلیمان اور اس کی فوج کے لیے راستہ خالی کر دو، ایسا نہ ہو کہ تم ان سے الجھ پڑو اور وہ تمہیں گیل ڈالیں۔ حضرت سلیمان اس کی بات سن کر مسکرائے کہ ہم سلیمان ہیں یعنی سلامتی بھیلائے دارِ حاکم۔ ہم عاجزوں سے ایسا برتاؤ نہیں کرتے۔ یہاں ملنا اس طرح (سوچنے کی بات یہ ہو کر کیا کوئی شخص اپنی رفتار میں گیلوں کو پہلے بغیر زمین پر چل سکتا ہے؟ پھر سلیمان جو کثیر التعداد لشکر دل کوئے کر طویل سفر کر رہے تھے، کیوں کر ممکن ہو کہ ان کے پاؤں تلے کوئی چوٹی نہ روندی ہوگی (مدیر البیان)

اور ملکہ بادشاہ سے زیادہ موٹی ہوتی ہے۔

جو اس خمسہ کے علاوہ ہر چیونٹی کے چار جبرٹے، انٹرطیاں، دُم میں ایک چھوٹا سا ڈنک، پاس ہی زہری ایک تھیلی، اور پہلوؤں میں سانس لینے کے لیے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ہوائی سوراخوں سے داخل ہو کر بے شمار نالیوں میں چلی جاتی ہے۔ ان نالیوں کا حال چیونٹی کے جسم میں اسی طرح بچھا ہوا ہے، جس طرح ایک پتے میں رگیں۔

چیونٹی کا گھر پندرہ سے بیس فٹ تک گہرا ہوتا ہے، اندر فن تعمیر کا حیرت ناک کمال دیکھائی دیتا ہے۔ سب کے نیچے کچھ کمرے اوپر بالا خانے، گیلریاں اور ملاقات و مشورہ کے ہال، مٹی کے ستونوں پر بنے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی کی اس صناعی سے متاثر ہو کر حضرت سلیمانؑ نے ایک شخص کو کہا تھا:

Go to the ant, consider her ways and be wise.

”چیونٹی کے پاس جہاں اس کے اعمال کا مطالعہ کر اور دانا بن۔“

المانیہ کا ملک الشورا گوتے کہتا ہے:

”محنت، صبر، اور استقلال سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور یہ ہر صفت

چیونٹی میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔“

عمل تولید و تربیت | ملکہ بل میں ادھر ادھر انڈے ڈال دیتی ہے۔ مزدوروں کی جماعت ان انڈوں کو اکٹھا کر کے ایک محفوظ کونے میں رکھ دیتی ہے۔ ان کی تربیت پر دایاں مقرر ہو جاتی ہیں اور جب بچے نکل آتے ہیں تو آغاز میں انھیں نصف ہضم شدہ غذا کھلاتی ہیں۔ ان بچوں کو بہ لحاظ عمر ایک قطار میں رکھتی ہیں، انھیں تھپکاتی، چاٹتی، اور نہلاتی ہیں۔ اگر کوئی دشمن بل پر حملہ کرے تو انھیں اکٹھا کر کسی محفوظ مقام پر لے

جاتی ہیں اور اگر بارش میں بھیگ جائیں تو دھوپ میں نکال کر انھیں خشک کرتی ہیں۔
کاشت کاری اچھوٹیاں بل کے قریب بعض غلے بو دیتی ہیں، جب فصل پاک جاتی
 ہے تو اٹھا کر بلوں میں لے جاتی ہیں۔

بعض پودوں سے یہ رس نکال لاتی ہیں، کچھ پی لیتی ہیں اور باقی ماندہ بعض مرد
 حیوانیوں کے جسم میں بھر دیتی ہیں، جسے وقت ضرورت استعمال کرتی ہیں۔
مفت خورے ملکہ و ملک ہر دو بہت سست اور عیاش ہوتے ہیں۔ اگر دوسری
 حیوانیوں انھیں غذا لا کر نہ دیں، تو یہ تلاش غذا کی کبھی کوشش نہ کریں، اور بھوک سے
 مر جائیں۔ سپاہی حیوانیوں کا گزارہ اپنے شکار پر ہوتا ہے۔ یہ عادات میں افریقہ کے
 وحشیوں سے ملتی جلتی ہیں کہ جنگ کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہیں، اور تلاش معاش
 میں کسی کی دست نگر نہیں بنتیں۔

گائے اچھوٹیاں ایک مکوڑے افس کو پکڑ لاتی ہیں۔ کسی کیمیاوی عمل سے اس کی
 تربیت کرتی ہیں، یہاں تک کہ اس کے تھنوں سے جو شیریں پڑھوتے ہیں، دودھ بننے
 لگ جاتا ہے جسے یہ نہایت شوق سے پیتی ہیں۔ جب افس انڈے نکالتا ہے تو حیوانیوں
 ان کی پرورش کرتی ہیں۔

بعض چھوٹے چھوٹے حشرات حیوانیوں کے بل کے پاس گھومتے دکھائی دیتے ہیں
 ان سے حیوانیوں یوں کھیلتی ہیں، جس طرح ہم بلی سے۔

عجاسبات (۱) حیوانیوں کی اقسام ہزاروں سے زائد ہیں جن میں حیوانیوں کی عمر سات
 سال ہوتی ہے (۲) اگر مختلف بلوں کی حیوانیوں کہیں سیلاب میں پھنس جائیں، تو ہر
 بل کی حیوانیوں اپنے ساتھیوں کو سونگھ کر پہچان لیتی ہیں اور اٹھا کر گھروں کو چلی آتی ہیں۔

(۴) چیونٹیاں بعض دیگر حشرات کو پکڑ کر لے جاتی ہیں۔ مصلح و مشورے کے بعد بڑوں کو چھوڑ دیتی ہیں، اور بچوں کو رکھ لیتی ہیں۔ یہ اس لیے کہ بچے ہر سانچے میں ڈھل سکتے ہیں اور بڑے آخر تک سرکش رہتے ہیں۔ (۵) چیونٹیاں بعض درختوں کے پتے توڑ لاتی ہیں اور پھر انھیں بھگڑ کر بطور فرش گھر میں بچاتی ہیں۔ (۶) چیونٹی اپنے بوجھ سے تین سو گنا زیادہ وزن اٹھا سکتی ہے۔ اگر انسان بھی ایسا کر سکتا تو ۴۹۰ من بوجھ اٹھا سکتا۔ (۷) اگر کوئی چیونٹی زخمی ہو جائے تو فوراً دوسری چیونٹی کسی کیمیاوی عمل سے اپنی تھوک کو دھاگے کی شکل میں بدل لیتی، اور اس سے زخم کو سی دیتی ہے۔ (۸) اگر کوئی چیونٹی مرجائے تو پہلے اس کا باقاعدہ جنازہ اٹھتا ہے، اور پھر پوری روم کے ساتھ دفن کی جاتی ہے (۹) چیونٹی کی آنکھ دراصل دو سو آنکھوں کا مجموعہ ہے۔ بعض حشرات ایسے بھی ہیں جن کی آنکھیں ۲۰۰۰ آنکھوں سے تیار ہوتی ہیں۔

عنکبوت | مکڑی اپنا گھر (جالا) تاروں سے بناتی ہیں۔ ہر تار دراصل چار باریک تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ پھر ہر باریک تار ہزار تاروں سے تیار ہوتا ہے۔ بہ دیگر الفاظ جالے کا ہر تار چار ہزار تاروں سے بنتا ہے۔ مکڑی کے جسم میں چار ہزار باریک نالیاں ہیں، ہر نالی سے ایک تار نکلتا ہے۔ ذرا آگے چار سو راخ ہیں ہر سو راخ میں ایک ہزار تار داخل ہو کر ایک تار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دم کے آخر میں صرف ایک نالی ہوتی ہے، جس میں سے یہ چار تار گزر کر ایک دھاگہ بن جاتے ہیں۔

مکڑی چھت کے شتیروں سے گوند نکال کر تاروں پر لگاتی ہے۔ اور پھر ان تاروں سے اتنا مضبوط گھر بناتی ہے کہ باوجود وہیں البیوت (ضعیف ترین گھر)

ہونے کے طوفانوں اور تند آندھیوں سے نہیں ٹوٹتا۔

مکڑی مسدس شکل کا ایسا مکمل جال تیار کرتی ہے، جس کا ہر ضلع نصف قطر کے برابر ہوتا ہے۔ انسان نے مسدس شکل کا سبق اسی مسدس (مکڑی) سے لیا تھا۔

مکڑی جال لگنے کے وقت ہر تار پہ پہانچ چھ مرتبہ آتی جاتی ہے اور ہر بار ایک نئے تار کا اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح جالے کا ہر تار اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ مکڑی آٹھ گنا زیادہ وزن تھام سکتا ہے۔

جب کوئی مکھی اس جالے میں پھنس جاتی ہے، تو مکڑی فوراً اسے ایک ہر سا پلا بیلہ ہوش کر دیتی ہے، تاکہ یہ تڑپ تڑپ کر جالے کو توڑ نہ ڈالے۔

مکڑی چھ ماہ تک بھوکے رہ سکتی ہے، اور اس کی آنکھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک وقت میں دو ہزار انڈے دیتی ہے، جنہیں ملائم اور سنہرے تاروں میں لپیٹ کر رکھتی ہے۔ مکڑی ایک ہی ہے، لیکن ضروریات کے مطابق مختلف رنگ کے تار نکال سکتی ہے ہر تار لیشیم کے تار سے نوے گنا کم باریک ہوتا ہے۔

ہم ابھی تک مکڑی کے جالے کا استعمال معلوم نہیں کر سکے۔ جاپان میں ایک شخص اس سے جراثیم اور دستاں تیار کئے گئے تھے، لیکن دیر پا نہ سکے۔ صرف ایک فائدہ معلوم ہو چکا ہے، اور وہ یہ کہ زخم سے بہتا ہوا خون اس سے روکا جاسکتا ہے۔

مکڑی کے اقسام | مکڑی کی ایک قسم جو ہڑوں کے نیچے سفید گند نما گھرتی ہے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پانی سے سر نکالتی ہے۔ تنفس کی خاطر ایک تھکی ہوا سے بھر لیتی ہے، اور پھر نیچے چلی جاتی ہے۔ مکڑی کی ایک اور قسم صرف بھلوں پر جالتی ہے، اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ بھل کے دشمن حشرات کو پھل کے قریب نہ لگنے دے۔

گویا یہ مکر ہی خیمے میں لپٹنے والا ایک سنتری ہے، جو رات دن درخت پر بیٹھ رہتا رہتا ہے۔
 مکر ہی کی ایک قسم "مائیگیل" My gale زمین میں پانچ گہرا اور ایک سطح گول
 گھر بنا کر اوپر مٹی کا ایک دروازہ لگا دیتی ہے، تاکہ گھر اور باقی زمین میں تمیز نہ ہو سکے۔
 پھر گھر کے ارد گرد سبز یوں کے بیج لٹا کر بو دیتی ہے تاکہ گھر پر سایہ رہے۔ اس دروازے
 میں سوراخ ہوتے ہیں، جن میں نیچے ڈال کر دروازہ کھولتی ہے۔ اور اگر کوئی دشمن حملہ
 کر دے تو انھی سوراخوں میں نیچے ڈال کر پوری طاقت سے اندر کی طرف کھینچتی ہے
 تاکہ دروازہ کھل نہ سکے۔ ایک لمبی چونچ والا پرندہ اسی مکر ہی کی تاک میں رہتا ہے جو وہی
 مکر ہی گھر سے باہر نکلتی ہے، پرندہ فوراً وہاں پہنچتا ہے، اور لمبی چونچ ان سوراخوں
 میں ڈال کر بچوں وغیرہ کی تلاش کرتا ہے، چونکہ مکر ہی اس خطرے سے پہلے ہی آگاہ
 ہوتی ہے، اس لیے وہ انڈوں اور بچوں کے لیے پہلو میں ایک الگ کمرہ تیار کرتی ہے۔
 جہاں اس پرندے کی چونچ نہیں پہنچ سکتی۔

ان حشرات کی اس عقل و دانش سے متاثر ہو کر ایک مغربی حکیم کہتا ہے:

"In these things, so minute, what wisdom is displayed what power and what unfathomable perfection."

"ان بے مقدار اشیاء کی تکوین میں اللہ نے عقل و دانش، قوت و تخلیق، اور

کمال صنعائی کا کیا حیرت آفرین مظاہرہ کیا ہے۔"

حقیقتہً اعمالِ الہیہ پر غور کیے بغیر اللہ کی عظمت کا صحیح تصور قائم نہیں

ہو سکتا۔ ایک یورپی مفکر کہتا ہے:

In contemplation of things, by steps we may ascend to God."

”مظاہر تکوین پر غور کرنے کے بعد ہم بہ مزاج اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔“

قرآن حکیم میں عنکبوت کے ذکر کے بعد معایہ آیت آتی ہے:

تِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لَهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعُلَمَاءُونَ (عنکبوت ۴۱) | ہم یہ امثال لوگوں کی خاطر بیان کر رہے ہیں اور انہیں صرف ارباب علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ملاحظہ کیا آپ نے کہ رب العرش نے اعمال عنکبوت پر غور کرنے کا نام علم لکھا ہے، یہی وہ ایمان افروز علم ہے جس سے محروم رہ کر آج ہم پٹا لے رہے ہیں۔

قُلْ اَنْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ اَلَا اَنْظُرُ مَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا يَنْزِلُ مِنْ سَحَابٍ مِّنْ ثَمَرِهِمْ يَسْقٰوْنَ (یونس ۱۰۱) | اے رسول! اہل ایمان کو زمین و آسمان کے معجزات پر غور کرنے کا حکم ہے لیکن ایمان (کائنات پر غور کرنے والی) قوم کو کوئی ہدایت اور کوئی تہنیدہ فائدہ نہیں دیتی۔

اس آیت میں کائنات پر غور کرنے والی اقوام کو بے ایمان کہا گیا ہے۔ ایک مغربی

عالم کیا پتے کی بات کہتا ہے:

“He who casts himself on Nature's fair and full bosom draws food and drink from a fountain that is never dry.”

”جو آدمی اپنے آپ کو فطرت کی حسین اور دودھ بھری چھاتیوں پر ڈال دیتا ہے وہ

ایک ایسے چشمے سے غذا اور پانی حاصل کرتا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔“

جو لوگ معجزات تخلیق سے غافل رہتے ہیں۔ وہ اللہ کی صحیح عظمت و رفعت سے

آگاہ نہیں ہو سکتے۔ ایک چھوٹی سی ترغیب بھی انہیں راہ راست سے منحرف کرنے کے لیے

کافی ہوتی ہے۔ یہ لوگ آزاد ہوا کے ہاتھ میں کھلونا بن کر دولت پرستی و حکام پرستی پر آم

ہیں اور نہایت ذلیل مقاصد کی تکمیل میں شب و روز سرگرداں رہتے ہیں، مگر ہی کی طرح ان کا کام مکھیوں کا شکار ہوتا ہے اور بس:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بِعَبْثًا
وَإِنْ رَوْهَنَ الْبُيُوتِ كَبَيْتَ الْعَنْكَبُوتِ
كَوْكَانُوا يَعْلَمُونَ (عنکبوت ۴)

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات رکھتے ہیں، وہ اس مگر ہی کی طرح ہیں جو مکھیوں کے ٹھکانے کے لیے (جہاں لاتن لیتی ہے) کاش نہیں معلوم ہوتا کہ مگر ہی کا گھر دنیا میں کم زور ترین گھر ہے

پیر و مہم ہمیں کس بلند مقامی کا پیام دیتے ہیں:

بزرگ کنگرہ کبریا ش مردانند فرشتہ صید، پیمبر شکار، یزدان گیر

شہد کی مکھی شہد کی مکھی بہت حریف ہوتی ہے، ہر دکان اور ہر پھول سے شہد حیرالائق شہد کی مکھی لے لے بعض اوقات حلوائی کی کڑا ہی میں گر کر ہلاک ہو جاتی ہے اور کبھی بھی اس قدر بوجھ اٹھا لیتی ہے کہ منزل مقصود سے واپس ہی مر جاتی ہے۔ ہر چھپتے میں ایک ملک ہوتی ہے جو چھپتے تیار ہونے کے بعد اس پر اس شان سے ٹپکتی ہے کہ ساتھ ساتھ چند کنیریا ہوتی ہیں۔ اور ہر خانے میں منہ ڈال کر دیکھتی ہے کہ آیا مکمل ہو چکا ہے یا نہیں؟ اطمینان کرنے کے بعد انڈے دینا شروع کرتی ہے۔ اس کے انڈے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک میں سے ملکہ، دوسری قسم میں سے طاک اور تیسری سے کارکن (مزدور) پیدا ہوتے ہیں۔ مکھی ایک ہی ہے اور انڈے تین قسم کے دیتی ہے۔

اگر کسی حادثہ کی وجہ سے ملک مر جائے اور چھپتے میں کوئی شہزادی موجود نہ ہو تو مکھی کسی مزدور زادی ہی کو ملکہ مقرر کر کے تربیت دینا شروع کر دیتی ہیں۔ اگر تمام چھپتے میں کوئی انڈا موجود نہ ہو تو مکھیاں دل شکستہ ہو کر کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں۔ چھپتے اجر طر جاتا ہے اور

تمام مکھیاں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ کارکن مکھیوں میں نرمادہ دونوں ہوتے ہیں، نہ تلاش
شہر میں جاتے ہیں اور مادہ مکھیاں گھر کو سنبھالتی ہیں۔

ملکہ کی موت پر مکھیوں میں زبردست ہجیان پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ ایک دوسرے
سے نہایت بے تابی کے ساتھ سرگوشیاں کرتی نظر آتی ہیں۔

چھتے میں دو طرح کے خانے ہوتے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے چھوٹے خانوں میں کارکن
جتم لیتے ہیں، اور بڑے شاہی نسل کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ سفید و نیلگوں انڈوں سے
رجن میں سے ہر انڈا اپنے لہجے (لہجہ ہوتا ہے) کارکن مکھیاں پیدا ہوتی ہیں۔

جب ملکہ کسی خانے میں انڈا رکھ دیتی ہے تو دایہ مکھی نہایت احتیاط سے اس کی نگرانی
کرتی ہے۔ جب ذرا بڑا ہو جاتا ہے تو خانے پر ایک سفید غلاف چڑھا دیتی ہے۔ اور جب بچہ
جوان ہو جاتا ہے تو خانے کا منہ کھول دیتی ہے۔ بچہ باہر آ جاتا ہے۔ دایہ پہلے اسے چلنا
پھرنا سکھاتی ہے اور پھر چھوٹوں تک اپنے ساتھ اٹھا کر لے جاتی اور واپس لاتی ہے۔

شاہی انڈوں کی تربیت نہایت احتیاط سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی وقت کوئی
ایسی شہزادی پیدا ہو جائے جس کی ضرورت نہ ہو تو ملکہ اسے ڈنک لگا کر فوراً ہلاک کر دیتی ہے
اگر ملکہ بوڑھی ہو کر ناکارہ ہو جائے تو کسی شہزادی کو ملکہ بنا لیا جاتا ہے، اور بوڑھی ملکہ کو دیں

کر چھتے سے باہر نکال دیا جاتا ہے، ماتحت مکھیوں کی بدسلوکی سے گھبرا کر ملکہ بین کرتی ہے
جو کئی گز کے فاصلے تک سنانا دیتے ہیں۔ ان فریادوں میں اس قدر سوز ہوتا ہے کہ ہر مکھی
خاموش، طویل اور بے حرکت ہو جاتی ہے، جوں ہی یہ ختم ہوتے ہیں، تمام مکھیاں ملکہ کے گرد
جمع ہو کر اسے ڈنک لگاتی ہیں، اور ملکہ نہایت ذلت و رسوائی میں جان بے دیتی ہے۔

دنیا میں نا اہل بے ہمت اور بے کار اقوام کا یہی حال ہوتا ہے جب تک مسلمانوں کا

صلاحیتِ حیات باقی تھی، وہ آسٹریا، ممالکِ بلقان، جنوبی روس، نصفِ فرانس، سپین، شمالی افریقہ، ہسپانی، سائبیریا، عرب، شام، عراق، ایران، ارضِ روم، افغانستان، ہندوستان اور بحر الکاہلی جزائر پر حکمِ ران ہے، اور جب صلاحیتِ حیات کھو بیٹھے، خالی عقائد اور معنی اور ادو و وظائف کو زندگی کا دستورِ عمل بنالیا، محنت و مشقت سے کنارہ کشی کر لی، تلاش و طلب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور بے پناہ جذبہٴ عمل سے بے گانہ ہو گئے، تو اللہ نے ان کی بنیادیں ہلا دیں۔ اپنی حسین سرزمین سے اکھڑ کر باہر پھینک دیا، اور تخت سے اٹھا کر فرش پر سے مارا۔ لیکن ادھر ہم میں کہ خیر الامم ہونے کا پندار و مانعوں میں بہ دستورِ باقی ہے اللہ اس قوم کو آنکھیں عطا کرے کہ یہ اپنی بُری حالت کا مشاہدہ کر سکے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّنْكِزِ مَعْزُومِينَ ۖ كَأَنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ رَّا بَاطِلًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ يَبْهَتُونَ ۚ
حُرِّمَتْ لَهُمْ ذُنُوبُهُمْ لَمَّا بَلَغُوا الْحُلُمَ ۚ لَئِنْ أَرَادُوا لِيُضِلُّوكَ أَوْ لِيُؤْثِرُنَّكَ لَأَجْعَلََنَّكَ إِذًا يَذُوبًا ۚ

روحِ بہ مطلب | بعض اوقات ایک فالتو شہزادی کو اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ کسی نئے چہتے کی بنیاد ڈالی جائے، جہاں یہ شہزادی ملکہ کے فرانسس سرانجام دے۔

شہد کی مختلف قسمیں | عام طور پر لوگ صرف زرد رنگ کے شہد سے واقف ہیں

لیکن ماہرینِ نخل کہتے ہیں کہ سبز، سرخ اور ہلکے کلابی رنگ کے شہد بھی گاہے گاہے دیکھنے میں آتے ہیں۔

مغرب کے ایک حکیم مسٹر کٹی آر لوفل (Kater Lovell) نے حیبِ قرآن

کی یہ آیت دیکھی:

وَأَوْحَىٰ رَبُّهُ إِلَى النَّخْلِ أَنْ ابْتَزِّي بِمَا ظَهَرَ مِنْهَا ۚ لَهَا مَسْكَنٌ مِنْ لَدُنِّي وَنُحُورٌ لِّهَا يَتَّبِعُونَ ۚ

درختوں اور پیلوں میں اپنا گھر بنا۔ تمام پھلوں کا شہد

بغیر شون ۖ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ

حاصل کر، اور اپنے رب کے دیئے ہوئے دستورِ عمل کو

فَأَسْكَنِي مِنْ بَيْنِ رَبِّكَ ذُلًّا مَبْرُوجًا ۖ
 بَطُونًا بِشْرًا أَيْ مُخْلِفًا أَلْوَانُهُ فِيهِ
 شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ
 يَتَفَكَّرُونَ ۝ د خل ۶۸-۶۹

ابا ق موجود ہیں جو صحیفہ فطرت میں غور سے کام لیتے ہیں۔
 توحیرت زدہ ہو گیا کہ عرب کا یہ اُمّی (فداہ ابی دمی) فطرت کا کتنا بڑا عالم تھا چنانچہ لکھتا ہے:

“Mohammad was a great king, a mighty conquerer and very clever and learned man. From the Quran we learn that he was a lover of nature and that he knew something of bees and the value of honey. He speaks of bees building nests for themselves and producing honey of various colours. These things were not obtained without a certain amount of inquiry and observation.”

محمد (علیہ السلام) ایک بہت درست فرمان روا، عظیم فاتح، بہت ہوشیار، با علم انسان تھے۔ قرآن سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ فطرت کے شہساز، مکیوں کے اعمال کے عالم اور شہد کے افادی پہلوؤں کے آگاہ تھے، وہ مکیوں کے گھر بنانے اور مختلف اللون شہد تیار کرنے کا

ذکر کرتے ہیں۔ یہ علم تلاش و مشاہدہ کائنات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

آں حضرت صلعم کو جس رنگ میں اس مغربی مفکر نے پیش کیا ہے، وہ کسی ملا کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا، ملا کے نزدیک آں حضرت کی انقلاب آفرین ہستی کا تخیل پس انداز

کہ شفاعت سے اُمت کے گناہ معاف کرا رہے ہیں۔ اور ایک دفعہ درود شریف پڑھنے پر
دس دس نیکیاں تقسیم کر رہے ہیں، اور بس۔

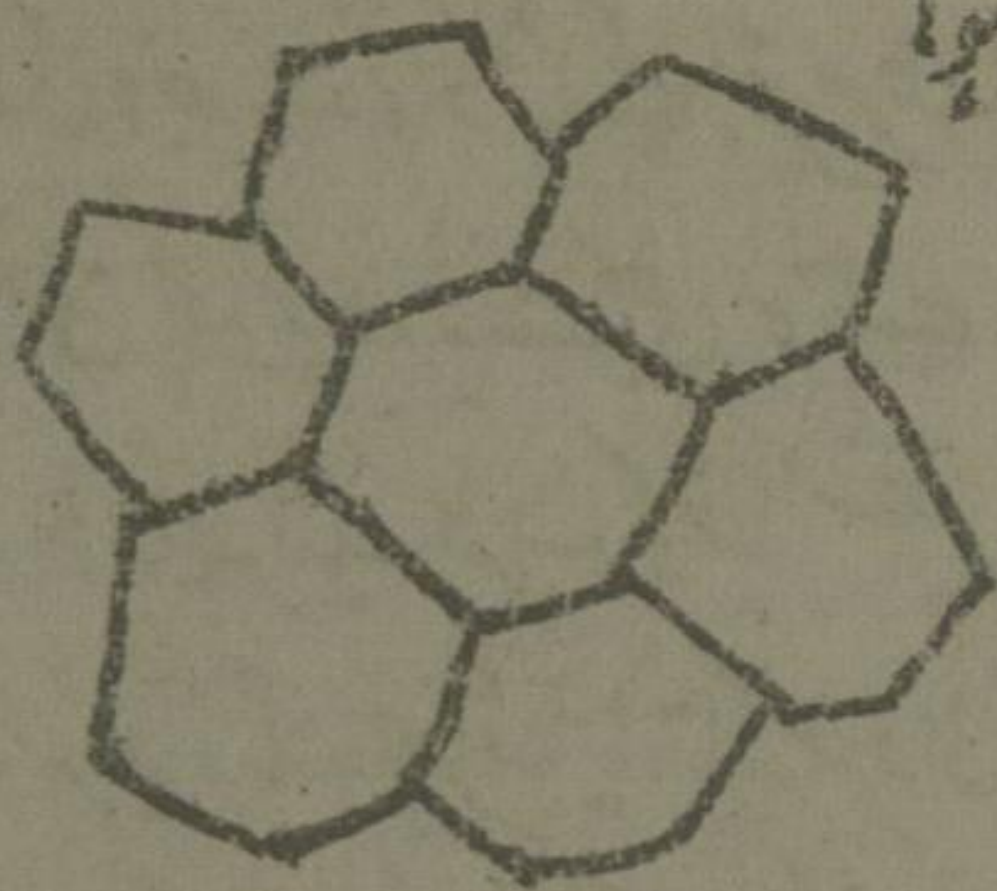
شہد کی تلاش مکھی کا نچلا ہونٹ لمبا ہوتا ہے، یوں تو وہ سمٹا رہتا ہے لیکن بھول
سے رس نکالتے وقت پھیل جاتا ہے، اور بھول کی اندرونی تنوں تک سے رس میٹ لیتا،
مکھی اس رس کا کچھ حصہ تو یہی جانتی ہے اور کچھ غذائی نالی کے قریب ایک تھیلی میں بھرتی کر دیتی
میں پہنچ کر اس رس کو جس پر کچھ کمیائی عمل بھی ہو چکا ہوتا ہے، خانوں میں انڈیل دیتی ہے۔
جب مکھی بھولوں سے رس نکال رہی ہوتی ہے، اس وقت بھولوں کے ذرات منویہ
(Pollon) مکھی کے پروں اور لالوں سے چمپ جاتے ہیں اور یہ ذرات (جن میں میٹھا
رس بھی ہوتا ہے) ان مکھیوں کے غذا بنتے ہیں، جو چھتے باہر نہیں جاتیں۔ ان گھریلو
مکھیوں کے پاس غذا والی تھیلی نہیں ہوتی، اس لیے کہ انھیں کچی پکانی مل جاتی ہے،
مکھیاں بھول کی جڑ میں ڈنک لگا کر بھی رس حاصل کرتی ہیں۔

جب موسم سرما میں غموٹا بھول جھڑ جاتے ہیں اور ان کے پاس غذا کے لیے چھتے کے
سوا کچھ نہیں ہوتا، تو مکھی اور سست مکھیوں کی شامت آجاتی ہے۔ کارکن مکھیاں انھیں
ڈنک سے ہلاک کر دیتی ہیں۔ سچ ہے ا

وَإِنَّمَا مِنْ خَلْقِكَ مَوَازِينُ | جس کے اعمال کا وزن تھوڑا ہو (یعنی کاہل و بے کاد)
هَادِيَةٌ | (قارعہ ۹) | اسے جہنم کے سپرد کیا جاتا ہے۔

موسم انگس شہد، تازہ کو نپلوں سے ایک قسم کا گوند نکال لاتی ہے، جسے موسم کے ساتھ
ملا کر خانے تیار کرتی ہے، اگر شہد کی آمد بڑھ جائے اور خانے کم ہوں تو موسم بدلنے کے لیے مکھیوں
کو بڑی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ وہ یوں کہ درجن بھر مکھیاں ایک دوسرے کے پروں کی ٹانگوں

سے مضبوط تھام کر چوبیس گھنٹے کے لیے ٹنک جاتی ہیں۔ اس عرصے کے بعد کسی کیمیائی عمل سے ان کی تھیلیاں جو پیٹ کے نیچے ہوتی ہیں، موسم سے بھر جاتی ہیں۔
تھوڑی جگہ اور تھوڑے سے وقت میں زیادہ خانے تیار کرنے کے لیے مکھی چھو کو خانے بناتی ہے۔ شکل ملاحظہ ہو،



“ So work the honey bees. creatures. that by a rule in nature, teach the act of order to the kingdom of people ”

” یہ ہیں گس شہد کے اعمال، یہ تھی سی مخلوق الہام الہی کے طفیل انسانی دنیا کو ضبط و باقاعدگی کا سبق سکھاتی ہے۔ “ (مغرب کا ایک حکیم)

نخل کے پکا نخل کے چار پھل ہوتے ہیں۔ اڑتے وقت پچھلے پھل کے پودوں کے ساتھ چند کند پودوں کے ذریعے پھنس کر ایک پار کی طرح بن جاتے ہیں۔ ان پر ملائم سی لٹیم ہوتی ہے، تاکہ بارش کے قطرے اوپر سے بہہ جائیں اور پر نہ کھیلنے پائیں، پودوں کے نیچے نالیوں میں ہوا بھری ہوتی ہے، تاکہ پرواز میں آسانی ہے۔ جب گرمیوں میں چھتہ تپ جاتا ہے، اور شہد کے بہہ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو چند مکھیاں پودوں سے ہوا اے کر چھتے کو ٹھنڈا کرتی ہیں۔

آنکھیں | اخل کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں۔ تین سر کی چوٹی پر اور دو سر کے دائیں بائیں
ان میں سے ہر آنکھ ۳۵۰۰ آنکھوں کا مجموعہ ہوتی ہے یعنی اس میں ہر چیز کی ۳۵۰۰ تصاویر
اُترتی ہیں۔ یہ آنکھیں ہماری آنکھوں کی طرح ادھر ادھر حرکت نہیں کر سکتیں۔ یہ غالباً
اس لیے کہ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے گردش کیے بغیر ہر طرف دیکھ سکتی ہیں۔

سردالی آنکھوں کا تعلق کچھ بہ داز سے بھی ہوتا ہے۔ اس مکھی کا قاعدہ ہے کہ پہلے
آسمان کی طرف اُڑتی ہے۔ اور پھر ایک طرف کو خط مستقیم بناتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک
عالم فطرت نے چند مکھیوں کے سر پر رنگ چھڑک دیا، تاکہ سردالی آنکھیں بے کار ہو جائیں اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ مکھیاں سیدھی آسمان کی طرف اُڑتی گئیں اور کسی جانب کو خط مستقیم نہ بنا سکیں۔
ڈنک | جب مکھی کسی جسم میں ڈنک چھو دیتی ہے تو ڈنک اندر ہی رہ جاتا، مکھی اڑ جاتی ہے۔
بد میں مرجاتی ہے۔ یہ کیوں، اس لیے کہ آرزو حفاظت محروم ہو جاتی ہے اور قدرت کے اس ٹال ٹال
کے مطابق (کہ جو اقوام اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتیں وہ مٹا دی جاتی ہیں) وہ ہلاک ہو جاتی ہیں۔
ایک مغربی مفکر اعمالِ نحل پر طوئیں غور کرتا رہا۔ ذرا اس عالم فطرت کے تاثرات
ملاحظہ ہوں۔ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

How mighty and how majestic are Thy
works and with what a pleasant dread. They
swell the soul.

”اے رب! تیرے اعمال کس قدر مہیب اور لرزہ انگن ہیں، جو ہماری روح میں

ایک خوش گوار خوف (خشہ) پیدا کر کے اسے اور بلند بنا دیتے ہیں۔“

اس انگریز کے یہ تاثرات مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فطرہ ۱۲) | اللہ کا خوف صرف علماء فطرت کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔

یا وحیہ قرآن حکیم میں اللہ کو یاد کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ مولوی کے ہاں اس حکم کی تفسیر یہ ہے کہ ایک لمبی تسبیح لے کر روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ جب چھوڑے اور غلامی ہوئی۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ اس بے کیف تلبے لذت ذکر کا کوئی فائدہ؟ ہم غالب اقبال کے اشعار پڑھتے ہیں تو ہر شعر پر بے ساختہ آہ یا واہ نکل جاتی ہے۔ یہ صحیفہ کائنات اللہ کا ایک دیوان

خندہ شبنم، بہار گل، فروغ مہر و ماہ

واہ کیا اشعار ہیں دیوانِ فطرت کے لئے (جوش ملیح آبادی)

جہاں ہر طرف رنگین، وجد آورا اور حسین شعر بکھرے پڑے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان سے متاثر ہوئے بغیر ایک مولوی کیوں کر پاس سے گزر جاتا ہے، اور پھر حجرے کے تار گوشے میں وہ کون سی نیرنگیاں موجود ہیں جن سے متاثر ہو کر یہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے۔ اللہ کے اشعار تو بحر و بر ہیں، دشت و جبل میں اور اس حسین ارض و سما میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن حضرت مولوی صاحب کا ذکر خدا ایک تاریک گوشے میں آدھی رات کو شروع ہوتا ہے۔ لَا تَعْنَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنَى الْقُلُوبِ (ج ۲۶) یہ سمجھیں اندھی نہیں ہوا کرتی ہیں، بلکہ سینوں میں للہ فی الصدور (ج ۲۶) دل اندھے ہو جاتے ہیں۔

میرے نزدیک ذکر خدا اُس خشیت، اُس رعب، اُس کیف آدرا اُس آہ یا واہ کا نام جو اس کے اعمال پر غور کرنے کا حتمی نتیجہ ہے اور جس میں کسی ہوٹھو کی قطعاً گنجائش نہیں۔ وَادْكُ رَأْبَكَ فِي نَفْسِكَ نَضْرِبُكَ كَانْتِجِہ ہوتی ہے جو اعمال الہی کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ صبح و شام اونچے اونچے نعرے لگاتے ہیں ضرورت نہیں اور دیکھو کہیں اعمال الہی کا غافل نہ ہو جائے (اعراف ۲۰۵)

یہی وہ ذکر خدا ہے، جس سے دل دھپتے ہیں:

اِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ (النحل: ۱۱) اعمال الہی کا ذکر سن کر ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔

اور یہی وہ آیات ہیں جن سے ایمان بڑھتا ہے:

وَإِذَا تَكَلَّمَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا (انفال: ۱۱) اور ہماری آیات سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

ایک دفعہ کفار عرب نے آنحضرتؐ سے کوئی معجزہ طلب کیا۔ جواب میں ارشاد ہوا:

وَقَالُوا كَذَلِكَ نَزَّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ

قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً

وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

يُطَيِّرُنَّ بَنَاتِهِ إِلَّا أَنْ مَرَّ بِمَنْ لَكُمْ

دالوا (۳۷-۳۸)

تو کیا یہ طيور وحيوانات معجزے نہیں؟ یقیناً ہیں، لیکن جمالت اور اندھے پن

کا کوئی علاج نہیں۔

وَكَانَتْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

يُصْرَفُونَ عَنْهَا وَهُمْ غَافِلُونَ (یوسف: ۱۰۵) یہ لوگ غافلوں کی طرح منہ پھیر کر پاس گزرتے ہیں۔

معجزہ | معجزہ کے منہ کے سامنے ایک مودار نالی سی ہوتی ہے جس سے جسم میں سوراخ کر کے

اندر زہر داخل کیا کرتا ہے۔ اس کے اندر کی غذا خوردگی حیوانات ہوتے ہیں۔ یہ اندھے

ہو حاصل کرنے کے لیے سطح آب پر کھاتے ہیں۔ منہ پانی کے اندر اور دم باہر نکلتے ہیں۔ دم

تنفس کے لیے ایک سوراخ ہوتا ہے جب مچھرائوں کے نصف باہر آجاتے ہیں تو پھر تنفس کے لیے

یہ آیات فطرت اور آیات وحی یکساں ایمان افزا ہیں۔ (مدیر البیان)

اُن کی پیٹھ میں ایک سُورخ بن جاتا ہے۔ ولادت کے وقت انڈے سطح پر آ جاتے ہیں
حرارتِ آفتاب سے انڈوں کے خول خشک ہو کر پھٹ جاتے ہیں اور مچھر باہر آ جاتے
ہیں۔ اور جب سورج کی گرمی سے اُن کے پر خشک ہو جاتے ہیں تو اُڑ جاتے ہیں۔

ولادت کے وقت ہر انڈا ایک طرف سے کھل جاتا ہے۔ اگر مچھر ذرا بھی حرکت کرے تو
اس خول میں پانی بھر جائے اور مچھر ہلاک ہو جائے۔ مچھر کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے، اس لیے
بے حس سا ہو کر نہایت سکون سے پڑا رہتا ہے۔ اگر اس وقت آندھی چل پڑے تو یہ تمام خول فحتمہً
دُوب جاتے ہیں۔ ہوا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہر روز سینکڑوں من مچھروں کے بچے جمیلوں و
جوڑوں میں غرق کر دیتی ہے، ورنہ یہ حقیر سی مخلوق انسانی زندگی کو وبال بنا دیتی۔

انسان جیسی مدتبہ اور ذی عقل مخلوق کا مچھر سے مغلوب ہونا الہی کارِ فرمانی کا ایک
عظیم الشان کرشمہ ہے۔ رات کے وقت یہ تمام مخلوق کا ناک میں دم کر دیتا ہے۔ تمام بستیوں
پر اسی کی حکومت ہوتی ہے۔ بادشاہ تک اس سے کانتپے ہیں اور مچھر جالیوں کے قلعوں میں پھنسے
پھرتے ہیں، یہ کیوں؟ اس لیے کہ اس کے پاس طاقت کا ایک نہ ہر دستہ اور لہنی نہ ہر پائپ
اور دنیا کی حاکم ایسی ہی اقدام ہوا کرتی ہیں جن کے پاس اپنوں کے لیے تریاق اور انداکسے نہ ہر دوا ہے۔

اَقْسَمُ بِاللَّهِ الْکَلْبُ عَلٰی اَکْثَرِ اَرْحَمَآءِ بَنِيْہُمْ

مومن اللہ کے نافرمانوں کے مقابلہ میں سخت
اور اپنوں کے سامنے بہت نرم ہوتا ہے۔ (فتح ۲۹)

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں طوفان (اقبال)

ایک بت تراش کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ سنگ مرمر سے ہاتھی، گھوڑے یا اونٹ کا
مجسمہ تراش لے۔ لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کہ وہ مچھر کا مجسمہ تیار کر سکے، اس کی آنکھیں ہنر

سوئڈ، ٹانگیں، گیس، انٹریاں، پر اور بال تیار کرنا اس صانع کی طاقت و راء الوہیہ۔ اور
اللہ تعالیٰ کا کمال صنّاعی دیکھنے کے مجھ سے سینکڑوں گنا چھوٹے حشرات خلق کر کے انہیں ہر لحاظ سے مکمل
بنادیا، وہ چل رہے ہیں، دوڑ رہے ہیں اور ایسے ہیں۔ ایسی خلاقی کا کمال دیکھنا ہو تو ان حقیر چیزوں کو دیکھو۔
دیکھو! انصاف فرمائیے کہ اگر خلق و کمین کے ان شاہکاروں کا ذکر قرآن حکیم میں آجائے تو کون سی غیب کی بات

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيٰ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ ۚ اللَّهُ بَصِيرٌ
فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ
أَنَّ الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا
فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا
يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا
يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ (بقرہ ۲۶)

اللہ سبحانہ مجھ وغیرہ کے ذکر سے کیوں شرماتی ہے۔
کائنات کے عالم جانتے ہیں کہ اللہ حقیقت بیان کرتا
ہے لیکن جاہل نکتہ چینی رستے ہو سکتے ہیں اور رستے
قرآن میں مجھ کا ذکر کیوں آگیا۔ حقائق پر غور کرنے
والے ہدایت پا جاتے ہیں۔ اور باقی راہ سے ٹھک
جاتے ہیں۔ یہ بھٹکنے والے فاسق ہیں۔

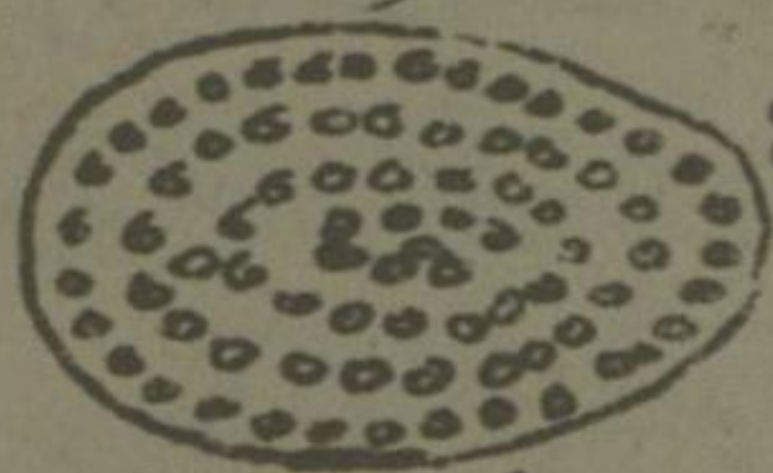
مکھی | مکھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ یہ دنیا کی صفائی پر متعین ہے۔ ہم انسان سطح زمین کو
غلیظ بناتے ہیں اور یہ غلاظت کو جھاٹ کر صاف کرتی ہے، جہاں غلاظت زیادہ ہو، وہاں
قدرت کے یہ جاروب کش بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ صاف کمروں میں مکھیاں نہیں ہوتیں اس لیے
وہاں ان کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی جو کام کہ میوہ سلٹی کے خاکہ روب نہیں کر سکتے، اسے
مکھی سرانجام دیتی ہے جس طرح خاکہ روب کی ذات میں ناپاکی نہیں بلکہ اس کے کام میں ہوتی ہے
اسی طرح مکھی خود کوئی بُری چیز نہیں بلکہ انسانی غلاظت کو صاف کرنے کی وجہ اس کی لاپس
اور پرگندے ہو جاتے ہیں۔ مردار کو کھانے والے سفید کپڑے مکھی ہی کے انڈوں سے نکلتے ہیں۔
بعض جانور انڈوں کو کچھ عرصہ تک سینے رہتے ہیں۔ لیکن مکھی کو انڈوں پر بیٹھنے کی ضرورت
نہیں ہوتی، اس لیے یہ انڈے دے کر چلتی بنی ہے، اور قدرت خود اس کے بچے نکالنے کا

انتظام کرتی ہے۔

مکھی ایک سکنڈ میں ۶۰۰ مرتبہ پرواز کرتی اور پانچ فٹ کی مسافت طے کرتی ہے۔ ایک گھنٹے میں ۸۰۰۰ فٹ اڑتی ہے، اگر مکھی ڈرجائے تو اس کی رفتار بیس میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے۔ تنفس کے لیے مکھی کے پیٹ میں دو سوراخ ہوتے ہیں، جو بالوں سے ڈھکے رہتے ہیں تاکہ گرد و غبار اندر نہ جاسکے۔ مکھی میں سونگھنے کی طاقت بہت تیز ہوتی ہے، لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کہاں سے سونگھتی ہے۔

مکھی اُلٹی ہو کر چھت پر کیسے چلتی ہے؟ ہنوز ایک معمہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کی لاتوں کے ساتھ باریک گنڈیاں سی لگی ہوتی ہیں، جنہیں لکڑی وغیرہ کے مساموں میں پھنسا لیتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی لاتوں سے ایک لیسدار رس نکلتا ہے جس کی بدولت یہ چھت وغیرہ سے چپکی رہتی ہے۔

مکھی کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں، اور ہر آنکھ چار ہزار چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مرکب ہوتی ہے۔ شکل تقریباً یہ ہے:



جب انڈے میں بچہ تیار ہو جاتا ہے، تو مکھی سر کی ٹکر سے انڈے کو پھوڑ دیتی ہے۔ بچہ باہر آ جاتا ہے اس کے پر بھیگے ہوئے ہوتے ہیں، یہ اگلی لاتوں سے پردوں کو خشک کرتا ہے اور پھر اڑ جاتا ہے۔ مکھی کی عمر صرف ایک مہینہ ہوتی ہے۔ اس عرصے میں بے شمار انڈے دیتی ہے، علماء فطرت نے اندازہ لگایا ہے کہ صرف ایک موسم میں ایک مکھی کی نسل ۲۰ لاکھ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔ قدرت کی پاکیزہ اشیا کو انسان کھاتا ہے، انسان کی خارج کردہ غلاظت مکھیوں کی غذا بنتی ہے۔ مکھیوں کو دوسرے حشرات و طیور کھا جاتے ہیں یہ دیگر الفاظ نباتات حیوانات

کی غذا ہیں، حیوانات ہماری غذا، اور ہم مرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی غذا بن جائیں گے۔
اس اندوہ ناک انجام سے بچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ہم حدود زمان و مکان کو توڑ کر جاوداں بن جائیں۔
عشق کی تقویم میں تنہا رواں کے سوا

اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

واقعا

انسان طیارے بنا سکتا ہے، لیکن درخت گرے ہوئے کو اپنی جگہ پر نہیں چپکا سکتا۔
ایک مکھی تک نہیں بنا سکتا۔ محکمہ خلق اللہ کا ہوم ڈیپارٹمنٹ تجھ میں انسان دخل نہیں دے سکتا۔
مکھی کے پاس پر ہیں، کئی ہزار آنکھیں ہیں، لیکن عنکبوت جیسا
طاقت کو عرف شکست

تمام دن ستاتی ہے، نہ آرام سے سونے دیتی ہے اور نہ کام کرنے دیتی ہے۔ ہماری غذا کی پاکیزگی و
نفاست ہم سے چھین لی جاتی ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر انسان مکھی کے سامنے یوں
بے بس ہے، تو الہی قوانین کی مخالفت اسے اللہ سے کیسے بچا سکے گی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ مَا تَقُولُونَ إِنَّ
الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا
ذُبَابًا وَلَا حُمَةً مِثْلَهُمْ وَإِنْ يَسْأَلُهمُ الدُّبَابُ
شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ
وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَّرَ اللَّهُ حَقَّ قَدْرًا
إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (حج ۲۲)

اے لوگو! سنو! ہم تمہیں ایک کام کی بات سناتے
ہیں۔ جو لوگ اللہ کے بغیر تمہارے معبود بنے بیٹھے ہیں وہ
تمام مل کر ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے۔ اور اگر مکھی
ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ واپس نہیں
لے سکتے۔ عابد و معبود ہر دو بے بس ہیں کائنات میں
صرف اللہ ہی غالب طاقت ور ہے۔

زہور سیاہ | یہ زہور مٹی کے گھر بناتی ہے۔ اور اپنے بچوں کے لیے کیڑے مکوڑے بکڑ
ہے انھیں دُک سے بے پوش کر دیتی ہے تاکہ بھاگ جائیں اور دُک صرف اتنا لگاتی ہے کہ وہ بچے

رہیں۔ اس لیے کہ اگر مریضیں تو اس کے گھر میں بدبو پھیل جائے۔

کریٹیس (Chrysis) | یہ ایک خوبصورت مکھی ہے، دم سنہری اور پیسبز ہوتے ہیں۔ اس کا رنگ ہر موسم میں بدلتا رہتا ہے۔ یہ مکھی اپنے انڈے ایک اور قسم کی مکھی کے گھر میں دیتی ہے۔ جب گھر کی مالکہ باہر سے آکر ایک اجنبی کو اپنے آشیانے میں دیکھتی ہے تو اسے ڈنک سے فوراً ہلاک کر ڈالتی ہے۔ اس خیال سے کہ اس کی نسل باقی رہ گئی، یہ مکھی بہ خوشی جان دے دیتی ہے جب اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی گھر والی کے بچے بھی نکل آتے ہیں تو کریٹیس کے بچے ماں کا انتقام لینے کے لیے آشیانے کی تمام غذا جلد جلد ختم کر ڈالتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مالکہ کے بچے بھوک سے مر جاتے ہیں۔

بلیک بیل (Black Beetle) | اس کی مادہ جب انڈوں پر آتی ہے تو اپنے جسم سے ایک رس نکال کر ایک ٹوپی سی بناتی ہے، جس میں چھوٹے چھوٹے سولہ کمرے ہوتے ہیں، ہر کمرے میں ایک انڈا رکھ دیتی ہے اور اوپر سے بند کر دیتی ہے جب بچے تیار ہو جاتے ہیں، تو بچا تھوک سے اس غلاف کو بھگو کر نرم کرتی ہے غلاف پھٹ جاتا ہے اور بچے باہر آ جاتے ہیں۔ یہ بچے چار سال میں کامل بنتے ہیں اور اس عرصے میں سات دفعہ جلد بدلتے ہیں ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ لیکن جلد بدلنے کے بعد چند دن تک سفید رہتے ہیں۔ یہ مکھیوں کو کھاتے ہیں اور خود چوہوں، بلیوں، اور بعض پرندوں کی غذا بن جاتے ہیں۔ زرد رنگ کے پیراسائٹ (Parasites) تمام عمران کی پیٹھ پر سوار رہتے ہیں اور ان کا خون چوستے ہیں۔

یہ مکوڑا بہت پرانے زمانے سے چلا آتا ہے۔ پہاڑوں سے اس کی اسی انواع کے قشر دستیاب ہو چکے ہیں۔ ہمیں اس کا نافع پہلو ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا اور علم کے حشرات کی رائے بدستور یہی ہے کہ یہ غیر صالح کا بقا ہے۔ ممکن ہے کہ چند صدیوں کے بعد علم کی ترقی اس

غلط فہمی کا ازالہ کر سکے۔

کرین فلائی (Crane fly) | یہ اپنی دم نرم زمین میں ڈال کر دو انڈے دیتی ہے، اور سو انڈے دینے کے بعد مر جاتی ہے۔

ٹڈی | یہ خاک کی رنگ کا مونچھوں والا جانور ہمارے رشتی کپڑوں کا دشمن ہوتا ہے۔ شام کے وقت کان لگا کر سنو، کیا سریلی آواز آرہی ہے۔ یہ آواز نہ کی ہے جو مادہ کو گیت سنارہا، اس کا دماغ گردن کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس کی بعض انواع اڑتی بھی ہیں۔ بعض کے کان ٹانگوں کے ساتھ اور سورخ ہائے تنفس بہو میں ہوتے ہیں حشرات عموماً برے ہوتے ہیں۔ لیکن ٹڈی سن سکتی ہے۔ دلیل یہ کہ جب گارہی ہو اور پاس سے کوئی آدمی بول اٹھے تو فوراً چپ ہو جاتی ہے۔ اگر کسی مکوڑے وغیرہ سے اس کی لڑائی ہو جائے تو اپنے تیردانتوں سے اس کا گلا کاٹ ڈالتی ہے، اور نوش جاں کر کے پھر گلے لگ جاتی ہے

دیمک کی ایک قسم | یہ چوہنٹیاں جنوبی افریقہ اور امریکہ کے بعض حصوں میں پائی جاتی ہیں۔ پندرہ سے لے کر بیس فٹ تک اونچا گھر بناتی ہیں۔ ان کے اونچے اونچے مخروطی شکل کے گھر دور سے یوں نظر آتے ہیں، گریادہقاؤں کے گلی جھونپڑے ہیں۔ ہر گھر چار محرابوں پر اٹھایا جاتا ہے۔ پختیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ کئی آدمیوں کا بوجھ سہا سکتی ہیں۔ ہر گھر کے مرکز میں ملک و ملک رہتے ہیں، ارد گرد مزدوروں کے کمرے ہوتے ہیں۔ ان سے آگے داہرہ جماعت کے کمرے اور پھر گودام۔ اس گھر کا کوئی دروازہ نہیں ہوتا اور نہ ان چوہنٹیوں کی آنکھیں ہوتی ہیں، اسی لئے مٹی کے پیچھے رہتی ہیں تاکہ پرندوں کا شکار نہ ہو جائیں، اگر سفر کا ارادہ کریں، تو مٹی کی ایک ٹر بنا کر اندر اندر چلتی ہیں۔ ان کے بعض افراد روشنی میں چلنے پھرنے کی وجہ سے صاحب نظر ہوتے ہیں۔ مزدوروں کے دانت اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ لکڑی کو چند دقیقوں میں پیر پیر

کرتے ہیں۔ ان کی ملکہ ایک چھوٹے کمرے میں بند رہتی ہے۔ اس کمرے کا دروازہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ملکہ باہر نہیں نکل سکتی۔ اسے غذا اندر ہی پہنچادی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ساری قوم اندھ بھی ہوتی ہے اور انھیں خطرہ رہتا ہے کہ کہیں ملکہ آگے پیچھے نہ ہو جائے اس لیے اسے کمرے میں بند کرتے ہیں۔ ملکہ روزانہ اسی ہزار انڈے دیتی ہے اور آرام طلبی کی وجہ سے انسانی انگوٹھے جتنی موٹی ہو جاتی ہے۔ اگر ان چوئیٹیوں کو انسانی قد و قامت دے کر بقدر جتنہ مینار بنانے کی طاقت بھی بڑھا دی جائے تو یہ ۳۸۸ فٹ اونچا مینار تیار کر سکیں گی۔ مصر کا سب سے بڑا مینار ۲۸۴ فٹ بلند ہے۔

جگنو | مادہ کی دُم سے زیادہ روشنی نکالتی ہے اور نر سے بہت کم۔ مادہ نر سے بڑی اور بے پر ہوتی ہے، نر کی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں تاکہ کافی فاصلہ سے مادہ کو دیکھ سکے۔ مادہ اپنی روشنی سے حمل آور دل کو ڈرا سکتی ہے۔ اور نر کے پاس یہ حفاظتی طہاچ تقریباً نہیں ہوتا، اس لیے اسے پر عطا ہو۔ مادہ دُم کی روشنی سے تین فائدے اٹھاتی ہے: (۱) دشمنوں سے حفاظت (۲) روشنی میں تلاش غذا (۳) اور کہ دور سے نر کو نظر آتی ہے۔

روشنی حرارت سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جگنو کی روشنی اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔ اگر اس کی روشنی میں حرارت ہوتی تو یہ ہر خشک و تر کو آگ لگا دیتا اور ہر روز آتش زدگی کے لاکھوں افسوس ناک واقعات رونما ہوتے۔ اگر اللہ آج جگنو کی چمک میں حرارت بھر دے تو ہر طرف آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور یہ حسین کائنات جل کر خاکستر ہو جائے۔

وَلَوْ يَدْعُ النَّاسُ بِمَا كَسَبُوا مَا أَجْرُ اللَّهِ إِلَّا عِندَ مَنْ يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ (فاطر ۴۴) | تو سطح زمین پر کوئی جان دار باقی نہ ہے۔

پتو | اہل شام سقراط سے مذاق کیا کرتے تھے کہ یہ تمام دن پتو کی جھلانگ نا پتار مٹا، یہ مذاق کی بات نہیں، بلکہ مقام حیرت ہے کہ اتنا چھوٹا سا پتو اتنی اونچی جھلانگ کیسے لگا سکتا ہے؟

یہ اپنے جسم کی لمبائی سے دو سو گنا زیادہ کو دسکتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی اتنا کو دسکتا تو گیارہ سو فٹ تک ہوا میں اونچا جاتا۔

جنوبی امریکہ میں ایک پٹو جسم میں سوراخ کر کے جلد کے نیچے چھپ جاتا ہے۔ اور بے حد دکھ کا باعث بنتا ہے۔ مٹا ہے کہ اگر ایک پوئے ورم وڈ (Warm wood) کو کمرے میں رکھا جائے تو پٹو بھاگ جلتے ہیں۔

کالی بھڑا گوبر وغیرہ پر اپنے کالی کالی بھڑیں دیکھی ہوں گی جو گوبر کی گولیاں بنا کر ادھر ادھر جارہی ہوتی ہیں۔ اگر راہ میں کوئی چٹان وغیرہ آجائے اور یہ گولی گر جائے تو بھڑ نیچے آکر پھر کوشش کرتی ہو اور آخر کامیاب جاتی ہو اس گولی میں ایک انڈا ہوتا ہو اور یہ گوبر پیدا ہونے والے بچے کی غرائز بنتا۔ قدیم مصریوں نے اس بھڑ کی محنت و مشقت کے متاثر ہو کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی، قیمتی پتھروں، زیوروں، عمارتوں اور سکوں پر اس کی تصویر بناتے اور اسے شب روئے سال و ماہ اور آفتاب زمین کا پیکر خیال کرتے تھے۔

اس بھڑ کے سر پر پانچ کلفیاں سی ہوتی ہیں، جنہیں سورج کی کرنوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس کی گولی بنانے کو یوں سمجھا جاتا تھا کہ گویا خدا زمین بنا رہا ہے۔ اس کی چھ ٹانگوں اور ایک سر (۶ + ۱ = ۷) کو ہفتہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی ہر لات پر پانچ دندانے ہوتے ہیں جنہیں (۶ × ۵ = ۳۰) ایک ماہ قرار دیا جاتا تھا۔ یہ جانور دو مفید کام کرتا ہے۔ اول سطح زمین کو صاف کرتا ہے۔ دوم ان گولیوں کو زمین میں دفن کر کے زمین کو زرخیز بناتا ہے۔ اس غریب مخلوق کو مدافعت کے لیے نہ ڈنک دیا گیا ہے، اور نہ تیز دانت۔ ہاں ایک فریب ضرور دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جوں ہی اُسے چھڑا جائے، یہ فوراً سانس کھینچ کر زمین پر یوں بے حس لیٹ جاتی ہے کہ گویا غریب کا دم نکل چکا ہے۔ حملہ آور اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیتا

ہے۔ اور چونکہ داؤ کھیلنے وقت یہ زمین پر چپ لیٹ جاتی ہے۔ اس لیے اس کی گندری لاتوں کی بدبو سے بھی حملہ آور دور ہٹ جاتا ہے اور کچھ دیر کے بعد اٹھ کر اپنی راہ لیتی ہے۔

کوجی نیل (Cochineal) | مشرقی انڈس میں اس کیڑے سے سُرخ رنگ حاصل کیا جاتا ہے۔

اسی نوع کا ایک کیڑا درختوں کی ٹہنیوں اور تنوں کو منہ سے کاٹتا ہے۔ درخت ایک س نکلتا ہے جسے کیڑے بہ طور غذا اور انسان لاکھ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ان کیڑوں کی ولادت پہلے ان کی

ماں مر جاتی ہے۔ بچے مردہ ماں کے پیٹ میں پلے رہتے ہیں اور جوان ہو کر باہر آ جاتے ہیں۔

مکھی کی مکھی | یہ مکھی ہیل کے جسم کو کاٹ کر اندر اندر دے رکھ دیتی ہے۔ جب بچے نکل آتے

ہیں تو یہ اپنی دم سوراخ سے باہر نکلتے ہیں، تاکہ زخم مل نہ جائے اور یہ اندر ہی پھنس کر رہ جاتیں۔

جب نیم جوان ہو جاتے ہیں تو ہیل کے جسم سے گر کر مٹی کے نیچے چھپ جاتے ہیں اور پھر مکمل ہو کر باہر آ جاتے ہیں۔

ان مکھیوں کی ایک فرع بھیڑ کی ناک میں اندر دے دیتی ہے بچے غذا کے لیے دماغ میں

چلے جاتے ہیں۔ اس عرصے میں بھیڑ بہت زیادہ چھینکتی اور دکھ اٹھاتی ہے۔ کچھ عرصے کے

بعد یہ زمین پر گر پڑتے ہیں اور کامل بن کر اڑ جاتے ہیں۔

درختوں کی مکھی | یہ مکھی درخت کی شاخوں کو نہر بھر اڑنگ لگاتی ہے اور سوا ایک انڈا بھی

دیتی ہے۔ اس نہر سے شلخ کا یہ حصہ سوج جاتا ہے اور بعد میں یہی سوجا ہوا حصہ بچے کی غذا بنتا ہے۔

یہ تو ہیں دنیا کے حشرات کے چند اسباق، جن سے ہم آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں

ذرا اس تنبیہ پر غور فرمائیے:-

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ | کیا یہ لوگ اپنے آگے سمجھے ارض و سما کے عیان و

مُتَنَ الشَّمَاكِ وَالْأَرْضِ إِنَّ نَشَأَنَ خُسَيْفٍ | معجزات پر غور نہیں کرتے؟ اگر ہم چاہیں تو انہیں اسی زمین

بِهِمُ الْأَرْضِ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ | میں دھنسا دوں یا بامِ فلک کو ان کے سر پر گرا دوں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (سبا ۹) | ہماری اس تنبیہ سے صرف خدا پرست فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

باب (۶۷) ذیباے آب

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُورٌ
سَائِجٌ شَرَابُهُ وَهَذَا اَمِلٌ اُجَاجٌ وَمِنْ
كُلِّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْخَرُ جُودٌ
حَلِيَّةٌ تَلْبَسُوْنَ نَحَاهُ وَتَوَى الْفُلَاكُ فِيهِ
مَوَآخِرُ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَتَعْلَمُوْا
تَشْكُرُوْنَ ۝

زمین کے یہ دو سمندر برابر نہیں۔ ایک میٹھا اور پیاسا
بجھانے والا ہے، جس کا پینا آسان ہے اور دوسرا کھاری
اور کڑوا ہے۔ ان ہر دو سمندروں کے تم تازہ گوشت
حاصل کرتے ہو اور سامان زینت (موتی وغیرہ) نکال
پنتے ہو۔ تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کی سطح کو
چیرتی ہوئی نکل جاتی ہیں کہ تم تجارت کر کے اللہ کی رحمت
(دوست) کا سکو اور پھر اس دولت کو قوم کے قیام و استحکام
پر صرف کر کے عملاً شکر کر سکو۔

(فاطر - ۱۳)

ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کے اوپر ایک کھاری سمندر ہے اور زمین کے اندر میٹھا۔ اللہ
کی رحمت دیکھنے کے یہ میٹھا سمندر کھاری سمندر سے متاثر نہیں ہوتا۔ سمندر کا پانی کڑوا ہے
لیکن اگر ہم ساحل پر کھواں کھودیں تو عموماً پانی میٹھا نکلے گا۔ ان ہر دو سمندروں کے
درمیان ایک دیوار حائل ہے کہ ایک کا اثر دوسرے تک نہیں پہنچ سکتا۔

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۖ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ السَّادِقِْنَ

اللہ نے ان دو سمندروں کے درمیان ایک دیوار
حائل کر دی ہے۔ کیا یہ کام کوئی اور خدا کر سکتا ہے؟

(نمل - ۶۱)

بادل سمندر سے بنتے ہیں، سمندر کھاری ہے اور بادل کا پانی میٹھا۔ ارب کھرب ٹن پانی کی دنیا بادل بن کر فضا میں تیر رہی ہے۔ زمین پر کھاری پانی ہے اور ہوا میں میٹھا۔ ان میں ایک پردہ حائل ہے کہ آب شور آب شیریں کو متاثر نہیں کر سکتا۔

دنیا کے مشرق میں بحر الکاہل ہے اور مغرب میں اوقیانوس۔ یہ شمال و جنوب میں ایک سرے سے ملے ہوئے ہیں۔ درمیان میں خشکی کا قطعہ۔ یہ سمندر میلوں گہرے ہیں اگر آج سطح زمین کو برابر کر دیا جائے تو تمام روئے زمین پر دس ہزار فٹ اونچا پانی چڑھ جائے۔ دنیا کے بڑے بڑے شہر سمندر کے ساحل پر آباد ہیں، لیکن غرق ہونے سے محفوظ ہیں، کیوں ہوا ہر چیز الہی حکم کی پابند ہے، جب تک سمندر کو حکم نہ ملے، اسے خشکی پر چڑھ دوڑنے کی جرات کیسے ہو؟

مَا جَاءَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ (رحمن ۱۹-۲۰) ایک برزخ (خشک قطعہ) ہے جس پر یہ دست دازی نہیں کر سکتے۔

اگر ہم پیالے میں پانی ڈال کر اُسے کھلا رکھ دیں، تو اُس میں ہوائی بکٹیریا جراثیم امراض و ذرات غبار شامل ہو جائیں اور وہ ناقابل استعمال بن جائے غیر محفوظ کنوؤں اور تالابوں کا پانی اسی لیے ناقابل استعمال ہوتا ہے۔ اللہ نے پیتے کا پانی زمین کی تلوں میں چھپا کر ہم پر بڑا احسان فرمایا۔ اگر ہم جوہڑوں وغیرہ سے پانی لے کر اُسے بالترتیب صاف کرنے کے دیگر وسائل استعمال کرتے تو ایک مسلسل مصیبت میں گرفتار رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے مقدس زمین کی پاکیزہ وحوشوں میں شیریں و شفاف پانی کے دریا یوں جاری کر دیے کہ ہمیں ہر مقام پر لذیذ منترہ و صفا پانی دستیاب ہو رہا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۙ فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْاَرْضِ (زمر ۲۴) وہ زمین کی رگوں میں چشمے بن کر دوڑ رہا ہے سرریا و اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۭ بِقَدَرٍ ۭ فَاَسْكَنَّا بِهِ الْمُسْلِمِينَ (مائدہ ۶۴) ہم نے ایک معین مقدار میں پانی برسا کر اسے زمین میں محفوظ

فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهَا لَقَادِرُونَ ﴿١٠﴾ اور ہم اس خیرہ آبی کو خشک کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔
سمندر زمین کے چھ حصے پر پانی اور ۲ خشکی ہے۔ آغاز تخلیق میں جب زمین سورج سے
 نکلی تھی تو سخت گرم تھی، حکمتِ ہدید نے ثابت کیا ہے کہ تکوین کائنات سے پہلے فضا میں ہوا
 ہی دھواں تھا۔ اس دھوئیں (ذراتِ برقیہ) میں زمین و آسمان اور آبِ بادبنتے کی مکمل صلاحیت
 موجود تھی، چنانچہ اسی سے آفتاب کو الگ تیار ہوئے اور آفتاب سے زمین نکلی جب زمین تندے ٹھنڈی
 ہو گئی تو ارد گرد کا دھواں (بخارات) بانی بن کر زمین پر ٹپک پڑا اور سمندر کہلایا، زمین کا اندرونی
 مواد ابل کر باہر نکلی آیا۔ ہر طرف مٹی اور پتھروں کے ٹھہر (پھاڑ) لگ گئے۔ زلزلوں نے زمین کو ناہموار
 بنا دیا چنانچہ پانی لہٹیوں میں جمع ہو گیا۔ بلندیاں زندگی کے ہستقبل کے لیے تیار ہوئیں اور سمندر سے
 زندگی کا آغاز ہوا۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ | پھر اُس نے آسمانوں کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور
 حتم مجدہ - ۱۰ | فضا میں ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا۔

یہ دنیا آخر میں فنا ہو کر ایک مرتبہ اور ذراتِ برقیہ میں تبدیل ہو جائے گی، اور فضا
 پھر دھواں سے بھر جائے گی:

فَاِذَا تَقَيُّمُ يَوْمِ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ | اُس دن کا انتظار کہ جب فضا میں ہر طرف دھواں
 مُبِينٍ - (دخان ۱۹) | ہی دھواں دکھائی دے گا۔

کائنات پر ایک ایسا زمانہ گزر چکا ہے، جب ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور اللہ
 کی حکومت صرف پانی پر تھی۔

وَكَانَ عِزُّهُ عَلَى الْمَاءِ (ہود ۱) | اللہ کی حکومت پانی پر تھی۔

رگ وید باب دہم منتر ۱۲۱ میں مذکور ہے۔

”سنہرے اندے یعنی سچائی سے دنیا کی تخلیق ہوئی۔ پہلے پانی پیدا ہوا اور پانی سے زرخیز تولیڈنی

پھر زود حصوں میں بٹ گیا۔ اور اسی سے اس کی مادہ نکلی۔ (نیز ملاحظہ ہو منوشا ستر باب اول شلوک ۳۳)
 علمائے جدید کی تحقیق یہ ہے کہ آغاز میں سمندر کے اندر یا ساحل پر ایک جرثومہ حیات
 نے جنم لیا تھا، جو منقسم و متضاعف ہو کر زود مادہ کی تکوین پر منتج ہوا:

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا اَیْمًا نَافِلًا ثُمَّ نَزَّلْنَاهُ مِنْهَا رِجَالًا مُنْتَسِلًا
 نَرُوهُمْ وَبَنَاتٍ مِنْهُمْ اَرَجَالًا لَا کَثِیْرًا وَاَوْنِسَاءً رِیَاسًا مَدَّ عَلٰی اَوَّلِهَا اَوَّلُهَا رِیَاسًا
 جس طرح زوجہ و شوہر کے مادہ منویہ کے امتزاج سے کبھی مادہ اور کبھی نر پیدا ہوتا
 ہے۔ اسی طرح اس ابتدائی جرثومہ کے تضاعف سے مادہ و نر کی تکوین ہوئی۔ رفتہ رفتہ سمندر
 میں مرجانوں، مچھلیوں اور جونکوں کا ایک طوفان آ گیا۔ پھر زندگی نے خشکی پر قدم رکھا۔
 مختلف ماحول میں مختلف اشکال اختیار کیں جس طرح کہ اختلاف آب ہوا اور ماحول کی وجہ
 ایک انگریز اور ایک حبشی کی شکل و ہیئت میں فرق آ گیا ہے اسی طرح مختلف منطقوں میں زندگی
 نے مختلف روپ بدلے۔ کہیں چلنے، کہیں بیگنے اور کہیں اڑنے لگ گئی۔

ہم انسانوں میں صرف شکل و رنگ ہی کا امتیاز نہیں دیکھتے، بلکہ مختلف خطوں میں
 آلات صوت و مخارج میں بھی بڑا فرق پاتے ہیں۔ ایک عرب چ، گ، ڈ، ژ، ژا اور پ کے تلفظ
 سے قاصر ہے۔ اور انگریز ت اور د نہیں بول سکتا۔ حقیقتاً ماحول ایک ہر دست طاقت ہے،
 جس سے رنگ زبان آواز قد و قامت تک بدل جاتے ہیں، اس لیے قطعاً تعجب کی بات
 نہیں اگر دریا میں تیرنے والے جانور موزمانہ سے خشکی پر دوڑنے یا اڑنے لگ پڑے۔

ہمیں بعض پہاڑوں سے جو کڑوہا سال تک زیر آب ہے ایسے جانور ملے ہیں جن کی لمبائی
 ۳ تا ۴ فٹ تھی، منہ ننگ کی طرح، جسم مچھلی کے مانند۔ تیرنے کے لیے دو بازو اور فٹ بھر
 چوڑی آنکھیں تھیں۔ نیز بعض ایسے جانوروں کے پیر دستیاب ہوئے ہیں جو بیٹیا لیس فٹ اونچے

تھے اور بڑی بڑی مچھلیوں کو دھنوں میں کاٹ کر پھینک دیتے تھے خشکی و تری ہر دو کی فضا
 ان جانوروں کو سازگار نہ آئی اس لیے یہ مٹ گئے جس طرح قوم کی کمائی پر پلنے والے کچے پر جگمگاتے ہیں
 وَمَا تُغْنِي الْأَيُّتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (روم ۱۰۱) | نہیں جس کا نور ایمان سے خالی ہو۔

امواج بحری اِذَا غَشِيَہُمْ مَوْجٌ كَالظَّلْلِ اور جب وہ لوگ سمندر کی محیط لہروں میں گھر جاتے
 دَعَوْا لِلَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (لقمان ۳۲) | ہیں تو نہایت خلوص سے اللہ کو پکارتے ہیں۔

دوسری جگہ امواج بحر کے شکوہ و عظمت کو یوں بیان فرمایا ہے:
 وَهِيَ تَجْرِي بِهَمِّ نَارٍ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (سج ۴۲) | کشتی نوح لوگوں کو پہاڑوں کی لہروں میں جارہی تھی۔
 قرآن حکیم کے اسلوب بیان کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ کہیں کوئی مبالغہ
 نہیں۔ ہر حقیقت سے انحراف نہیں۔ ہر حقیقت کو چھپنے والے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ
 اس ضبط اور متانت بیان پر داد دیے بغیر نہیں بنتی۔

قرآن حکیم اُس وقت نازل ہوا تھا جب انسانی دنیا اللہ سے کٹ کر ذلت و نکبت
 کی دادیوں میں سرگرداں تھی اور طول و عرض گنتی میں کہیں روشنی ایمان و عرفان موجود
 تھی۔ بگڑی ہوئی انسانی فطرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک ایسی کتاب الہامی بند یوں سے
 اتاری جاتی جس میں شاعرانہ مبالغہ و تخیل ہوتا۔ سطوت الفاظ و شوکت تراکیب ہوتی۔ جلال
 اسالیب شکوہ بیان ہوتا۔ لیکن جو کتاب سمیٹ دی گئی، اس میں باقی تو سب کچھ موجود ہے،
 صرف ایک چیز نہیں، یعنی شاعرانہ مبالغہ و تخیل۔ آیت مذکورہ میں امواج بحری کو امواج کوہ
 کہا گیا ہے۔ یہ نہ سمجھنے کا کہ اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ ہے بلکہ ایک حقیقت ثابتہ ہے تفصیل یہ ہے،
 سمندر کی سطح کبھی پرسکون نہیں رہتی، بلکہ اُس پر ہوا سے موجیں اٹھتی رہتی ہیں۔ چونکہ

لہریں ہوا سے زیادہ تیز جلتی ہیں، اس لیے بسا اوقات آندھی سے چوبیس گھنٹے پہلے ساحل پر ہوا
 ہو جاتی ہیں، گہرے پانی میں کم محسوس ہوتی ہیں، لیکن ساحل کے قریب یا کم گہرے پانی میں شہت
 صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

بھرنہ میں اکثر ایسی لہریں دیکھنے میں آئیں جن کی بلندی ۲۹ تا ۳۰ فٹ چوڑائی ۱۱ تا ۱۳ فٹ
 اور رفتار ۲۵ تا ۳۰ میل فی گھنٹہ تھی۔ ان کی طاقت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ
 ایک فوہ ایک تجارتی جہاز ان لہروں کی زد میں آگیا۔ اور اس کے پرچے اڑ گئے۔

بعض اوقات یہ لہریں نہ لڑنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں ساحل چائل (Chile)
 اور ۱۹۲۵ء میں جزیرہ یاپ (Yapp) (ایک بحر الکاہلی جزیرہ) کے ارد گرد ایسی امواج دیکھی گئیں
 جن کی بلندی پچاس فٹ تھی۔ چائل کی بندرگاہ کیمبو (Coquimbo) کے باشندے ڈر کر
 پساروں پر چڑھ گئے انھی امواج میں سے ایک بلندی ۸۰ فٹ تھی جس نے جہازوں کو تنکوں کی طرح
 اٹھا کر ۵۰ گز دور خشکی پر پھینکا یا تھا اور ان کا اثر ۵۰۰ میل دور جزیرہ ہوائی (Howie) میں بھی
 محسوس کیا گیا تھا۔

۱۹۳۷ء میں ایک امریکی لوٹیکا (Cape Lapatka) کے جنوب میں اٹھی جو دو
 دس فٹ اونچی تھی۔

بحاراتِ آبی | علمائے آج اندازہ لگایا ہے کہ ہر سال تمام سمندروں سے چودہ فٹ
 پانی بادلوں کی صورت میں تبدیل ہوتا ہے۔

سامانِ حیات | سمندر کا پانی ہمیشہ نہ یوں رہتا رہتا ہی گرم اوپر آ جاتا ہے اور ٹھنڈا نیچے چلا
 جاتا ہے یہ اس لیے تاکہ اوپر کا پانی ہوا سے آکسیجن لے کر ان حیوانات تک پہنچے جو سمندر کی تہ میں مقیم ہیں۔
 ذَکَايْن مِّنْ ذَا بَیْتٍ لَا تَحْمِلُ رَزْقَهَا ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ | بہت ایسے جانور ہیں جو اپنے رزق کے متحمل نہیں ہو سکتے
 یَزْزِفُهُمْ وَأَيَّامُكُمْ (عنکبوت ۶۰) | انھیں اور تمہیں (اللہ رزق پہنچاتا ہے۔

سمندر کی تباہ کاریاں | سمندروں نے ہماری خشکی پر کس کس طرح دست درازیاں کیں؟
تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

(۱) انگلستان کا ریونسپر (Ravenspur) شہر، جس سے دو نمبر پارلیمنٹ کے لیے منتخب ہوا کرتے تھے، اب غائب ہو چکا ہے۔

(۲) کارنوال کا علاقہ پہلے ۱۵۰۰۰۰ ایکڑ تھا۔ اب بحری حملوں سے صرف ۵۰۰ ۸۲۵ ایکڑ رہ گیا ہے۔ اور تقریباً ۱۰۰۰۰ ایکڑ رقبہ آبِ ہرہ ہو چکا ہے۔

(۳) جزیرہ سسلی اور سرزمین اٹلی کا درمیانی حصہ لیونس (Lyoness) کہلاتا تھا اس میں ۱۲۰۰ گرجے اور تقریباً اتنی ہی بستیاں موجود تھیں، آج یہ خطہ زیرِ آب ہے۔

(۴) مونٹس بے (Mount's Bay) پہلے خشکی تھی۔ دلیل یہ کہ اس کی تہ سے ہمیں دخت جنگل اور صحرائی جانوروں کے لائق لٹوڑے پائے گئے ہیں۔ اس علاقے پر چودھویں صدی میں پانی چڑھ گیا تھا۔

(۵) شمالی ویلز پر کج سے چھ سو سال پہلے پانی چھا گیا اور چودہ گاؤں غرقاب ہو گئے۔ اس تباہی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دروازوں والا بہت بڑا بند تھا، جس پر ستیجمن (Seithenym) نامی ایک محافظ مقرر تھا۔ ایک دن اس نے ضرورت سے زیادہ شراب پی لی اور نشے میں بند کے دروازے کھول دیئے جس سے چودہ بستیاں بہہ گئیں۔

(۶) کسی زمانے میں ڈونچ (Dunwich) مشرقی انگلیا (Anglia) کا دارالخلافہ تھا، اس میں ایک ملک سال ۵۲ گرجے اور ۶۳۶ مدارس تھے۔ عروجِ روما کے وقت یہ روما کی سلطنت میں شامل تھا۔ بعد میں ہنری دوم کے چالیس جہاز یہاں رہتے تھے۔ ایڈورڈ دوم کے عہد میں اس شہر پر پانی نے حملہ کیا اور ۴۰۰ گھر بہہ گئے۔ پھر ۱۵۳۸ء اور ۱۵۶۲ء کے درمیان چار گرجے ڈوب گئے۔ ۱۵۶۲ء میں سینٹ پیٹر کا بڑا گرجا منہدم ہو گیا۔ اور ۱۵۶۲ء میں سارا شہر

ڈوب گیا۔ اب یہ شہر شمالی سمندر کے ساحل سے کہیں دور زیر آب ہے۔

(۷) اکلین (Ecles) ویمپرل (Wimperell) شیڈن (Shipden) اور نورفوک (Norfolk) بڑے بڑے قصبے تھے، جو مدت سے ڈوب چکے ہیں۔

(۸) آبرن (Auburn) ہارٹ برن (Hartburn) اور ہائڈ (Hyde) کی جگہ آج صرف ریت کے ٹیلے دکھائی دیتے ہیں، اور بس۔

(۹) فریس لینڈ (Friesland) کا دو تہائی حصہ شمالی سمندر میں غائب ہو چکا ہے۔
(۱۰) جزیرہ ہلیگولینڈ (Heligoland) جس کا گزشتہ جنگ عظیم میں بڑا چرچا تھا اور جو بقول ایڈم ڈی برمی (Adam de Bremse) ۱۰۰۰ء میں ۴۰ میل لمبا تھا اب صرف ایک میل لمبا رہ گیا ہے۔

(۱۱) ہالینڈ میں آبی تباہ کاریاں اور زیادہ افسوس ناک ہیں۔ یہاں ۱۶۵۲ء میں تحصیل ڈائرٹ نمودار ہوئی، جس کی وجہ سے بہت سا رقبہ پانی کے نیچے آ گیا۔ ۱۶۵۲ء میں ڈائر (Zaider) دریا میں طغیانی آئی اور اسی ہزار نفوس ہنسنگ جل کا قہر بن گئے۔ ۱۶۵۲ء میں بہتر اور گاؤں بہہ گئے۔ ہالینڈ کے شمال کی طرف تین بڑے بڑے جزیرے چھٹی صدی عیسوی میں موجود تھے اب یہ چھوٹے چھوٹے دھبے رہ گئے ہیں جنہیں ریت کے ڈھیر کہنا زیادہ موزوں ہو گا۔

(۱۲) جزیرہ وان جروج (Wangerooze) جو کبھی ایک نہایت آباد جزیرہ تھا اور ڈیون (Devon) کے علاقے سے بڑا تھا، اب ریت کا ایک ٹیلہ رہ گیا ہے۔

انگریزوں کی قسمت کا ستارہ ہر پہلو میں عروج پر ہے۔ گزشتہ ہزار سال میں ہالینڈ جرمنی، اٹلی اور دیگر ممالک کو دریائی دست برد سے کافی نقصان پہنچا۔ لیکن انگلستان قائد میں رہا۔ چند سال ہوئے کہ برطانیہ نے ایک کمپنی اس غرض کے لیے مقرر کی تھی کہ وہ جزائر

برطانیہ کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اس رپورٹ کا مخلص یہ تھا:

نام	رقبہ دریائے ارد	رقبہ جو دریائے نکل
(۱) انگلستان اور ویلز	۴۶۹۲ ایکڑ	۳۵۴۴۴ ایکڑ
(۲) سکاٹ لینڈ	۸۱۵ ایکڑ	۴۷۰۰۰ ایکڑ
(۳) آئر لینڈ	۱۱۳۲ ایکڑ	۷۸۵۳ ایکڑ

ان اعداد کا حاصل یہ ہے کہ جزائر برطانیہ میں ہر سال ۱۲۰۰ ایکڑ زمین کا اضافہ ہوتا ہے۔

انگلستان کے مشہور طوفانی مقرر ایڈمنڈ برق (Admund) Burke نے

ایک دفعہ کہا تھا:

Even Gods cannot annihilate space
and time.

”کہ خود خدا بھی زمان و مکان کو نابود نہیں کر سکتے۔“

اگر برق آج زندہ ہوتا، اور سمندری تباہ کاریوں کی حکایات سنتا، تو اسے اپنے

اس نظریے پر نظر ثانی کرنا پڑتی۔

سمندر کی گہرائی انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان بعض مقامات بارہ ہزار سے کہیں زبرد

فٹ تک گہرے ہیں۔ یہ حصے پہلے خشکی تھے۔ یہاں بعض پہاڑ بیس بیس ہزار فٹ اونچے تھے۔

جن میں سے ایک لارا (Laura) تھا۔ اس پہاڑ کا ذکر مصر کے قدیم کتبوں میں بھی ملتا ہے۔

آج یہ حالت ہے کہ ہما ز اُس کی چوٹی پر سے گزرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور دس ہزار فٹ

اونچا پہاڑ چوسر (Chaucer) آج چھ ہزار فٹ پانی کے نیچے ڈوبا ہوا ہے۔

نیو فونڈ لینڈ کے جنوب میں سمندر کی گہرائی کہیں ہزار فٹ (تقریباً ۴ میل) اور مشرق میں

رجا داسا مٹرا وغیرہ کے مشرق میں دو مقامات پر بیس ہزار فٹ ہے۔

دو ہزار فٹ سے کم گہرائی میں ریت اور معمولی کنکر، بارہ ہزار کی گہرائی میں سفید چاک
بارہ ہزار سے چودہ ہزار تک کی گہرائی میں خاکستری چاک اور زیادہ گہرائیوں میں کہیں سرخ
مٹی اور کہیں آتش فشاں پہاڑوں کا لاد ملا ہے۔

نیوزی لینڈ کے شمال میں ایک مقام پر سمندر کی گہرائی ۸۷۸۸ فٹ اور جزائر فلپائن
کے شمال مشرق میں ایک مقام پر ۳۲۱۰۰ فٹ ہے اور غالباً دنیا کا یہ عمیق ترین حصہ ہے۔
اگر اس ہولناک کھڈ میں مونٹ ایورسٹ (ہمال کی سب سے اونچی شاخ) کو ٹپکا دیا جائے۔
تو اسے چھونے کے لیے بھی تین ہزار فٹ کا گہرا غوطہ لگانا پڑے۔

جاپان اور امریکہ کے درمیان سمندر تقریباً پانچ میل گہرا ہے، یہ دیگر الفاظ جاپان
کا جھوٹا سا جزیرہ ایک مہلک کھڈ کے عین کنارے پر واقع ہے۔ اور ممکن ہے کہ کبھی کوئی
زلزلہ اس ملک کو اٹھا کر ایک جھوٹے سے پتھر کی طرح اس کھڈ میں پھینک دے۔

دنیا کے تمام بڑے بڑے شہر سمندر کے ان بھیاناک گڑھوں پر واقع ہیں، جنہیں تباہ
کرنے کے لیے معمولی سا زلزلہ کافی ہے۔ مقام تعجب ہے کہ یہ لوگ موت کے جس قدر نزدیک
ہیں اللہ سے اتنے ہی دور ہیں۔ سچ ہے؛

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُ بَرُّهُمْ وَلَا ضَالٌّ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَسِيمٌ
سَاعَةً ۖ لَا يَسْتَقْدِرُونَ ۝ (اعراف ۳۴) آجائے گا تو ایک لمحے کی ڈھیل نہیں دی جاگی۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِ دَعَا لَّهُمُ الْخَلَصِينَ ۚ جَبْ يَهُودَ ۖ جَبْ نَصَارَى ۚ جَبْ مَسِيحِي ۚ جَبْ صُلَاحِقِي ۚ جَبْ
لَهُ الدِّينُ فَلَمَّا نَجَّوهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ (عنکبوت ۶۵) آجائے ہیں تو نہایت خلوص اللہ کو پکارتے ہیں، وہ جہنم کی آگ
پہنچ جاتے ہیں تو وہ ہوس کے غلام بن کر اللہ سے ہٹ جاتے ہیں۔

سمندروں میں مینار روشنی بحری گزرگاہوں پر جہاز رانی میں سہولتیں پیدا کرنے

کے نیے جا بجا مینارِ روشنی نصب کئے گئے ہیں۔

وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ (نحل ۱۶) | استادوں کے علاوہ کچھ اور علما بھی ہیں جن نے عالمی کام لیا ہے۔
اس وقت دنیا میں تقریباً ہزار مینارِ روشنی موجود ہیں۔ انگلستان کے ارد گرد تین سو ہیں اور
امریکہ کے ساحل پر تین ہزار ان میں سے بعض سمندر کے وسط میں چٹانوں پر بنے ہوئے ہیں اور بعض ساحل پر۔

دنیا میں سب سے پہلا مینار اسکندریہ میں آج سے بائیس سو سال پہلے تیار کیا گیا تھا،
ایک صدی بعد رومن نے مختلف مقامات پر مینار بنائے۔ شام میں ساحلِ انگلستان پر صرف
پچیس مینار تھے۔ سمندر کے درمیان پہلا مینار ۱۶۵۶ء میں بنایا گیا تھا جو شام میں دسویں
ہو گیا۔ اٹھارہویں صدی کی ابتدا تک یہ مینار لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ جان سیمٹن
(John Semeaton) پہلا انجینیئر ہے جس نے پتھر استعمال کیا۔ ۱۸۰۶ء میں ابرٹ سڈیون

(Rebett Stenvenson) نے بل راک (Bell Rock) پر جو انجلیپ
(Inchcape) کا حصہ ہے ایک عظیم الشان مینار بنایا جس پر چار سال اور چھ لاکھ پونڈ صرف ہوئے۔
انیسویں صدی کے آخر تک ایک تیل لارڈ آئیل (Lardoil) ان میناروں میں
استعمال ہوتا رہا۔ اس کے بعد انجن کے ذریعے بجلی پیدا کر کے بعض میناروں میں روشنی کا سامان
کیا گیا۔ بہت سے میناروں میں ریڈیو سٹ بھی رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ محققین رجن کی تعداد
تین سے زیادہ نہیں ہوتی، کا دل بہلا ہے۔

بعض میناروں میں بدستور تیل جلتا ہے۔ مثلاً مغربی آسٹریلیا کے جزیرہ کلیمپس (Eclipse)
کا مینار۔ اس کی روشنی میں گیارہ لاکھ ساٹھ ہزار موم بتیوں کی طاقت ہے۔ فرانس کا ایک
مینار جو کیپ ڈی ہیو (Cape de Heve) میں نصب ہے، بجلی سے روشن ہے۔
اور اس کی روشنی میں دو کروڑ پچیس لاکھ موم بتیوں کی طاقت ہے۔

سُفُنَہ | اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ | ارض و سما کی تخلیق، اختلاف لیل و نہار اور کشتیوں
و اختلاف الیل والنہار وَالْفُلَّکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ | میں جو سمندروں میں چلتی ہیں..... اور باب دوش
فِی الْبَحْرِ..... لَا یَتَّخِذُ لِقَوْمٍ عِقَابٌ (رقم ۱۴۷) کے لئے اسباق حیات و قوت موبہور ہیں۔
فَاَنْجِیْنٰہُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰہَا | ہم نے نوح اور دیگر کشتی نشینوں کو بچا لیا اور کشتی کو
اٰیۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (دعکوت ۵) | اہل عالم کے لئے سبق بنا دیا۔

ان دو آیتوں سے ثابت ہے کہ کشتیاں عروج علی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور علم کا
فرض ہے کہ وہ قوم کو جہاز سازی و جہاز رانی کا درس دیں، تاکہ اللہ کی یہ آیات ہمارے
قیام و استحکام کا وسیلہ بن سکیں۔

رگ تاک منتظر ہے تری بارشِ گرم کی

کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ (د اقبال)

ابتداءئے بحرِ پیمانی | ابتدا میں لوگ سمندر کو دنیا کا آخری کنارہ سمجھتے تھے اور اس میں قہر
دھرنے سے ڈرتے تھے۔ ہوتر کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ بارہویں اور تیرہویں صدی (رقم ۱۴۷)
تاک لوگ سمندر سے ڈرتے تھے۔ اس لئے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ پہلی کشتی کسی جہیل میں لی
گئی ہوگی۔ آغاز میں بھاری لکڑیوں اور گھاس کے گٹھوں کو عبور آب کے لئے استعمال کیا گیا تھا
یہ گہا ہی ذرائع دریائیں کے بعض مقامات پر آج بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد بڑے بڑے تنوں
کو کھوکھلا کر کے استعمال کیا گیا۔ افریقہ کی بعض جہیلوں اور سیاؤں نیز برٹش کولمبیا اور جزائر سلیمان
میں آج تک کھوکھلے تنے استعمال ہو رہے ہیں۔ رابنسن کہہ سونے ایک کھوکھلے تنے کو یہ کشتی استعمال
کرنا چاہا۔ لیکن گھسیٹ کر پانی تاکنے لاسکا۔ ۱۹۰۴ء میں برٹش کولمبیا کی ایک جماعت نے ایک کشتی تیار
کی جس سے کیپٹن واس Voss نے تین سال میں تمام دنیا کا چکر کاٹا۔ دریا و جہل میں ایک بڑے ٹوکر

پر چڑھ چڑھا کر اُسے بہ طور کشتی استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بیٹ وقت بیس آدمی سوار ہو سکتے ہیں۔
قدیم جہاز رال | قدیم تاریخ کی سب سے بڑی کشتی حضرت نوحؑ نے تیار کی تھی، جو ۴۵۰ فٹ لمبی، ۵۷ فٹ چوڑی، ۴۵ فٹ اونچی اور پندرہ ہزار ٹن بھاری تھی۔

نتیجہ ق م میں فنیقیوں نے ایسی کشتیاں تیار کیں جن کے ذریعے وہ نہ صرف بحیرہ روم کے ساحلی شہروں سے تجارت کرتے تھے بلکہ جنوب میں ساحلی افریقہ اور شمال میں کارنوال تک جاتے تھے۔

فنیقیوں سے پہلے جزیرہ کریٹ (Crete) بحری مرکز تھا۔ اور ان سے بھی پہلے اہل اٹلانٹس جہاز رانی میں ماہر تھے۔ فنیقیوں کے بعد کارٹھیگی مشہور ملاح ہو گئے ہیں اور اس وقت کہتا ہے کہ یہ لوگ پہلے جہاز ساز تھے، جن کے جہازوں کے ساتھ آٹھ آٹھ چوہے تھے۔

ہمیں مصر کے بعض قدیم مقبروں پر جہازوں کی تصاویر ملی ہیں۔ سن ۱۸۵۶ء میں پرنسپل فلنڈرس پٹری (Flenders Petrie) نے ریفہ کے ایک مقبرے پر سے ایک ایسی تصویر کا عکس لیا، جو سلاطین مصر کے بارہویں سلسلے یعنی تسلیمہ ق م سے تعلق رکھتی تھی۔ اسی شکل کی بعض کشتیاں ساحل ملایا تک پہنچیں، اور دریائے نیل کے بعض حصوں میں استعمال ہو رہی ہیں۔ یہ کشتیاں تقریباً ۹ میل فی گھنٹہ رفتار سے سفر کرتی تھیں۔ ۱۸۶۱ء میں اسی قسم کی ایک کشتی نیولین سوم نے بنائی، جو ۲۰ فٹ لمبی اور ۱۷ فٹ چوڑی تھی۔ اس کا نمونہ پیرس کے عجائب خانہ لوری (Lovere) میں موجود ہے۔

التقاء | کچھ مدت بعد کشتی کے بعض حصوں میں لوہا استعمال ہونے لگا۔ اس قسم کے جہاز ۱۷۰۰ء میں کے ایک محقق نے ثابت کیا ہے کہ آج سے بہت پہلے افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے۔ درمیانی خطہ مملکت اٹلانٹس کہلاتا تھا جو کہ کسی زمانے میں مغرب کی وجہ سے روبرو گیا۔ یہ محقق کہتا ہے کہ مصر کی طرح میکسیکو سے بھی ابراہام آباد ہوئے ہیں۔ نیز افریقہ کے مغربی اور امریکہ کے مشرقی ساحل کی نباتات میں کئی مشابہت ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں براعظم آپس میں ملے ہوئے تھے اور ان پر صدیوں کسی ایک قوم کی حکومت تھی، جن کے آثار تمدن کچھ افریقہ اور کچھ امریکہ میں آج بھی ملتے ہیں۔ (برقی)

پہلی مرتبہ ایرانیوں اور پلوپونسیئنز (Peloponnessians) کی جنگ میں استعمال ہوئے تھے۔ پھر جنگ ایکٹیم (Actium) میں انٹنی نے ایسے جہاز استعمال کئے جن کے ساتھ بیس چپو تھے، اور جن جہازوں میں بادشاہ یا امیر البحر سوار ہوتا تھا، ان کی رسیاں اور چپو رنگ دار ہوتے تھے۔ ان جہازوں کا بقیہ الآثار جھیل نیمی (Lake Nemi) سے دستیاب ہوئے ہیں! ان کے بعض حصے تانبے اور سکنے سے تیار کیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک جہاز ۹۰ فٹ اور دوسرا ۵۰ فٹ لمبا تھا۔ یہ تجارتی جہاز تھے جن میں ۵۰ ٹن غلہ سما سکتا تھا۔ جنگی جہاز قتل چھوٹے ہو کر تے تھے۔

جب روم کا مشہور بادشاہ جولیس سیزر گال (Gaul) پر حملہ آور ہوا تو ساحل انگلستان پر چند جہاز دیکھ کر کہنے لگا کہ "یہ جہاز ہمارے جہازوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔" بحر اوقیانوس کی سطح بحر روم کے مقابلہ میں زیادہ متلاطم رہتی ہے۔ یہاں صرف مضبوط جہاز ہی کام دے سکتے ہیں۔ یہ برطانوی جہاز کھوکھلے تنوں سے تیار کیے گئے تھے۔ آج سے پچاس سال پہلے ایک دوسری قسم کا جہاز لنکن شائر میں برگ (Briggs) کے پاس طاہر سائڈھے اڑتالیس فٹ لمبا اور چھ فٹ چوڑا تھا۔ یہ ایک ایسے تنے سے تیار ہوا تھا جس کا محیط ۸ فٹ تھا۔ یہ جہاز زمانہ حجری (ستلرہ قوم) سے تعلق رکھتا ہے۔ ان لوگوں نے پتھروں سے اتنا بڑا درخت گرا کر کیسے کھوکھلا کیا ہوگا، ہنوز ایک معما ہے۔ جب سیزر نے مسکھہ قوم میں ونٹی (Veneti) قوم پر حملہ کیا۔ اور ان کے زنجیروں سے بندھے ہوئے بڑے بڑے جہاز دیکھے تو کہنے لگا کہ

”ہمارے جہاز ان کے مقابلے میں کھلونے ہیں۔“

نارسمین (Norsemen) اپنے سرداروں کو مرنے کے بعد دو طرح سے رخصت کیا کرتے تھے۔ لاش کو جہاز میں رکھ کر اُسے آگ لگا کر سمندری لہروں کے حوالے کر دیتے، یا اس جہاز کو ساحل کے پاس لاش سمیت دفن کر دیتے۔ مشرقی سینٹ جوزف

(Sandef Iard) کے پاس اس قسم کا ایک جہاز برآمد ہوا جو ۱۹ فٹ لمبا ۱۴ فٹ چوڑا اور ۵۶۰ من وزنی تھا۔

ایک مرتبہ اہل ڈنمارک نے اپنے جہازوں کی بدولت تمام انگلستان کو فتح کر لیا تھا۔ الفرڈ نے کچھ عرصے کے بعد ایک جنگی بیڑا تیار کر کے اہل ڈنمارک کو شکست دی۔ ان کے چھ جہاز بکریئے اور اٹھارہ ڈبوئیے۔ الفرڈ برطانوی جہازوں کا باز آدم سمجھا جاتا ہے۔

سولہویں صدی میں اہل انگلستان نے ایک ایسا جہاز تیار کیا جس میں ۴۰۰ آدمی سفر کر سکتے تھے، چوڑے پہلا فرماں روا ہے جس نے جہازوں کے متعلق ایک ضابطہ قوانین تیار کیا تھا۔ اس کے پاس ۲۰۳ جہاز تھے۔ کنگ جان نے ملاحوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ اور جب ایڈورڈ سوم نے کیلے کا محاصرہ کیا، تو اس کے بیڑے میں ۱۰۰ جہاز اور ۱۴ ہزار ملاح تھے۔ جہازوں کا وزن ۱۰۰ اور ۱۰۰۰ ٹن کے درمیان تھا۔

جہازوں میں پہلے منجیق ہوا کرتے تھے۔ پندرہویں صدی میں توپیں لگ گئیں ہنری ہفتم نے دو ایسے جہاز تیار کرائے جن میں سے ہر ایک کے اندر ۲۲ توپیں تھیں۔ ہنری کے عہد میں وہ مشہور جہاز سینٹ مار تیار ہوا، جس میں سفر کر کے کوئٹس نے نئی دنیا تلاش کی تھی۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں آرک رائل (Ark Royal) تیار ہوا۔ اس میں تین قطب نما اور ۴۰۰ ملاح تھے۔ سترہویں صدی کے آخر میں یورپ کی تمام اقوام کا بیڑا بیس لاکھ ٹن تھا اور آج صر انگلستان کے پاس ۵۰ کڑور ٹن وزن کے جہاز موجود ہیں جس میں سے ہالینڈ کے پاس لاکھ انگلستان کے ہاں پانچ لاکھ اور فرانس کے پاس صرف ایک لاکھ ٹن تھے۔

یہ دیگر الفاظ آج سے دو سو سال پہلے انگلستان ایک کم زور ترین ملک تھا۔ بہادر جوان مرد اور جفاکش انگریزوں نے اسے مہیب ترین سلطنت بنا ڈالا۔ دوسری طرف ہم

آج سے چند سو سال پہلے ایک مہیب ترین قوم تھے، ہمارے نانا بھوں، سست کوشوں، عیاشوں اور وظیفہ خواروں نے ہمیں تباہ کر کے رکھ دیا، لیکن دعاگوں میں محبوب خدا ہونے کا گھمنڈ بدستور باقی ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں جلے پناہ نہیں ملتی۔ ضاقت علیہم الارض بما رحبت (زمین آج اُن پر کشادہ ہونے کے باوجود تنگ کر دی گئی ہے) لیکن خیر الامم ہونے کے بدستور مدعی ہیں:

یا وسعت افلاک میں بجیر مسلسل یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات (اقبال)

آہ! کبھی وہ زمانہ بھی تھا کہ بکرو بریں ہماری طاقت کی دھاک بندھی ہوئی تھی سیلابین زمانہ ہمارا نام سن کر لرز جاتے تھے۔ بڑے بڑے سرکشان گیتی آستانِ خلافت پر حبس لگھا کرتے تھے۔ یورپ ہمارا غلام بن کر اینٹھتا تھا۔ مصر و شام کو ہماری حکومت پر نیاز تھا۔ ہم جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے، اقوام و ممالک کی تقدیریں بدل جاتی تھیں۔ اور ہماری ضربِ شمشیر سے مشرق و مغرب لرزہ بر اندام تھے۔ لیکن آج صرف نجاست، فلاکت اور ادباز جنت کا نشہ اور شفاعت کا خار ہے، وظیفوں کا پنڈار اور تسبیحوں کا گھمنڈ ہے۔ مرد مومن! سوچ جاگ، دیکھ، اٹھ، بڑھ، کہ جہتیں بدستور تیری منتظر ہیں۔ قوت کا سامان ڈھونڈ کہ ضعف موت ہے۔ اپنی حقیقت پہچان کہ اس نادانی میں تو لٹ گیا۔

تیری زمین بے حدود، تیرا افق بے ثغور تیرے سمندر کی موج، دجلہ و دینیوب و نیل
ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق بادہ ہے تیرا حقیق، تیغ ہے تیری اسیل

مردِ سپاہی ہو تو، تیری لہرہ لا الہ

سایہ شمشیر میں تیرے پنے لا الہ (اقبال) قوت

رجوع بہ مطلب | ۱۹۲۶ء میں فرانس نے انگلستان پر حملہ کر کے اس کی جہازی طاقت

فنا کر دی، لیکن باہمت انگریزوں نے صرف نو سال میں ۳۲۸۱ نئے جہاز بنالیے۔ دوسری طرف دیکھئے کہ مسلمان ایران پر ۱۳۴۱ سال سے قابض ہیں اور اس تمام زمانے میں شہزادان حسین ایک لکڑی کی کشتی بھی تیار نہ کر سکے، جاہل مجتہدوں، نااہل ملاؤں، شکم پرست واعظوں اور بے بصیرت پیروں نے انھیں ہمیشہ ہی سمجھایا ہوگا کہ محرم کے دن ایک سو ٹہکانے سے آپ کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس لیے تمام سال عیش اڑائیے، رکنا باز کے کنکے مچھلیں چمکے۔ ساقی مہوش کے خال سیاہ پر سمرقند و بخارا قربان کیجئے اور ساز و چنگ کے ساتھ گاتے جاتیے۔

پدرم خلد بہ یک دانہ گندم بہ فروخت

ناخلف باشم اگر من جوئے نفروشم (حافظ)

جہاز بنانے کی کیا ضرورت ہے، دنیا میں کسے ہمت ہو سکتی ہے کہ وہ حسین کے پیار اور علی کے قلندروں پر حملہ کر سکے؟ اس قوم کے ساتھ ۱۹۴۱ء میں جو کچھ ہوا، دنیا دیکھ چکی ہے۔ دخانی جہاز پہلی دخانی کشتی ۱۸۳۶ء میں جو نیٹھن ہلز نے بنائی تھی، لیکن پوری کامیابی نہ ہوئی۔ کچھ نقائص باقی رہ گئے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں ایک امریکی موجد رابرٹ فلٹن نے ایک سلیم کشتی بنائی جو ہوا کے خلاف ساڑھے چار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلی۔ اسی موجد نے ۱۸۶۱ء میں پانچ سوٹن کا ایک دخانی جہاز بنایا، جس پر ۲۲ ہزار پونڈ خرچ ہوئے۔ اس کے بعد دخانی جہاز اس قدر مقبول ہوئے کہ صرف ۱۸۶۳ء میں جس قدر جہاز انگلستان کی بندرگاہوں پر بغرض تجارت پہنچے تھے، ان میں تیرہ ہزار دخانی تھے۔ اطمینان فرمائیے کہ ان میں اسلامی سفینوں کا ایک جہاز بھی شامل نہ تھا، اس لیے کہ مسلمان یا تو ”ذکر خدا“ یا پرستش صنم میں مصروف تھے، ان غریبوں کو جہاز سازی کی فرصت کہاں تھی۔ اور ضرورت بھی کیا تھی۔ بھلا کسی کی شامت آتی تھی کہ خدا کے پیاروں پر حملہ کرنے کی ہمت کرتا، جس اللہ نے مکہ و کفار مکہ کو بجانے کے لیے پہلو

سے ابرہہ کے پر خچے اڑا دیئے تھے وہ ایران و عرب کے مسلمانوں پر حملہ کرنے والوں کا تو خدا جانے کیا حال بنکے گا؟۔

فَذَرْهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (النعام ۱۱۱) انہیں اپنی گم راہی میں بھٹکنے دو۔
 کاش کہ اس قدر مار کھانے کے بعد بھی مسلمان یہ سمجھ جاتا کہ اللہ بد عمل اقوام کو مٹانے میں نہایت بے نیاز واقع ہوا ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ (آل عمران ۹۶) اگر کوئی نا اہل، کام چور اور قاتل بن جائے تو یاد رکھو کہ بہار کسی قوم عن العلیین (آل عمران ۹۶) کوئی خاص شے نہیں، (دغنی) اور ہم نا اہلوں کو مٹانے میں بہت زیادتی نہیں کرتے۔
 تو تعمیر مستقبل کی کوئی صورت نکل سکتی تھی، لیکن اس کج فہم قوم کا کج دماغ ملا ہر روز مغفرت و شفاعت اور تسبیح و تہلیل کے وہ سہ آتشہ جام قوم کو پلاتا ہے کہ امید پیش معلوم:
 وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کر گسوں میں

اُسے کیا خبر کہ کیلے رہے و رسم شاہ بازی (اقبال)

رجوع بہ مطلب | اہل انگلستان نے ۱۸۰۵ء میں چار ہزار ٹن کا ایک ایسا تیز رفتار جہاز تیار کیا، جس نے بحر اوقیانوس کو چار دن اور سترہ گھنٹوں میں عبور کر لیا۔ ۱۸۰۳ء میں فرانس نے ۶۸ ہزار ٹن کا ایک جہاز بنایا، اسی سال انگریزوں نے ۷۳ ہزار ٹن کا ایک جہاز تیار کیا جس کے انجن میں ۸۰ ہزار گھوڑوں کی طاقت تھی۔ ایک اور جہاز اولمپک کی لمبائی ۵۲ فٹ چوڑائی ۹ فٹ اور اونچائی ۵ فٹ تھی۔ اس میں نوے ہزار گھوڑوں کی طاقت کا انجن لگا ہوا تھا۔ اور اس میں ۸۶ ملائح کام کرتے تھے۔

یہ ہے وہ طاقت، جس کی بدولت اقوام زندہ رہ سکتی ہیں، اور یہی وہ آیات ہیں جن سے زندہ اقوام کا ایمان زندہ رہتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَاقِ (شوری) اسمندر کی سطح پر کوہ بیکہ جہاز اللہ کی آیات ہیں۔
 کم کوش کاہل مسلمان ان آیات سے غافل ہو کر پٹا ہا ہے۔ سلطان ابن سعود کے پاس
 بندر لگا ہیں تو ہیں، لیکن ایک کشتی تک کہیں نظر نہیں آتی۔ خلیج فارس میں ایرانیوں کا کوئی ٹوٹا
 ہوا جہاز بھی نہیں ملتا۔ بحیرہ روم و قلازم میں مصریوں کی کوئی دکانی کشتی تک کھائی نہیں دیتی انصافاً
 کہو کہ ان نااہل اقوام کو جو دانت کے بدلے دانت نہیں توڑ سکتیں، زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل ہے؟
 اللہ نے ہمیں قوت و ہیبت کا بار بار درس دیا تھا:

- (۱) وَلَيَعْبُدَنَّكُمْ وَيَخْلِفُكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِهِمْ إِلَىٰ كُلِّ مَنَافٍ خَلْفًا وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (توبہ ۲۳) | تم دنیا میں یوں رہو کہ لوگ تمہاری تندی کو محسوس کریں۔
- (۲) أَشِدَّ أَعْلَىٰ الْكَفَّارِ (فتح ۲۹) | خدا کی سرکشوں کے ساتھ سخت بنو۔
- (۳) أَنْزَلْنَا الْحَدِيثَ فِيهِ بَأْسٌ (حدید ۲۵) | ہم نے فولا دیجی جو ایک پر ہیبت مہات ہے، اسے استعمال کر کے پر شوکت بنو۔
- (۴) وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ (شوری) | جہاز اللہ کی آیات ہیں۔
- (۵) ... مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِقُونَ (انفال ۹) | تم اپنے اندر وہ قوت پیدا کرو اور تمہاری چھانوں میں گھور
 بہ عَدُوِّ اللَّهِ وَعَدُوِّكُمْ (انفال ۹) | اس گھٹے بند ہو بہوں کہ تمہارا دشمن اور اللہ کے دشمن غش رکھا۔
 لیکن ہم ان اسباق کو بھول گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ دنیا کا سب سے بڑا عمل و نفل میں سب سے بڑا
 جہاد مسجد کے تاریک گوشے میں اللہ کی گردان ہے اور ان معادن و نمازن ارضی کا استغاثہ و مستجاب
 اور مستحسن بلکہ خلافت اسلام ہے، متلع غرور ہے، فنا فی ہے، یہ ہے، وہ ہے، دیکھا آپ نے کہ اس متاع غرور
 کے ترکہ سے ہم کیوں کرتباہ ہوئے اور ہماری شوکت کی لذیر داستان کس طرح افسانہ بن کر رہ گئی۔
 هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ صَافًا، ایہ تو تمہارا اعمال کے فیصلہ کا دن جس پر تمہیں اعتبار نہ تھا۔
 پانی کے چند جہازوں اسمندر میں نہک کیوں ہے؟ یہ سوال علیک طبعی کے ہاں صدیوں نہ بکشت ہا۔
 حال ہی میں ایک مغربی عالم نے اس کی ایک لچپٹ جہ بیان کی ہے۔ نکاس میں یہ خاصیت ہے کہ

وہ گوشت کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ قدیم مصری اقوام اپنے فرماں رواؤں کی لاشوں کو نمک سود کر دیتے تھے تاکہ قبروں میں گل سڑ نہ جائیں۔ ہم اپنے گھروں میں بھی آٹے دن رات گوشت کو صبح تک محفوظ رکھنے کے لیے نمک لگا دیا کرتے ہیں۔ چونکہ سمندر میں ہر روز کروڑوں مچھلیوں اور دیگر آبی جانوروں کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اور ایام جنگ میں ہزاروں انسان سمندر کی بھینٹ چڑھتے ہیں اس لیے اللہ نے سمندر کو تعفن سے محفوظ رکھنے کے لیے نمک کی کثیر مقدار پانی میں شامل کر دی۔ اگر خشکی کے کسی جانور کو پانی میں پھینکا یا جلے تو وہ گل سڑ جاتا ہو۔ قدرت کا کماں ملاحظہ فرمائیے کہ سمندر میں کروڑ ہا آبی جانور موجود ہیں اور وہ گلنے سڑتے نہیں، بلکہ ہر وقت تازہ رہتے ہیں، اللہ نے اس معجزہ تخلیق کی طرف یوں متوجہ فرمایا ہے:

وَمِنْ كُلِّ تَاجُلُوتٍ لِّحَمًا لِّطَافًا۔ (فاطر ۱۲) اور تم سمندروں سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔
ماہی گیری | ابتدائی انسان سمندروں کے کنارے پر آباد تھے۔ اور مچھلیوں سے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدمؑ یمن کے ایک باغ میں رکھے گئے تھے جب وہاں سے نکلے گئے تو غائبانہ انہوں نے بحیرہ قزح کا رخ کیا ہو گا اور اس مقام پر آئے ہوں گے، جہاں آج جدہ آباد ہے اور ممکن ہے کہ مکہ میں بھی پہنچے ہوں۔ تاریخ مکہ میں درج ہے کہ سب سے پہلے آدمؑ نے کعبہ بنایا۔ یہ روایت صحیح ہے یا غلط، مورخ ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا۔ ہاں مختلف سیاحوں نے ہمیں اتنا بتلایا ہے کہ جدہ میں جناب عوٰذ علیہا السلام کی قبر موجود ہے اور جدہ کا نام اس حقیقت پر شاہد ہے۔ جدہ عربی زبان میں دادی کو کہتے ہیں، چوں کہ یہاں نفع انسان کی دادی کی قبر تھی۔ اس لیے یہ مقام جدہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ علمائے نفع انسان کا خیال ہے کہ حضرت آدمؑ بھی عموماً مچھلیوں پر گزر اوقات کرتے ہوں گے۔

ابتداء میں لوگ تیر و کمان سے مچھلی کا شکار کھیلتے تھے۔ اس کے بعد جال اور پھر کانٹا

ایجاد ہوا۔ اہل روما و یونان پہلی اقوام ہیں جو مچھلیوں کو برسوں محفوظ رکھنے کا طریقہ جانتی تھیں۔
 اور دور دراز ممالک کے ساتھ تجارت کیا کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ انگلستان نے ماہی گیروں میں
 شہرت حاصل کی۔ ۱۷۵۰ء میں انگلستان کے ۵۰ ہزار ماہی گیری میں مصروف تھے، جو شکا
 کے نئے ساحل سے چھ سو میل دور نکل جاتے تھے اور پس لاکھ پونڈ سالانہ ماہی گیری سے وصول کرتے
 تھے۔ کینیڈا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک دوسرے کے ہاں مچھلی پکڑنے پر برسوں جنگ ہی آخر
 ۱۷۸۰ء میں معاہدہ واشنگٹن ہوا جس کی ذمہ داری ان ممالک ایک دوسرے کے ہاں ماہی گیری کی اجازت مل گئی۔
 جوں کہ کینیڈا کی مچھلی زیادہ اچھی ہوتی ہے اسلئے پھر انی چھڑ گئی اور ۱۸۵۰ء میں برطانیہ نے
 امریکہ سے چین کر وڈ ریچاس لاکھ پونڈ معاوضہ لے کر کینیڈا کے پانی میں صید ماہی کی رعایت دے دی۔
 لیکن ۱۸۹۰ء میں پھر کسی امریکی اختلاف ہو گیا اور امریکہ اس رعایت سے محروم کر دیا گیا۔
 ماہی گیروں نے برطانوی بیڑے کو دنیا کا عظیم ترین بیڑا بنا دیا ہے۔ یہ ملاح چھوٹی
 چھوٹی کشتیوں کے ساتھ سمندر کی مہیب موجوں میں شکار کھیلتے ہیں۔ یہ اوقیانوس کے چبے
 چبے سے واقف ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ جہاں کھاں ہیں۔ اور دیگر خطرناک مقامات کس طرف
 ہیں اور آج ہی لوگ برطانوی بیڑے میں ملاحی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مختلف ممالک میں ماہی گیروں کا تناسب:

۱۔ انگلستان — ہر ۱۱۲ آدمیوں میں سے ایک ماہی گیر ہے۔

۲۔ آئرلینڈ — ہر ۲۰۰ آدمیوں میں سے ایک ماہی گیر ہے۔

۳۔ سکاٹ لینڈ — ہر ۷۶ آدمیوں میں سے ایک ماہی گیر ہے۔

۴۔ ناروے — ہر ۱۶ آدمیوں میں سے ایک ماہی گیر ہے۔

جاپان ماہی گیری میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں ہر سال ایک کروڑ اسی لاکھ پونڈ

کی مچھلی پکڑی جاتی ہے۔ چند دیگر ممالک کے اعداد یہ ہیں:

- ۱۔ امریکہ۔ ایک کروڑ ستر لاکھ پونڈ۔ ۲۔ فرانس۔ ایک کروڑ چھتر لاکھ پونڈ۔
- ۳۔ انگلستان۔ ایک کروڑ چاس لاکھ پونڈ۔

دنیا میں ہر سال بیس کروڑ پونڈ کی مچھلی پکڑی جاتی ہے، اگر ایک پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہو تو یہ رقم تین ارب و پینہ بنتی ہے جو مرکزی حکومت ہند کے سالانہ محاصل سے دو چند ہے۔ صید ماہی کے لیے جو کشتیاں استعمال ہوتی ہیں ان کو ٹرالر کہا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ۱۳ فٹ لمبے، ۱۰ فٹ چوڑے اور ۲۵ فٹ گہرے جال ہوتے ہیں۔ یہ ٹرالر معمولی بادبانی جہازوں سے اتنی گنا زیادہ مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ایسے ٹرالر برطانیہ کے پاس تقریباً ۱۰۰، جرمنی کے ہاں ۵۰۰، فرانس کے پاس ۳۰۰، ڈنمارک، ہالینڈ، اور یٹیم کے پاس کل ۴۰۰ ہیں۔ ان کے علاوہ میں صرف انگلستان نے ۱۸ لاکھ بارہ ہزار پانچ سو من مچھلی پکڑی تھی۔

یہاں شاید یہ عرض کر دینا بے جا نہ ہو گا کہ دنیا میں اسلامی سلطنتوں کا بھی وجود ہے جو تمام کی تمام سمندروں کے سوا حل پر واقع ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے کبھی کوئی مچھلی نہیں پکڑی۔ بچا رہے کریں کیا۔ کم نخت پکڑائی نہیں دیتیں، بھاگ جاتی ہیں۔

ویل مچھلی ایل پانی میں منہ کھول کر تیرتی ہے۔ جب اس سرنگ میں کئی جانور داخل ہو جاتے ہیں تو منہ کو بند کر لیتی ہے۔ ایک ویل کی چربی سے اتنا تیل نکلتا ہے کہ اٹھارہ اٹھارہ سیر کے دو سو پچھتر ٹین بھر جاتے ہیں۔

ویل پکڑنے کی کشتیاں خاص قسم کی ہوتی ہیں۔ جن کی تعداد کچھ عرصہ پہلے مختلف ممالک کے پاس یہ تھی:

سال	ملک	تعداد	سال	ملک	تعداد
۱۹۸۰ء	ہالینڈ	۲۶۶	۱۹۸۰ء	امریکہ	۶۷۸

۱۸۱۵ء برطانیہ ۱۶۴۲ء اسلامی سلطنتیں = سکیم زیر غور ہے ۶۹۹ء
 ۱۸۹۵ء میں ایک جہاز آرکٹک (Arctic) نے دس ویں ٹھیلیاں پکڑیں جن
 کی ٹڈیاں چودہ سو من تکلیں جو بیس ہزار پونڈ میں فروخت ہوئیں اور ان کی چربی سے ۲۵۲ من تیل نکلا۔
 ویل گھنٹہ بھر سانس لیے بغیر پانی کی تڑپ میں رہ سکتی ہے جب شکاری دُور سے ویل کو دیکھ
 پاتے ہیں تو دوڑ کر آجاتے ہیں۔ جو نہی کہ یہ سانس لینے کے لیے دوبارہ سر باہر نکالتی ہے، تو شکاری
 توپ سے فائر کر دیتے ہیں۔ گولہ (جو مضبوط تاروں سے جہاز کے ساتھ بندھا ہوا ہوتا ہے)
 ویل کے جسم میں گھس جاتا ہے۔ یہ بدک کر بھاگ نکلتی ہے اور کئی سو میل تک جہاز کو بھی گھسیٹنے
 پھرتی ہے۔ شکاری لگانا فائر کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ نڈھال ہو کر رہ جاتی ہے۔
 ویل کے چمڑے سے مٹینوں کے پٹے بنتے ہیں، اور خون سے کھاد کا کام لیا جاتا ہے
 مسلمانوں کو ویل کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ان کے پاس مٹینیں ہیں اور اتنی بلند مزاج نہ مٹینیں۔
 جنوبی افریقہ میں آج کل سولہ ویس روڑا نہ پکڑی جاتی ہیں۔ اور ان کی تعداد کم ہو رہی
 ہے۔ ایک ویل ایک وقت میں ایک ہی بچہ دیتی ہے۔ اور وہ پچاس سال میں جوان ہوتا ہے
 ہر ویل کم از کم اسی فٹ لمبی اور ساٹھ فٹ موٹی ہوتی ہے۔
 دریائی سانپ (Deadalus) جہاز کے کپتان نے ۱۸۴۸ء میں ساٹھ
 لمبا سانپ دیکھا۔ ۱۸۶۲ء میں سسلی کے پاس اسبورنی (Osborne) جہاز کے کپتان
 نے ایک سانپ دیکھا جس کی پیٹھ پندرہ سے بیس فٹ تک چوڑی تھی، اور اس کا جسم پچاس
 فٹ تک نظر آ رہا تھا۔ ۱۸۷۸ء میں امریکہ کے ایک جہاز ڈریفٹ (Drift) کے ملاحوں نے
 کیپ کاڈو (Cape Cod) کے پاس ایک سانپ دیکھا جو پانی (بھرا) اور ہر فٹ سیدھا کھڑا
 ہو گیا۔

عجائبات ایرٹش سٹار فش (ایک قسم کی مچھلی) ایک سال میں بیس کر ڈرائنڈے دیتی ہے

(۲) نارویل کا ایک دانت چھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔

(۳) کچھوے کی عمر تقریباً سو سال ہوتی ہے۔

(۴) پیلو ایک بیس فٹ لمبے سانپ کا نام ہے۔ یہ ساحلی پہاڑوں میں رہتا ہے۔ ہر سال اکتوبر میں ساحل پر آ کر کسی چٹان کو منہ سے پکڑ لیتا ہے اور اپنی لمبی دم کو پانی پر پھیلا دیتا ہے۔ لہروں کے ہچکولوں سے یہ دم ٹوٹ جاتی ہے، اس میں انڈے ہوتے ہیں جو کہیں دور جا کر بچے بن جاتے ہیں، اس کا زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے سال پھر اسی مشق کا اعادہ کرتا ہے۔

(۵) بحر چین کی ایک مچھلی میں ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اُسے کوئی کھالے تو ہنستے ہنستے مرجاتا ہے۔ اس مچھلی کی فروخت ممنوع ہے۔ قدیم زمانہ میں جب کسی امیر کو موت کی سزا دی جاتی تھی تو اُسے یہ مچھلی کھلائی جاتی تھی۔

(۶) ایک مچھلی ایسی بھی ہے جس کی دم موم بتی کی طرح جلتی ہے اور اس میں سے ۵۰۰ موم بتیوں کی روشنی نکلتی ہے۔

(۷) مچھلی کے جسم میں ایک پپ لگا ہوتا ہے، جب وہ ہوا کو اندر پینچتی ہے، تو پانی ہلکی ہو کر سطح پر آ جاتی ہے۔ اور جب ہوا کو خارج کر دیتی ہے، تو بھاری ہو کر نیچے چلی جاتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنا کر اپنی قوم کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً زندگی کا سبق دیا تھا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ إِبْرَاهِيمَ نَبِيُّهُ وَهِيَ الْقَوْتُ (اور ہیبت والا) دین عطا
نُوحًا۔ (شوری: ۱۱) اِکھا ہے، جو نوحؑ کو دیا تھا۔

لیکن کسی نے فائدہ نہ اٹھایا، قوم نوحؑ کو مٹا دیا گیا، اور قوم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مٹا رہی ہے۔

وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُعْرِضُونَ ۚ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَ
مَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلِّ فَقُلِ الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا
مُبَارَكًا ۚ أَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۚ
إِنِّي ذُلِيلٌ لَا بَيْتَ وَ إِنْ كُنَّا
لَمُبْتَلِينَ ۚ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِ
هُمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۚ

(مومنین ۷۷ تا ۸۳)

ہم نے نوحؑ کو کہا تھا کہ ظالموں کی سفارش ہمارے
ہاں مت کرنا کہ وہ غرق ہو کر رہیں گے جب تمہارا
تہذیبہ ساتھی جہاز میں سوار ہو جائیں تو سب کو
اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ظالموں سے ہمیں نجات دلائی۔
اے رب! اب میں کسی مبارک مقام پر اتارنا۔ نوحؑ کے
اس واقعہ میں کچھ اسباق پہاں ہیں۔ قوموں کو ابتلا
میں ڈالنا ہمارا کام ہے اور اس لیے ہم مسلمانوں کو بھی
اس ابتلا میں ڈالیں گے۔ اگر ان لوگوں نے سمندر پر قبضہ
کر کے نجات حاصل کر لی تو فہا و نہ ہم انہیں مٹا دیں گے
جس طرح کہ قوم نوحؑ کو مٹا دیا تھا) اور ہم نے قوم نوحؑ
کے وارث ایک اور قوم کو بنا دیا تھا۔

باب (۷)

صحیفہ فطرت کے چند اوراق

آغاز تخلیق | اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا ۖ كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ ارْجِعُوا إِلَىٰ آلِ الْآزْوَاجِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
 (شواہد کا معائنہ کرنے کے بعد آغاز آفرینش کا کھوج لگائیں۔)

علمائے فطرت کا خیال یہ ہے کہ آغاز فطرت میں ہر طرف دُھواں ہی دُھواں تھا۔ یہ دُھواں دراصل وہ ترکیبی عناصر تھے جن سے آسمان و ایشروغیرہ تعمیر ہوئے تھے۔ آفتاب و دیگر کواکب کی تشکیل کے بعد ایک بہت بڑا ستارہ سورج کے قرب و جوار سے گزرا۔ زور کشش سے ایک ٹکڑا علیحدہ ہو گیا جو تقریباً ساڑھے نو کروڑ میل دور جا کر ٹھہر گیا۔ اس ٹکڑے کا نام زمین ہے۔ یہ زمین آغاز میں گھلے ہوئے لوہے کی طرح تھی۔ ہزار ہا صدیوں کے بعد قشر زمین ٹھنڈا پڑ گیا۔ لیکن اندر سے زمین بدستور ویسی ہی گرم ہے۔

اگر ہم زمین کے اندر اترنا شروع کر دیں تو ہر تیس میٹر (میٹر = ۳۹ انچ) کے بعد زمین کا درجہ حرارت ایک کے حساب سے بڑھتا جائے گا۔ ۳۰ میٹر کی گہرائی میں درجہ حرارت دس ہو گا۔ ۳۰۰ کی گہرائی میں سو اور تیس ہزار کے عمق میں ایک ہزار تک پہنچ جائے گا۔ جب زمین سورج سے الگ ہوئی تھی، اُس وقت اُس کا درجہ حرارت دس ہزار سے اوپر تھا۔ بیس لاکھ سال کے بعد قشر زمین جس کی موٹائی ۹۰-۱۰۰ گز ہے، ٹھنڈا ہو گیا۔ اور زمین مختلف مائع طے کرنے لگی۔ درجہ اولیٰ

میں معادن کی تشکیل ہوئی۔ یہ معادن پہلے دُخانِ صخرہ میں ہر سو پریشان تھے درجہ ثانیہ میں طوفان آئے اور لازل کی بدولت پہاڑ تعمیر ہوئے۔ حالتِ سووم میں نباتات کا آغاز ہوا اور حالتِ چہارم میں زندگی نے جنم لیا۔

سونے اور چاندی کے مہتمم | مختلف معادن کو کیسی صورت میں تبدیل کرنے کے لیے مختلف درجہ حرارت کی ضرورت ہے۔ مثلاً:

۱۔ سکے کو گیس میں تبدیل کرنے کے لیے ۲۲۶ درجہ حرارت درکار ہے۔

۲۔ المونیم = = = ۲۶۵ = = =

۳۔ چاندی = = = ۹۰۴ = = =

۴۔ تانبے = = = ۱۰۵۴ = = =

۵۔ سونے = = = ۱۰۷۵ = = =

جب زمین سوِج سے علیحدہ ہوئی تھی تو بہت گرم تھی۔ نتیجتاً یہ معادن بار بار گیس بن کر فلک کی طرف اٹھتیں۔ خنک فضاؤں میں پہنچتے ہی دوبارہ زمین پر ٹپک پڑیں اور پھر گیس میں تبدیل ہو کر اوپر چلی جاتیں۔ لاکھوں برسوں تک بادل زمین پر سیم و زر کی بارشیں برساتے رہے۔ بعد میں جب تشر زمین سرد پڑنے لگا تو یہ دھاتیں بھی منجمد ہونے لگیں۔ سب سے پہلے سونا پھر تانبا اور آخر میں سکہ منجمد ہوا، تا آنکہ زلزلے آئے اور یہ معادن زمین میں دب گئیں۔

مذہب سنہ | تفصیل بالا کا حاصل یہ ہے کہ کائنات کو ارتقا کے چھ درجوں سے گزرنے پر لازماً

۱۔ عناصر ترکیبی دُخان کی صورت میں نمودار ہوئے۔

۲۔ ان عناصر سے اجرام سماوی پیدا کئے گئے۔

۳۔ آفتاب سے زمین نکلی۔

ثُمَّ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ (۱) لوگو! کیا تمہاری تکوین و شواہد ہی آسمانوں کی؟
 سَمَكُهَا فَسَوَّاهَا وَ أَغْطَشَ لَيْلُهَا وَ أَخْرَجَ (۲) اللہ نے آسمانوں کو بلند کر کے رُخ کی ساخت پر لٹھاسے
 خُطْمُهَا وَ الْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا (۳) اُٹل کی پھر شب روز کا انتظام تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے بعد
 أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَ مَرْعَاهَا وَ الْجِبَالُ أَوَّسَهَا بِجَبَاهَا وَ نَبَاتَاتٌ أَوْ بَهَارُهَا وَ السَّيْرُ (۴) اور یہ چیزیں تمام ذی حیات کے لیے مدار زندگی ہیں۔
 مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِعَاصِمِكُمْ (۵) (نازعات، ممتا ۳۳) اور یہ چیزیں تمام ذی حیات کے لیے مدار زندگی ہیں۔
 چھ (ستہ) اعداد کی تین قسمیں ہیں: (۱) زائد (۲) ناقص (۳) اور کامل۔ عددِ زائد میں اعداد
 ضرب کا مجموعہ اصل سے زائد ہوتا ہے، مثلاً ۱۲۔ اس کے اعداد ضرب یعنی جن پر تقسیم ہو سکتا ہو یا
 جن کا حاصل ضرب ۱۲ ہوتا ہے ۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۱۲ ہیں، جن کا مجموعہ ۱۶ ہے۔ عددِ ناقص میں اعداد ضرب
 کا مجموعہ اصل سے کم ہوتا ہے، مثلاً ۸، اس کے اعداد ضرب یعنی ۱، ۲، ۴ کا مجموعہ ۷ ہے عددِ کامل میں
 اعداد ضرب کا مجموعہ اصل کے برابر ہوتا ہے، مثلاً ۶، اس کے اعداد ضرب یعنی ۱، ۲، ۳ کا مجموعہ ۶ ہے۔
 اعدادِ کاملہ اکیس لاکھ تک صرف ۶ ہیں، یعنی عددِ کامل چھ حسبتوں میں اکیس لاکھ تک پہنچا۔
 اسی طرح جب کائنات چھ زمانوں سے گزر چکی تو دنیا میں کم و بیش اکیس لاکھ قسم کے نباتات
 حیوانات و جمادات پیدا ہو گئے اور یہ انواع چھ کے عدد کی طرح ہر لحاظ سے مکمل تھیں۔
 اعدادِ کاملہ دس سنگھ تک صرف ۷ ہیں، یعنی:

(۱)	۶
(۲)	۱۸
(۳)	۴۹۲
(۴)	۲۹۴۸
(۵)	۱۳۰۸۱۶
(۶)	۲۰۹۶۱۲۸

- (۷) ۳۳۵۵.۳۳۳۴
 (۸) ۵۳۶۸۵۴۵۲۸
 (۹) ۸۵۸۹۸۶۹.۵۶
 (۱۰) ۱۳۷۲۳۸۶۹۱۳۲۸
 (۱۱) ۲۱۹۹.۲۲۲۲.۴۹۷۶
 (۱۲) ۵۴۲۹۲۹۹۳۴۶۴۴.۰۹۶
 (۱۳) ۳۵۱۷۲۳۹۷۸۹۲۵۲۸
 (۱۴) ۹۰۰۷۱۹۹۱۸۷۳۲۲۲۸
 (۱۵) ۱۴۴۱۱۵۱۸۷۸.۷۴۲۰.۴۸۶
 (۱۶) ۲۳۰.۵۷۴۳۰۰۸۱۳۹۹۵۲۱۲۸
 (۱۷) ۳۶۸۹۳۴۵۸۱۴۳۴۲۴۱۳۵۹۳۶

زمینوں کی تعداد | موجودہ علمائے فلک کا خیال یہ ہے کہ کائنات میں کم و بیش تیس کروڑ زمینیں چکر کاٹ رہی ہیں۔ اس نظریے کی بنیاد اس مشاہدے پر رکھی گئی ہے کہ فضا میں شمس کی تعداد دس کروڑ ہے۔ اور ہر سو بج کے ارد گرد کم و بیش تین زمینیں گھوم رہی ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ جُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر: ۳) | اللہ کے لشکروں کا علم صرف اللہ ہی کو ہو سکتا ہے۔

جہنم | بعض کتب احادیث میں مذکور ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے، اور دوسری طرف علمائے جدید نے ثابت کیا ہے کہ لہجہ زمین میں ۱۰۰ سو درجہ حرارت کی آگ موجود ہے۔ آتش فشاں پہاڑوں کے منہ سے جو معادن باہر نکلتی ہیں، وہ اندرونی آگ کی وجہ سے گھبلی ہوئی ہوتی ہیں، جہنم کا تصور یوں کر سکتے ہیں کہ ایک شدید زلزلے کی وجہ سے لہجہ زمین باہر آ جاتا ہے اور

ہر طرف آگ کے موج سمندر لہریں لینے لگتے ہیں۔ پس یہی جہنم ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي آتَاكُمْ الْقِيَامَةَ وَالْآخِرَةَ إِنَّكُمْ لَعِندَهُ لَمُحْسَبَاتٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (ج. ۱۰) | خوفناک چیز ہوگی۔

اندازہ یہ ہے کہ اگر زمین کا بطن باہر آجائے تو دفعۃً تمام سمندر کھولنے لگ جائیں۔ نباتات و جمادات میں آگ بھڑک اٹھے اور تمام فضا سرخ چنگاری کی طرح دیکھنے لگے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ قیامت کے دن کوئی تازہ زمین کسی آفتاب سے نکال لائے جو بے انتہا گرم ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس روز سورج زمین کو اس قدر قریب کھینچ لے کہ لوہا کی بھٹی کا سماں بندھ جائے۔

بہر حال کسی کو یقینی علم حاصل نہیں کہ اُس وقت کیا کیفیت ہوگی، اس لئے کہ

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان ۳۴) | قیامت کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے۔

ہماری زمین کی عمر اقصیٰ میں چند مقامات سے چار ہزار پہلے کے گھر پر آمد ہوئے ہیں

ایک گھر کی دیوار پر اُس عہد کی زبان میں یہ الفاظ کندہ ہیں:

”جولیا میری پیاری جولیا، ایک حسین اور چھوٹا سا سور ہے“

ایک اور قبر پر یہ الفاظ منقوش ہیں:

”اس میں بغیر اس کے کوئی اور عیب تھا کہ مجھے جھوڑ کر بیاں آگئی۔“

ان فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا انسان دماغی ساخت اور

انداز تخیل میں ہم سے مختلف نہ تھا، بلکہ وہ ہماری ہی طرح متمدن و مہذب تھا۔ چونکہ نسل

انسانی کو ابتدائی دور وحشت سے گزر کر منازل تمدن تک پہنچنے کے لیے ہزار ہا قرن

درکار ہیں، اس لیے بائبل کی بتلائی ہوئی انسانی عمر (۴۰۰۰ سال) درست نہیں ہے۔

۱۰ میرا مقصد یہ ہے کہ بائبل کے سال کو ۳۵۰۰ دن کے برابر سمجھنا درست نہیں۔ اللہ کے دن اور سال بہت لمبے ہوتے ہیں، ورنہ حاشا و کلام انہی کی تکذیب منظور نہیں۔ (برقی)

لارڈ کلون کے ہاں زمین کی عمر دو کروڑ سال ہے اور اس نے اس نظریے کی بنیاد زمین کی مختلف بیرونی حالتوں اور اندرونی درجہ حرارت پر رکھی ہے۔ اس کے خیال میں زمین کا بیرونی قشر بیس لاکھ سال میں ٹھنڈا ہوا تھا۔

بعض علمائے طبقات الارض کی رائے یہ ہے کہ زمین کی اندرونی تہوں میں ریڈیم کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ چونکہ ریڈیم حرارت پیدا کرتا ہے، اس لیے زمین کا پیٹ گرم ہے، لیکن لارڈ کلون اس نظریے کے ساتھ متفق نہیں۔ چنانچہ ایک خط (جو ۱۹۰۷ء میں لکھا گیا) اور برٹش ویکلی میں شائع ہوا) میں لکھتے ہیں:

”یہ بات قطعاً ناقابل یقین ہو کہ سو لیج اور زمین ریڈیم کی وجہ سے گرمی و روشنی دے رہے ہیں۔“

پروفیسر جولی کا اندازہ | آغاز آفرینش میں جب سہی دفعہ سمندر بنے، تو ان کا پانی میٹھا تھا۔ پھر برساتی نالوں اور دریاؤں (جو ادھر ادھر سے سوڑا لاتے ہیں) کی وجہ سے رفتہ رفتہ نمکین ہو گیا۔ پروفیسر جولی نے سالہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد اعلان کیا کہ ہر سال دنیا کے تمام دریا اور نلے سمندروں میں سو لاکھ ٹن نمک کا اضافہ کرتے ہیں اور اس وقت سمندروں کے نمک مجموعی وزن ۴۴۰۰۰۰۰۰ ٹن پر چس کے جمع ہونے پر نو کروڑ برس صرف ہوئے۔ اور یہی زمین کی عمر ہے۔
تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں (اقبالؔ)

آغاز حیات | حیوانات و نباتات کا خوردبینی معائنہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بے حجاب ہو چکی ہے کہ تمام حیوانات و نباتات خلیوں سے بنے ہیں۔ ان میں سے بعض واحد الخلیہ ہیں اور بعض کثیر الخلیہ۔ یہ خلیے سمندر کے ایک مچھلی والے مادے نخرمایہ سے تیار ہوتے تھے، جو سمندر کے ساحل پر ملتا ہے۔ سب سے پہلے اس نخرمایہ سے ایمبیا (Amoeba) بنا، ایمبیا ایک واحد الخلیہ جانور ہے جو صرف

کیچڑ میں ملتا ہے۔ اس کے بعد دو تین چار بلکہ ہزاروں اور کروڑوں خلیوں و جانوروں وجود میں آئے، جن میں تمام حیوانات نیز انسان بھی شامل ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا هُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ۔ (صافات ۱۱) | ہم نے انہیں لیسدار کیچڑ (ساحلی دلدل) سے پیدا کیا۔

حیوانات کا موجودہ تنوع اس واحد الخلیہ مخلوق کے ارتقا و استعمار کا نتیجہ ہے۔

رَبِّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ | اللہ نے تمہیں واحد الخلیہ جانور سے پیدا کیا اور
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ (نساء۔ ۱) | اسی سے اس کی مادہ نکالی۔

ایمیبیا کے تکوینی اجزاء یہ ہیں: کاربن، نائٹروجن، آکسیجن، ہائیڈروجن۔ اور یہی ہمارے اجزاء تعمیر ہیں۔ پانی اور ہوا کے عناصر تکوینی بھی یہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوانی زندگی کی ابتدا سمندر سے ہوئی تھی۔

تو ریت باب پیدائش میں رُج ہے۔

”پھر ہم نے پانیوں (سمندر) کو حکم دیا کہ جان دار و متحرک مخلوق پیدا کرو۔“

قرآن حکیم میں مذکور ہے:

إِنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا | آسمان میں رخص و سما کا بیوی ایک تھا پھر ہم نے اُسے علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف
فَعَقَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَاهُم مِّن مَّاءٍ مَّحْيٍ | دنیا میں بنا ڈالیں اور جان دار اشیاء کو پانی (سمندر) سے پیدا کیا۔

یہ واحد الخلیہ مخلوق (ایمیبیا) مندرجہ ذیل مدارج سے گزر کر تکوین آدم پر منتہی ہوئی:

۱۔ ان خلیوں سے پہلے نباتات بنے۔

۲۔ پھر حیوانی نباتات نمودار ہوئے یعنی ایسے نباتات جن میں حرکت، معدہ اور بعض

حیوانی اعضا تو موجود تھے، لیکن دیکھنے سننے اور سونگھنے سے محروم تھے۔ مثلاً اخطبوط اور فوسٹ

۳۔ پھر رنگنے والے کیڑے پیدا ہوئے جو فوسٹ سے زیادہ مکمل تھے۔

۴۔ اس کے بعد اصداق اور جونکیس وجود میں آئیں

۵۔ پھر سلطان البحر نے جنم لیا اور ساحل پر کچھ نظر آنے لگے۔

۶۔ اس کے بعد مچھلیوں، مگر مچھروں اور دیگر حیواناتِ آبی کا دور آیا۔

۷۔ پھر زندگی نے خشکی پر قدم رکھا۔ کیڑوں، مکوڑوں، پرندوں اور چوپایوں کے بعد انسان کی باری آئی اور فوراً:

خبرے رفت ز گردوں بہ شبستانِ ازل

حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد (اقبالؒ)

الغرض زندگی پانی کی پیداوار ہے۔ پہلے ایک خلیہ تھی، پھر سفنجیہ، پھر شعاعیہ اور

پھر پلامیہ بنی۔ اس کے بعد حشرات، ویدان، عناکب، طیور اور حیواناتِ سفلی و علوی کے

منازل سے گزر کر انسانی عظمتوں تک جا پہنچی۔ انسانوں میں بعض وحشی، بعض عقلا، بعض

اولیاء اور بعض انبیاء ہیں، پتہ نہیں چلتا کہ راہِ وار حیات کی آخری منزل کون سی ہے۔

وَاَنْتَ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (نجم ۴۲) اور بے شک تمہاری آخری منزل خیاںِ قدس تک ساجی ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سمیے جاتے ہیں

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے (اقبالؒ)

رحمِ ارحمِ مادر میں بالکل وہی عناصر موجود ہیں، جو سمندر میں ملتے ہیں، اور درجہ حرارت بھی

وہی ہے۔ ماہرینِ تولید نے ہزار ہا تجارب و مشاہدات کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کیا،

کہ جس طرح آغاز میں زندگی مختلف مدارج سے ہوتی ہوئی منزلِ انسانیت تک پہنچی تھی، اُسی

طرح کا ایک حیرت انگیز سلسلہ ماں کے پیٹ میں بھی کار فرما ہے۔ نطفہ رحمِ مادر میں پہلے ایک

خلیہ سا ہوتا ہے، اس کے بعد چند مدارج سے گزر کر جو ناک بنتا ہے۔ پھر سینڈک کی شکل اختیار

کر لیتا ہے، پھر یہ تدریج کی طرح ایک جو پچ سی نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے بعد چوپاؤں کی صورت بدلتا ہے۔ جو تھکے سینے میں سر و بازو کے ہمراہ ایک چھوٹی سی دُم نکلتی ہے، جو پانچویں مہینے میں غائب ہو جاتی ہے، چھٹے مہینے میں زود مادہ کی تمیز ہوتی ہے، آٹھویں میں آنکھیں کھلتی ہیں اور سر پر بال اُگ آتے ہیں۔

الغرض انسان کا بچہ تمام اُن منازل سے گزرتا ہے، جن سے زندگی کو آغازِ آفرینش سے گزرتا پڑا تھا۔ ابتدائی مراحل میں انسانی بچہ دیگر حیوانات کے بچوں سے تمیز نہیں کیا جاسکتا۔ ان مدارج میں سے بعض کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۚ
ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَلَسْنَا الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۖ فَلَبَّاءُ رَبِّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (مومن ۲ تا ۱۴)

اس آیت میں چار لفظ قابلِ غور ہیں:

۱۔ سُلَالَةٍ، اس لفظ کے معنی الفرادِ الدریہ میں یوں دیئے ہوئے ہیں۔

سلالة (Offspring) یعنی بچہ

(Essence) یعنی جوڑ

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ایمیا کیچڑ میں جنم لیتا ہے، یعنی وہ کیچڑ کا بچہ اور جوڑ ہوتا ہے۔

۲۔ عَلَقَةً۔ اس لفظ کے معنی جونک بھی ہیں عَلَقَ (اُسے جونک لگانا گئی)، آ عَلَقَ

(اُس نے جونک لگانا)۔

۳۔ مُضْغَةً۔ اس کے مشتقات میں سے ایک لفظ ”مضیغہ“ ہے۔ جس کے معنی بازو

اسپ ہیں، ہم عرض کر چکے ہیں کہ رحم مادر میں ایک منزل پر بچہ جو پائے کی صورت اختیار کر لیتا ہے

۴۔ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ۔ رحم مادر میں بچہ پہلے جونک، پرندے، اور حیوان کی شکل میں ہوتا ہے۔ آخر میں جب اُسے انسانی صورت عطا ہوتی ہے، تو یہ حقیقتہً ایک نئی تخلیق ہوتی ہے۔

آیت کا ترجمہ ”ہم نے آغاز میں انسان کو کیچڑ کے بچے یعنی ایمیبیا سے پیدا کیا، اور اب اس کی

تولید کا سلسلہ رحم مادر سے جاری کر دیا ہے۔ پہلے ہم نطفہ کو جونک (عنقہ) کی شکل

میں تبدیل کرتے ہیں۔ پھر جونک کو گوشت کا نوخیز (گھوڑے سے مشابہ) بناتے ہیں

پھر ہڈیاں پیدا کر کے، اور گوشت چڑھاتے ہیں۔ اور اُس کے بعد ہم اُسے انسانی

صورت دے کر باہر نکال لاتے ہیں۔ وہ بہترین خالق کس قدر قابل تعریف ہے۔“

علماء کا خیال یہ ہے کہ شروع میں انسان کی پیدائش خطا استوی کے قریب سمندر

کے ساحل پر ہوئی تھی۔ انسانی رحم نے نہ صرف اس حرارت کو محفوظ رکھا، بلکہ وہ تمام

عناصر بھی یہاں موجود ہیں، جو سمندروں میں ملتے ہیں۔

اللہ اکبر! تخلیق و تکوین کے جس منظر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھو، ایک اکمل و اتم نظامِ حیات

نظر آتا ہے۔ جس کی تفسیر کا نام معرفت ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ انسان اُس شاہدِ مجملہ نشیں

کو ڈھونڈ کر بے نقاب کر دے۔

فارع نہیں بیٹھے گا عالم میں جنوں میں۔

طیا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک (اقبال۔ قدس سرہ)

ایوان کائنات کی نشیں | اس کا ہر منظر لالہ صحرائے لے کر عرش کے تارے تک ذرات

برقیہ سے تعمیر ہوا ہے۔ اگر ہم خوردبین سے پانی کا موائنہ کریں تو ہمیں چھوٹے چھوٹے ذرات نظر

آئیں گے، جن میں سے ہر ایک کا قطر 10^{-10} انچ ہوگا۔ مائیکروب پر نگاہ ڈالیے، گو یہ

خاک کی ذرے سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن دراصل کئی ہزار جوہر سے مرکب ہوتا ہے، پھر ہر جوہر

منفیہ و ثباتیہ کا مجموعہ ہوتا ہے، یہ مائیکرو بسک ہزار گنا چھوٹے ذرات وہ انیٹیں ہیں جن سے
ایوان فطرت تیار ہوا۔ اس مہیب کائنات کا ہر منظر ان ہی بے مقدار ذرات سے بنا۔
سائنس کا یہ انکشاف توحید پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ فرض کیجئے، ایک انسان زمین کا پیٹ
چیر کر سیلوں اندر گھس جاتا ہے۔ اور وہاں سے نرالی دھات کا ایک ٹکڑا نکال لاتا ہے پھر
بحرالکابل کی گہرائیوں میں غوطہ لگا کر سات میل نیچے سے کوئی خول اٹھا لاتا ہے۔ اس کے
بعد آسمان کی نیلی فضاؤں میں کھرب ہا میل دور جا کر کسی مدھم تارے سے ایک کنکڑاڑا لاتا
ہے۔ اور خوردبین کے نیچے رکھ کر ہر سہ کا معائنہ کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی حد رہی
کہ ان تینوں کے اجزائے ترکیبی وہی ذرات برقیہ ہیں جو ذرّہ غبار، ورق گل، قطرہ شبنم و زہر
و مشتری میں یکساں پائے جاتے ہیں۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو

لہو خورشید کا ٹپکے، اگر ذرّے کا دل چیریں (اقبالؔ)

فوق العرش سے تحت الثریٰ تاک عناصر کو نبی کی یہ وحدت، وحدت خالق کا

ایک ناقابل تردید اعلان ہے۔

کبھی وہ زمانہ تھا کہ علماء کو اللہ کی ہستی سے متعلق بے شمار شبہات ہوا کرتے تھے۔
علم اس قدر ناقص تھا کہ جمالت و معرفت کی سرحدیں باہم ملی ہوئی تھیں۔ آج علماء
مغرب کی تلاش و محنت نے عروس فطرت کے بہت سے خد و خال عریاں کر دیئے گئے
ہیں اور کوئی دن میں انسان کا گستاخ ہاتھ دامن قدس تک پہنچا جاتا ہے،

عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں

یا تو خود آشکار ہو، یا مجھے آشکار کر (اقبالؔ)

ان خشت ہائے ہستی (Atoms) کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً جو اہر آبی، آکسیجنی، آہنی و کاربنی وغیرہ۔ پانی کا خوردترین قطرہ آکسیجن کے ایک جوہر اور ہائیڈروجن کے دو جوہر سے مل کر سالمہ (Molecule) آبی کہلاتا ہے۔ بعض اشیاء کے سالمات زیادہ جوہر سے مرکب ہوتے ہیں، جن کی تعداد دسویسے ہزار تک ہو سکتی ہے۔ پانی میں آکسیجن کا ایک جوہر ہائیڈروجن کے دو جوہر کو تقام سکاتا ہے اور نمک میں سوڈے کا ایک جوہر کلورین کے صرف ایک جوہر کو تقا کر سکاتا ہے، لیکن کلورائیڈ آف گولڈ میں سونے کا ایک جوہر کلورین کے تین جوہر کو تقام سکاتا ہے۔

اتصال جوہر یہ جوہر مختلف مقادیر میں مل کر مختلف اشیاء تیار کرتے۔ یہ ملاپ کسی قدر قوی و کیمیائی ترکیب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کا یقینی علم حاصل نہیں۔ عام نظریہ یہ ہے کہ بعض میں مثبت اور بعض دیگر میں منفی بجلی موجود ہے۔ چونکہ مثبت بجلی منفی بجلی کو کھینچتی ہے، جو اہر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ اگر دو جوہروں میں ایک ہی قسم کی بجلی یعنی مثبت یا منفی ہو، تو وہ ایک دوسرے سے دور بھاگتے ہیں۔ ہائیڈروجن کے جوہر میں الٹرنے مثبت اور آکسیجن کے جوہر میں منفی بجلی رکھ دی جس سے وہ ایک دوسرے کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اور پانی تمام عالم کے لیے مدار حیات بن رہا ہے۔

ان جوہروں کی باہمی گرفت اس قدر سخت ہوتی ہے کہ اگر ہم لوہے کی صرف ایک چوڑھائی انچ موٹی سلاخ کو توڑنا چاہیں تو سوٹن طاقت درکار ہوگی۔ اگر ہم کسی ٹوٹی ہوئی سلاخ کے دو ٹکڑوں کو پاس پاس رکھ دیں تو وہ آپس میں نہیں جڑیں گے۔ اس لیے کہ پورا اتصال پیدا کرنے کے لیے جوہر کو بہت زیادہ قریب لانے کی ضرورت ہے جو آگ اور تھوڑے کے بغیر ممکن نہیں۔

ارتعاش جوہر تمام جوہر ایک مسلسل ارتعاش کی حالت میں رہتے ہیں، جس سے کچھ حرارت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جب پٹری بر سے ریل گزر جاتی ہے تو ارتعاش ذرات کی

وجہ سے تمام ٹیری گرم ہو جاتی ہے۔ بعض اشیاء مثلاً لکڑی کے جواہریں ارتعاش کم ہوتا ہے اس لئے وہ سرد اجسام کہلاتے ہیں۔ یہ ارتعاش حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور حرکت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جواہر باوجود اتصال کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں۔ علمائے فطرت نے مسلسل مشاہدات کے بعد اعلان کیا ہے کہ تمام جواہریں باوجود اتصال کے انفصال بھی ہے اور حرکت بھی۔ اگر ہم لوہے کو تیز آگ میں رکھ کر گرم کرتے جائیں تو ہجوم ارتعاش و اضطراب کی وجہ سے جواہر اپنی اتصالی گرفت کو ڈھیل کر دیں گے۔ لوہا پھیل جائے گا اور مزید حرارت کے بعد یہ جواہر ایک دوسرے سے جدا ہو کر آہن سیال کی صورت اختیار کر لیں گے۔ اگرچہ ہزار درجے کی حرارت پہنچائی جائے، تو آہن سیال کی یہی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہیں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر جسم میں مسام موجود ہیں، ورنہ جواہر متحرک ہو سکتے۔

نولاد میں جواہر کی حرکت گھڑی کے پنڈولم کی طرح ہے، لیکن بعض دیگر اجسام میں حرکت دوری اور کہیں اختلاط و امتزاج کی ہوتی ہے۔ چائے میں دودھ ڈالنے کے بعد چائے کے جواہر دودھ کے جواہر میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بوتے گلاس کے جواہر ہوائی جواہر میں شامل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں۔

ایک منفیہ کی رفتار پانچ ہزار میل فی سیکنڈ شمار کی گئی ہے۔ اگر ہوا کا دباؤ کم کر کے منفیہ کی رفتار کو برقی رو سے بڑھا دیا جائے تو ساڑھے ہزار میل فی سیکنڈ تک پہنچ جائے گی۔ یایوں سمجھئے کہ یہ منفیہ ایک سکند میں بحر اوقیانوس کو بیس مرتبہ عبور کر سکے گا۔ اور چاند تک صرف چار سیکنڈ میں جا پہنچے گا۔ ایک منفیہ حجم میں جو ہر آنی سے اٹھارہ سو گنا کم ہوتا ہے۔ اور ہر سالہ میں ایک لاکھ منفیہ ہوتے ہیں۔

ہر شے میں زندگی اہم عرض کر چکے ہیں کہ جواہر کی ترکیب منفیوں سے ہوتی ہے۔ ہر دو

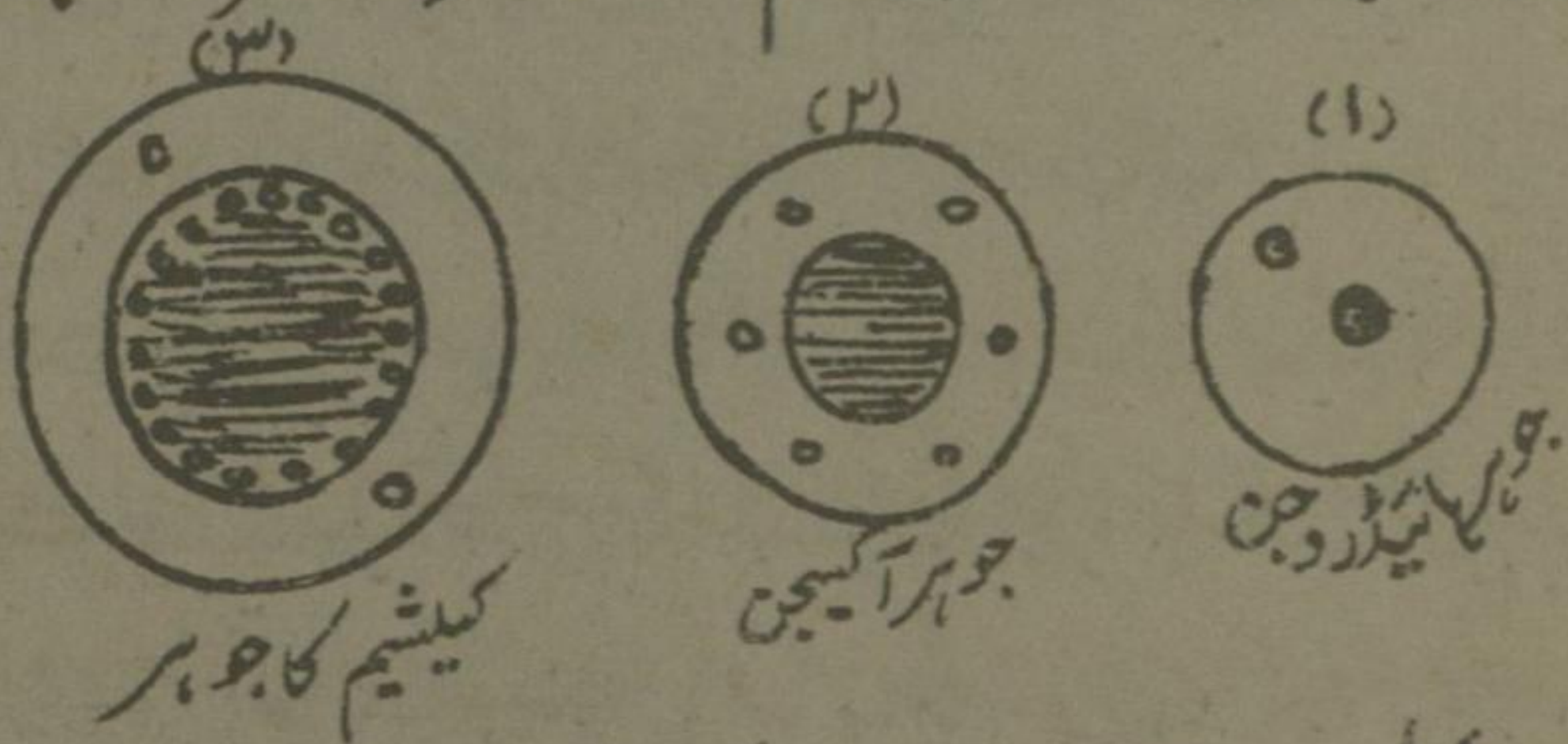
منفیوں کے درمیان خالی جگہ ہوتی ہے۔ جہاں منفیہ حرکت کرتا ہے۔ تیز حرکت کی وجہ سے یہ خالی جگہ یوں پُر معلوم ہوتی ہے، جس طرح ایک لائٹ کو آگ لگا کر ہوا میں گھمائیں تو فضا میں آتشیں جکڑ بن جاتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز انہی زندہ و تیز رو ذرات کا مجموعہ ہے، اسی لئے تو قرآن حکیم میں پہاڑوں کو متحرک کہا گیا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَهِيَ غَا۟رٌ | تم پہاڑوں کو ساکن خیال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے منہ سے گزرتی ہیں۔ (قصص ۸۸)

پہاڑوں کی یہ حرکت ایک تو حرکت زمین کی وجہ سے ہے اور دوسرے ان منفیوں کی وجہ سے، جن سے ان پہاڑوں کی ترکیب ہوئی۔

کائنات میں تنوع (ایک سوال) اگر سونے اور مٹی کے اجزائے ترکیبی وہی ہیں، تو پھر سونا، سونا کیسے بن گیا، اور مٹی، مٹی کیوں رہ گئی؟

جواب | جو ہر میں منفیوں کی کمی بیشی اور اختلاف نظام سے کائنات میں تنوع پیدا ہو گیا۔ کسی جوہر میں منفیے وسط میں ہیں، تو کہیں کناروں کے پاس ہیں۔ پھر تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی اختلاف نظام و تعداد تنوع مناظر کا سبب ہے۔ مثلاً:



تشریح | ۱۔ ہائیڈروجن کے جوہر میں صرف ایک منفیہ ہوتا ہے۔

۲۔ آکسیجن کے جوہر میں آٹھ منفیے ہیں۔

۳۔ کیلشیم کے جوہر میں بیس (۱۰) خط کشیدہ حصہ برق مثبت کا مرکز ہے۔

تو یہ ہیں کائنات کی انتہیں۔ ایک مغربی عالم نے جب ان جواہر کی ایمان افروز
مشینری کو دیکھا، تو پکار اٹھا:

It is wonder that man's brain reals
before the infinitely great things of the
universe on the one hand and the infinitaly
small things of Nature on the other."

”حیرت ہے کہ ایک طرف تو انسانی عقل قدرت کی بڑی بڑی مہیب ایجادات کو دیکھ کر

لرز اٹھتی، اور دوسری طرف بائیک ترین ذرات کا اعجاز دیکھ کر تحیر میں کھو جاتی ہے۔“

قرآن حکیم نے ہمیں ان خوردبینی اجزائے تکوین کی طرف یوں متوجہ کیا:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي

الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا (صَفَرًا مِنْ ذَلِكَ) يَا بڑا دسالمہ (اللہ کی نگاہ سے غائب نہیں۔

وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (یونس ۶۱) بلکہ اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

اس آیت میں اگر اعظم و اکبر سے مراد منصفیہ و سالمہ نہ لئے جائیں تو ساری آیت

چلتا بن کر رہ جاتی ہے، چونکہ اللہ کو علم تھا کہ بیویں صدی میں علماء فطرت ڈر سکے یہ

اقسام دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس لئے وحی کی اس آخری کتاب کی عظمت

تسلیم کرانے کے لئے اللہ نے اقسام ذرات کا بھی ذکر فرمادیا۔ قرآن حکیم کے الہامی ہونے

پر اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اس میں ایک ایسی چیز کا ذکر موجود ہے، جس کا علم

ایک طاقت ور خوردبین کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

مجھ پر ایک دور الحاد (۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۰ء) بھی گزر چکا ہے جب قرآن حکیم پر بھتیال

کسنا، مذہب کو ڈھونگ قرار دینا، اور اللہ سے مذاق اڑانا، میرا مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ ادب کے
میری آنکھیں کھل گئی ہیں مجھے کائنات کا ہر ذرہ ایک آیت اور ہر شے کتاب اللہ کا ایک قلم نظر آتا ہے
خود رائے پرستیدہ عرفاں چہ شناسی
کافرہ شدی، لذتِ ایماں چہ شناسی

انہی ذراتِ خوردبینی کا سا لہا سا لہا تک مطالعہ کرنے کے بعد لارڈ کلون چلا اٹھا تھا:

“It is impossible to conceive either the beginning of the continuance of life without an overruling creative power. Over powering strong proofs of benevolent and intelligent design are to be found around us, teaching that all living things depend on one ever lasting Creator and Ruler.”

”یہ خیال سرسراہٹ ہے کہ کائنات کا آغاز یا تسلسل بغیر کسی خالق کے ہو سکتا ہو۔ فطرت کے
یہ حیرت انگیز مناظر، جن سے تکمیل و حجت برستی ہو، الہی تخلیق و تمیز پر مبہوت کن دلائل ہیں جو
ہمیں صاف بتا رہے ہیں کہ وجود کائنات کا انحصار ایک حقیقی و قیوم فرمان روا کی مشیت پر ہے۔“
لارڈ کلون کے نتائج غور و فکر الہام کے قریب جا پہنچے ہیں۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ
سَنَةٌ وَلَا نَوْمٌ (بقرہ - ۲۵۵)
ہے جسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اوتلہ۔

فضا کے ان کروڑوں کروڑوں میں تصادم کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے
کہ اللہ جاگ رہا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ (فاطر ۴۱)
 اَللّٰہ نے آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ زمین پر گر
 اَن تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ (فاطر ۴۱)
 کہیں یہ اپنے مداروں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ اور اگر اسی
 اتفاق ہو جا تو اُس کے بعد کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے۔
 اَللّٰہ نے آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ زمین پر گر
 اَن تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ (فاطر ۴۱)
 نہ پڑیں۔

خیز و واکن دیدہ مخمور را ووں مخواں ایں عالم مجبور را
 غایتش تو سیل ذاتِ مسلم است امتحانِ ممکناتِ مسلم است (قبالہ)
 بجلی | ان ذرات میں بجلی کہاں سے آگئی؟ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں اب تک صرف اتنا ہی
 معلوم ہو سکا ہے کہ بجلی دو قسم کی ہوتی ہے۔ مثبت و منفی۔ اگر شیشے کی ایک سلاخ کو ریشمی کپڑے
 سے رگڑا جائے تو سلاخ کے کافی منفیہ کپڑے میں چلے جاتے ہیں اور جیسے تقریباً مثبت بجلی
 رہ جاتی ہے۔ اور اگر لاکھ کی کسی سلاخ کو اسی کپڑے میں رگڑیں تو کپڑے کے منفیہ سلاخ میں
 چلے جاتے ہیں، اور سلاخ میں منفی بجلی بڑھ جاتی ہے جب کسی جسم میں منفیہ بڑھ جاتے ہیں تو وہ
 فالتو منفیوں کو دور پھینک دیتا ہے۔ اس پھینکنے کو اصطلاح میں ”ڈسچارج“ کہتے ہیں۔ یہ ڈسچارج
 ہمیشہ منفی مبرق جسم سے مقابلہ مثبت جسم کی طرف ہوتا ہے منفیوں کی دور بجلی کی روکھلائی
 ہے، چون کہ تلبے یا پتیل کا تار بہت ٹھوس ہوتا ہے اور اس کے جوابدہ ایک دوسرے کے بہت قریب
 ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ جوابدہ نہایت پھرتی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف منفیہ پھینک سکتے
 ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک قطار میں پچاس حسبت رٹ کے کھڑے ہوئے ہیں جن میں سے
 پہلا دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو کوئی چیز پکڑا رہا ہو بس ہی کیفیت پتیل کے تار کی ہو کر رہا
 جو نہایت تیزی سے دوسرے جو ہر کو منفیہ دے رہا ہے، اور اسی کا نام برقی تار ہے۔

جب ہم پتیل کا تار زینک کے قریب لاتے ہیں تو زینک کے منفیہ تار میں گھس جاتے ہیں اگر ہم زینک کو کسی ایسے سلوشن میں ڈال دیں جس میں وہ گھل سکتا ہو، تو زینک کے تمام منفیہ سلوشن میں مل جائیں گے، پھر اگر پتیل کا ایک ٹکڑا اس سلوشن میں ڈال دیں، اور ہر دو زینک اور پتیل کے ٹکڑے کو پتیل کے تار سے مربوط کر دیں تو منفیوں کی افراط کی بدولت اس تار میں بجلی کی رد کافی طاقت ور ہو جائے گی۔ اسی اصول پر بیٹریاں تیار کی جاتی ہیں۔

بعض اجسام منفیوں کو بہت جلد آگے چلاتے ہیں اور بعض اس معاملہ میں بے حسیت واقع ہوئے ہیں۔ اول موصل اور دوم غیر موصل کہلاتے ہیں۔ تانبے کے ایک تار سے آہنی تار کی نسبت بجلی چھ گنا تیزی سے گزرتی ہے۔ شیشہ کم درجہ کا موصل ہے اور لکڑی غیر موصل ہے اگر آپ چار پانی پر مشہور کھلی کے تار کو چھوئیں تو صدر محسوس نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ بجلی کڑی سے گزر کر زمین میں نہیں جاسکتی۔

ساون کے موسم میں ہمالہ کی طرف نگاہ اٹھاؤ۔ سیاہ بادلوں کی ایک مہیب فوج الہیاتی دنیا کی طرف گزرتی، کڑکتی اور دھاڑتی ہوئی بڑھ رہی ہے۔ دل بیٹھے جا رہے ہیں اور کلیجے دھڑک رہے ہیں کہ کہیں بجلیاں بھون نہ ڈالیں۔ ان بادلوں کی رفتار میں کس قدر وقار ہے اس لیے کہ ان کچھلوں میں بجلیوں کے طوفان ہیں۔ اور زمستان کے وہ بادل کس قدر مد نظر آتے ہیں جن کے پہلو میں ہم نہیں امن میں بجلیوں کا خزانہ نہیں اور ہاتھ میں آتشیں تازیانہ نہیں بس نیا میں ہی تو میں باوقار و معزز کہلاتی ہیں جن کے قبضے میں بجلیاں ہوں جن کے ہم کتاب طوفان ہوں اور جن کی مہربان ہمتی کو دھڑکا ہوا لکھی یونیکہ البرق خوفناک و طمعاؤ تمنا خداداد ہے جس کی بجلیاں تم میں خوف و طمع کی دو گونہ کیفیتا نکشی السحاب فقال (در عدد ۱۲) ابید کر دیتی ہیں اور جس کے رزہ انگیز بادل تمام کائنات پر جھانکتے ہیں۔

ہمارے صوفیوں اور واعظوں نے کائنات کو رزادینے والے مسلم کے سامنے گزشتہ آٹھ سو سال میں وہ وہ گوسفندانہ بولیاں بولیں۔ عجز، تواضع، اور انکسار جیسے سببی اخلاق کا وہ تباہ کن

درس یا کہ اس سیل تندہ کی طغیانیاں سکون مرگ میں تبدیل ہو کر گھس اور اس کی طوفانی رفتار خوش پرانہ
میں بدل گئی، جس دریا کی لہر نہ اونچی وہ کیسا دریا

جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیا طوفاں (اقبالؒ)

اقوام عالم برق و باد کو مستحر کرنے کے بعد برشگالی بادلوں کی رفتار سے کائنات پہ
چھا رہی ہیں۔ اُن کی پُرسیت گرج سے ارض و سما زلزلے ہیں اور ان کی شمشیر خارا شکاف
سے قہر ماناں گیتی رعنہ بر اندام ہیں اور دوسری طرف صوفی زدہ مُسلم گو سفندانہ عجز و مسکنت
اور میثانہ ذل و انکسار کا پیکر بنا ہوا ہے:

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

پیروان اسلام! یاد رکھو تمہاری نجات اللہ کی طرف لوٹنے میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ
 يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ
 إِنِ انْتَبِهْتُمْ

یاد رکھو کہ ارض و سما کا مالک اللہ ہے، انو ام کی موت و
 زندگی اُسی کے بس میں ہے۔ اور تمہارے لیے اللہ کی پناہ
 میں آنے کے بغیر کوئی اور سبیل کارموجو د نہیں۔

تم سے پہلے بھی بعض اقوام پر بڑے اوقات آنے تھے، جس طرح اُن کی بگڑی بنی، تم بھی وہی کرو
 حَتَّىٰ رَاَوْا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ | جِبْ اُنْ لُّوْكَوْنَ بِرَیْہِ وِیْلِیْ زَمَیْنٍ تَنَکُّ ہُوْنِیْ . اُنْ کَا
 وَضَاقَتْ عَلَیْہِمْ اَنْفُسُہُمْ وَظَنُوْا اَنْ لَا مَلْجَا | دَمِ گھٹنے لگا اور انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے غیر
 مِنْ اللّٰہِ اِلَّا الْیَسْوُۃُ مُکْرَمَاتٌ عَلَیْہُمْ لَیْتُوْا | کوئی احد جانیہ موجود نہیں تو اللہ نے پھر اُن کی طرف
 اِنْ اللّٰہُ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ | گوشہ المقات مبذول فرمایا کہ وہ الہی رحمت در

میں دوبارہ آجائیں حقیقتہً اللہ ربّ مہراں ہے۔

مسئلہ اثیر یا جو | اثیر ازل سے کائنات میں موجود ہے، لیکن علماء فطرت کو حال ہی میں اس کا پتہ چلا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن (بعد النظر) معجزات اثیر ہیں۔

تالاب کے پُر سکون پانی میں ایک کنکر ٹپکا دو، فوراً پانی میں لہریں پیدا ہو جائیں گی پانی وہیں رہے گا، لیکن لہریں تالاب کے کناروں تک جا پہنچیں گی۔ یہ دیگر الفاظ پانی تھا امواج کا وسیلہ بنتا ہے۔ اسی طرح اثیر بھی ہماری متعدد خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ یہ ہمارا قاصد ہے کہ ہمارے پیغامات آناً فاناً ہزار ہا میل کی مسافت پر پہنچا رہا ہے۔ نیز عمل بھارت اثیری کی بدولت وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

یہ قانون فطرت ہے کہ ایک جسم دوسرے جسم پر کسی درمیانی واسطے کے بغیر عمل نہیں کر سکتا اندھیری رات میں ایک جہاز راں دور سے مینار روشنی کو دیکھتا ہے اس مینار اور جہاز راں کے درمیان ایک واسطہ موجود ہے، جو روشنی کی لہروں کو اس ملاح تک پہنچا رہا ہے۔ اسی درمیانی واسطے کا نام اثیر ہے۔ مینار کی روشنی لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہ لہریں ملاح کے پردہ چشم سے ٹکراتی ہیں اور دماغ روشنی دیکھ لیتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ دیکھنے کا عمل دماغ سے سرزد ہوتا ہے، اور آنکھیں محض آلات بھارت ہیں۔

اسی طرح آفتاب اثیر میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔ اور یہ ہیجان ہمارے دماغ تک پہنچ کر روشنی و حرارت کا احساس دلاتا ہے۔ مقناطیس کچھ فاصلے سے سوئی کو کھینچ لیتا ہے۔ سوئی اور مقناطیس کے درمیان کوئی واسطہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کا نام ہم نے اثیر رکھا ہوا ہے۔ اگر ہم ایک صراحی سے موانع کال کر اندر ایک بجلی کی گھنٹی لگا دیں جو لگاتار بج رہی ہو، تو ہم آواز نہیں سُن سکیں گے۔ اس لیے کہ آواز کا درمیانی واسطہ یعنی ہوا موجود نہیں اور اگر اسی صراحی میں بجلی کا بیمپ روشن کر دیا جائے تو روشنی نظر آئے گی۔ اس لیے کہ نظر کا واسطہ

ایثر کے اندر سو مرتبہ جنبش پیدا کی جائے تو ہر لہر کا درمیان فی فاصلہ ۸۶۰ میل ہوگا۔
 علمائے ایثر نے بعض ایسی امواج بھی دیکھی ہیں جن کا درمیان فی فاصلہ بیسیوں
 تھا۔ یہ ایثری لہریں منفیوں کی گردش سے پیدا ہوتی ہیں، اور حالات ذیل میں یہ مختلف
 رنگوں کا احساس پیدا کرتی ہیں۔

ایک انچ میں لہریں	منفیوں کی گردش فی سکینڈ	کس رنگ کا احساس پیدا ہوتا ہے
(۱) ۳۷,۰۰۰	۴۴۰ ملین	نارنجی رنگ
(۲) ۴۶,۰۰۰	۵۰۰ =	زرد
(۳) ۴۸,۰۰۰	۵۷۰ =	سبز
(۴) ۵۱,۰۰۰	۶۰۰ =	نیلا
(۵) ۶۱,۰۰۰	۷۰۰ =	انڈیگو
(۶) ۶۴,۰۰۰	۷۵۰ =	بنفشی

حقیقت ایثر | مثبت بجلی کشش زمین، روح اور ایثر وہ راز ہیں جن کا علم انسان کو
 ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ اب تک صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ ایثر ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ایک
 لطیف سا بادل ہے جو عرش سے تحت الثریٰ تک پھیلا ہوا ہے اس میں کوئی خلا یا روزن
 موجود نہیں اور نہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ غالباً آریہ ذیل میں اسی ایثر کی طرف اشارہ ہے۔
 أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ﴿۵۶﴾ بنا کر اسے آراستہ کر رکھا ہے اور اس میں کہیں خلا یا روزن موجود نہیں۔
روشنی و بصارت | روشنی ان لہروں کے احساس کا نام ہے جو منفیوں کے ۴۰۰ ملین چکر
 فی سکینڈ سے پیدا ہوں۔ سورج سے پیدا کردہ لہروں میں تیس فی صدی امواج نور اور ستر

فی صدی امواج حرارت ہوتی ہیں۔ جگنو کی دم صرف امواج نور اٹھاتی ہے جن میں امواج حرارت شامل نہیں ہوتیں، اگر جگنو ہمیں یہ راز بتا دے تو ہم ایک بہت بڑے سرکس کو ایک جوکر کی دم سے روشن کر سکیں۔

جب امواج ایثری کسی جسم پر پڑتی ہیں تو اس کے منفیوں میں ہیجان پیدا کر دیتی ہیں۔ اس ہیجان کے احساس کا نام بصارت ہے۔ یہ امر یاد رہے کہ امواج نور کے منفیے اس جسم سے ٹکرا کر خود ساکن ہو جاتے ہیں اور اس جسم کے منفیوں میں ہیجان اٹھا دیتے ہیں بعض جسم ایسے بھی ہیں جن میں سے یہ امواج یوں پار گزر جاتی ہیں کہ ان کے منفیوں میں کوئی ہیجان نہیں اٹھتا، یا بہت کم اٹھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس جسم کے منفیے طاقت ور ہوں تو وہ مقابلہ کرتے ہیں اور ایثر مرعش ہو جاتا ہے۔ اور اگر کم زور ہوں تو کھسک جاتے ہیں۔ اور امواج ایثری پار گزر جاتی ہیں۔ ایسے اجسام شفاف کہلاتے ہیں۔ چوں کہ ہر جسم کے منفیے کچھ نہ کچھ مقابلہ کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی چیز مکمل طور پر شفاف نہیں کہلا سکتی یہاں تک کہ بعض علماء ہوا کو بھی غیر شفاف سمجھتے ہیں۔

احساس رنگ | چوں کہ رنگ سات ہیں اس لیے ایثر میں منفیات نور سات قسم کی لہریں پیدا کر رہے ہیں، اگر یہ تمام لہریں کسی چیز میں جذب ہو جائیں تو وہ سیاہ نظر آئے گی۔ اگر تمام منعکس ہو کر ہماری نگاہ تک پہنچیں تو وہ سفید دکھائی دے گی۔

.. .. اگرچہ قسم کی لہریں جذب ہو جائیں اور نیلے رنگ کا احساس پیدا کرنے والی لہریں جذب ہو سکیں تو نیلی نظر آئے گی۔ یہ یاد رہے کہ ہر لہر صرف اپنے رنگ کے منفیوں کو مرعش کرتی ہے۔ یعنی رد رنگ والی لہر جسم کے صرف ان منفیوں کو متحرک کرے گی جو رد رنگ کا احساس پیدا کرتے ہیں اور باقی لہریں چپ چاپ

جذب ہو جائیں گی۔ اگر آج سورج کی روشنی میں سے سُرخ رنگ نکال دیا جائے تو دنیا بھر
 کوئی چیز سُرخ نظر نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ایک سُرخ پھول کو سیاہ کے بخیری لیمپ
 کی روشنی میں دیکھیں تو سیاہ نظر آئے گا۔ اس لیے کہ اس لیمپ کی روشنی میں سُرخ رنگ کا احساس
 پیدا کرنے والی امواج موجود نہیں ہوتیں۔

آنکھ کے پردے ریتینا (Retina) کے وسط میں ایک نشیب سا ہے جس پر
 چھوٹے چھوٹے ابھار ہیں ان ابھاروں میں مختلف رنگوں کے احساس کی استعداد موجود
 ہے اور لطف یہ کہ ہر رنگ کے احساس کے لیے ایک علیحدہ ابھار ہے۔

طبقة اوزون | زمین سے پچیس میل اوپر طبقہ اوزون ہے جو سورج کی بعض مہلک شعاعوں
 کو وہیں روک لیتا ہے۔ پھر پچیس میل اوپر ایک اور طبقہ ہے جو ایتھری لہروں کو زمین کی
 طرف منعکس کر دیتا ہے۔ اگر یہ طبقہ نہ ہوتا تو ہم لاسکلی پیامات نہ سن سکتے۔

اختلاف السموات والوان | وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ زَمِينٍ وَآسْمَانٍ كِي تَخْلُقَ بَازِغًا وَبَازِغًا
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْوَانِ السَّمَاءِ | تنوع الہی آیات میں سے ہے بے شک علیا حضرت
 وَالْوَانِ لَكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ (روم ۳۰) کے لیے ان مناظر میں چند اسباق موجود ہیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ اللہ کے ہاں علماء وہ ہیں جن کا کام ارض و سما والوان والسمو
 پر غور کرنا ہو، نہ کہ حمد اللہ و صدرا شرح چینی و شمس بازغہ کے ہفتوات کو رٹنا اور قوم کو وضعی
 احادیث سنا کر ٹھوس عمل کی دنیا سے کوسوں دور پھینک دینا۔

یا وسعت افلاک میں مجبیر مسلسل یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
 وہ مذہب مردان خود آگاہ و خداست یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات (اقبال)
 گفتگو کیا ہے، ہوائی تموج، یعنی ہوا میں گرہ لگانا، اسی تموج سے ہزار ہا علوم و فنون

آئیہ زیر بحث میں اختلاف اَلْسِنَتِکُمْ مطالعہ علوم و فنون اور اختلاف اَلْوَانِکُمْ
معائنہ عناصر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اختلاف اَلْسِنَہ سے علوم میں بے شمار ترقی ہوئی۔ زبان کی تمام شاخوں میں اس قدر
تشریح پیدا ہوا کہ قدسیانِ فلک کو ایک مرتبہ اور انسانی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔

زمین سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے ہیں
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلا (اقبال)

بڑی بڑی زبانیں دو ہیں: آریائی و سامی۔ آریائی زبان کی شاخیں یہ ہیں:
انگریزی، یونانی، لاطینی، نرویکی، ایسلانڈی، سوئیڈی، ڈنمارکی، جرمن، ولندیزی
ارمنیوی، بلغاری، بومہوی، پولونی، روسی، ہندی فارسی، سنسکرت وغیرہ۔
فارسی زبان کی شاخیں یہ ہیں:

لغۃ المادیلین، ساسانی (پہلوی)، فارسی جدید۔
فارسی جدید کی شاخیں:

افیانی، زبان بحیرہ خزر (یعنی ساحل خزر)، باوچی، کردی، واکسی، میانی، پامیری
تاریقونی، تاجیکی، سنگ لسی، منجانی، منگی، یانونی، سمنانی، مائندرائی، ملاہجانی، گلانی
تالیسی، تاطا، ظفرای، سیوندی، شیرازی اور گابری۔
ہندوستانی زبان کی شاخیں:

مہاراشٹری، جینا مہاراشٹری، ماگدھی، ادھماگدھی، سورسینی، اپاہرہمسا، یاسی
بھاری، بنگالی، مارواڑی، آسامی، نیپالی، برہمی، تامل، تلنگ، پنجابی، سندھی، پشتو، کشمیری
اردو وغیرہ۔

لاطینی کی شاخیں:

فرانسیسی، ہسپانوی، پرتگالی، رومانوی۔

سامی زبان کی شاخیں:

عربی، بابلی، آشوری، جمیری، آرامی، فنیقی وغیرہ۔

اس وقت تمام دنیا میں تقریباً چار ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یورپ میں ۵۸۶

ایشیا میں ۹۳۰، افریقہ میں ۲۷۶، امریکہ میں ۱۶۳۴، اور ہندوستان میں تقریباً ۳۸۶۴۔

مختلف زبانوں سے نہ صرف علم میں ترقی ہوتی ہے، بلکہ ایک انسان کی وقعت

اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ مختلف زبانوں کا عالم ہے۔ ایک شخص زبانوں کے مطالعہ

سے ماہر علوم اور اختلاف الوان پر غور کرنے سے عالم کائنات بن جاتا ہے۔ آئیہ زیر بحث

میں الوان کا ذکر السنہ کے بعد آیا۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مطالعہ کائنات جھول

علم کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اِنِّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

الوان | رنگ ازمنہ تاریخ سے پہلے کی ایجاد ہے۔ ہمیں آثار قدیمہ میں کئی ایسی رنگ دار

نقاویں ملتی ہیں جو ہزار ہا برس پہلے بنائی گئی تھیں۔

سُرخ رنگ ایک پودے میڈر (Madder) کی جڑوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

یہ کام ترک کیا کرتے تھے۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز میں اہل یورپ بھی یہ ہنر سیکھ لیا۔ ۱۸۹۲ء

میں پیکر ایسڈ (Picric Acid) کو زرد رنگ کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ یہ مواد

مسٹر ولف نے انڈیگو نائٹرک ایسڈ سے ملا کر تیار کیا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں کوہن کا تجزیہ کرتے

کرتے مسٹر وگوتن نے سُرخ رنگ کا مواد پالیا۔ اور اس کا نام میگنٹا (Magenta) رکھا۔

کچھ عرصہ پہلے رنگ پتوں اور جڑوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ بعد میں کیمیاوی طریقوں سے تیار ہو

۱۸۵۷ء میں مسٹر پیٹر گریس نے معلوم کیا کہ امونیا کے مرکبات میں نائٹروجن کا ایک جوہر پایڈروجن کے تین جوہروں کا بدل ہو سکتا ہے اور کہ اس مرکب میں کاربو لک ایسڈ اور انیلین (Aniline) ملا کر مختلف رنگ تیار ہو سکتے ہیں، جن سے ریشم، سوت، لکڑی اور چمڑ وغیرہ کو رنگ دیا جاسکتا ہے۔ ۱۸۸۴ء سے پہلے ان مواد کو استعمال کرتے وقت المونیم و دیگر مرکبات کی مدد لی جاتی تھی لیکن ۱۸۸۴ء میں مسٹر بائیگر نے ایک ایسا مادہ دریافت کیا جس سے کسی دوسرے مرکب کی مدد کے بغیر اشیا کو رنگ دیا جاسکتا تھا۔ نارنجی رنگ انڈیگو اور برہم کا کیچہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رنگ اصدا ف وغیرہ سے حاصل کئے جاتے تھے اور اب دو ہزار سال سے زائد مواد رنگ دہ ایجاد ہو چکے ہیں۔

کپڑا کیوں رنگ قبول کرتا ہے؟ اس کے متعلق مختلف نظریے ہیں۔ زیادہ معقول نظریہ یہ ہے کہ مواد رنگ دہ اور کپڑے کے اجزاء میں مختلف بجلیاں مثبت و منفی، موجود ہوتی ہیں۔ اس لئے کپڑا رنگ کو کھینچ لیتا ہے۔ اونی کپڑے میں ذرات برقیہ کی باہمی کشش سوتی کپڑے سے پندرہ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اونی کپڑے کا رنگ پائیدار ہوتا ہے اور سوتی کپڑا جلد ہی پھیکا پڑ جاتا ہے۔

حیوانوں کے رنگ میں حکمت اگیدڑ، لومری، ہرن، خرگوش، چکوری، تیتیر، اور بیبر ہم رنگ زمین، یعنی خاکستری ہوتے ہیں، اور ان کا یہ رنگ انھیں اعداء سے محفوظ رکھتا ہے اگر ایک خرگوش سبز، زرد یا سرخ ہوتا تو شکاری جانوروں کو بہت دور سے نظر آ جاتا۔ اور بہت جلد ہنگ اہل کا لقمہ بن جاتا، جو خرگوش ہمارے گھروں میں رہتے ہیں، اور ان کی نگاہ انسان کے سپرد ہوتی ہے، وہ سفید ہوتے ہیں۔ بعض شکاری جانور مثلاً بانڈ، بھیریا وغیرہ بھی خاکی رنگ کے ہیں تاکہ شکار انھیں دور ہی سے دیکھ کر بھاگ نہ جائے اور یہ بھوکے نہ مر جائیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (ہوئی) تمام جانداروں کے رزق کا کفیل اللہ ہے۔
 افریقہ کے جنگلوں میں شیر بہت زیادہ ہیں۔ اور ابلق گدھے بھی کافی ہوتے ہیں۔ ان
 غیر مفید گدھوں کو شیر کافی دور سے دیکھ پاتے ہیں، اور فوراً پیچھا شروع کر دیتے ہیں۔
 گدھوں کی یہ رنگت بہت سے مفید جانوروں کو شیر کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔

گائے، بیل، گھوڑے، کتے اور بلی کے رنگ میں اس لیے تنوع ہوتا ہے کہ یہ جانور
 انسانی پناہ میں رہتے ہیں، اور انھیں ہم رنگ زمین بننے کی ضرورت نہیں پڑتی انسان
 ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے مختلف رنگوں کے باعث انسان کے تنوع پسند
 ذوق کے لیے سامان فرحت بہم پہنچاتے ہیں۔

ماحصل یہ کہ جو حیوانات انسانی پناہ میں رہتے ہیں، اللہ نے انھیں قدرتی اسباب
 حفاظت سے محروم کر دیا ہے۔ دوسری طرف ہرن کو خاکی رنگ دیا، تاکہ دوسرے نظر نہ
 آسکے نیز ٹانگیں پس کہ آندھی کو بھی پیچھے چھوڑ جائے، دہلا پن دیا کہ دوڑ میں ہانپ جائے۔ سچ ہی
 اللہ انھی کا ہوتا ہے، جن کا کوئی نہیں ہوتا، اور جو اپنی حفاظت کی خود فکر کرتے ہیں۔ انسانی
 پناہ (غلامی) میں رہنے والی قوم اونٹ کی طرح بے ڈول، بھینسے کی طرح بھدی، بیل کی طرح
 سست، گدھے کی طرح ذلیل اور بلی کی طرح حلیص بن جاتی ہے۔ دوسری طرف ایک
 آزاد قوم شیر کی طرح مہیب، ہرن کی طرح چست، چیتے کی طرح حسین اور عقاب کی طرح تیز رفتار
 ہوتی ہے۔

تماری و جباری و قدوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بیتا ہی مسلمان (اجالہ)
 کالا رنگ اگر مالک میں رنگ کی سیاہی ایک رحمت ہے جس طرح سبز عینک آنکھوں
 کو تیز روشنی سے محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح کالی چٹری جسم کے خلیوں کو جلنے سے بچاتی ہے۔

اس لئے کہ یہ سورج کی گرم اور تیز شعاعوں کو جلدی جذب کر کے جلد ہی باہر نکال دیتی ہے اور اس طرح جسم کو نقصان نہیں پہونچتا۔ قدرت دھوپ میں کام کرنے والے کسانوں کا رنگ حسب ضرورت سیاہ کر دیتی ہے، تاکہ انہیں نقصان نہ پہنچے۔ یوں سمجھئے کہ کالا رنگ ایک ہے جو جسم کو آفتاب کے آتشیں تیروں سے بچاتا ہے۔

علمائے فطرت کا خیال ہے کہ تمام کالے جانور، دگول، گوا، کالی بکری وغیرہ، خیر استوا کے ارد گرد پیدا ہوئے تھے، اور ان کی یہ رنگت تیز دھوپ سے بچنے کی خاطر تھی، یہیں سے اُن کی نسلیں دیگر خطوں میں پہنچیں، اور وہاں بھی اُن کا رنگ کالا ہی رہا، اس لئے کہ ایک جہتی کی نسل یورپ میں بھی سیاہ ہی رہتی ہے۔

بالوں کا رنگ | بالوں کی جڑوں میں ایک نگوہ مادہ ہوتا ہے جو بڑھاپے میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ہوالے لیتی ہے، اس لئے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بوڑھا ضعف کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتا اور سائے میں پڑا رہتا ہے اور جوان کو دھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے، اس لئے بشر نے اس کو کالے رنگ کے بال عنایت کیئے، تاکہ سر کو دھوپ کا نقصان نہ پہنچے۔ دفتر میں کام کرنے والے کلرکوں اور دیگر سائے نشینوں کے بال جلد ہی سفید ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ قدرت اُن کے بالوں کو سیاہ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔

رنگ کے لحاظ سے انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ سفید و غیر سفید۔ سفید اقوام کی جلد میں سرخ رنگ دینے والا مادہ ہوتا ہے، جسے کروموجن (Chromogen) کہتے ہیں اور دیگر اقوام میں سیاہ رنگ دینے والا مادہ ہوتا ہے جسے فرمنت (Ferment) کہا جاتا ہے۔ زیر اگر بعض حصوں میں فرمنت ہوتا ہے اور بعض میں صرف ہوا، اس لئے وہ ابلق بن جاتا ہے۔ فرمنت میں ہائیڈروجن پیراکسائیڈ ملائے سے اسے سرخ، زرد اور براؤن بنایا جاسکتا ہے۔ یہ کیمیائی عمل نباتات و حیوانات میں

سدا جاری رہتا ہے۔ اسی لئے بعض حیوانات کے رنگ میں حسب عمر تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

رنگ نہ مادہ صرف روشنی میں پیدا ہوتا ہے چونکہ پر و طیس (ایک فٹ بھر لمبا جانور) اسی

غداؤں میں رہتا ہے جہاں روشنی آفتاب کا گزر نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کا رنگ سفید رہتا ہے۔

ہمیں سمندر کی گہرائیوں میں بعض رنگین جانور ملتے ہیں، حالانکہ وہاں روشنی آفتاب کا

گزر تک نہیں ہوتا، مزید تلاش و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ سمندر کے نیچے بعض ایسی مچھلیاں ہتی

ہیں جن کے سروں پر بجلی کے مشعل ہوتے ہیں۔ نیز لولو و مرجان کی روشنی بھی سمندر کی تہوں

میں موجود ہوتی ہے۔ اور یہ روشنی رنگ نہ مادہ تیار کرنے کے لئے کافی ہے۔

گرگٹ کا رنگ اگر گٹ کے علاوہ چند ایسے حشرات اور مچھلیاں دریافت ہوئی ہیں

جن کا رنگ عموماً بدلتا رہتا ہے، جس کی وجہ کوئی خاص واقعہ یا حادثہ ہوتا ہے مثلاً ڈر، شرم

غم، مسرت وغیرہ کہ یہ کیفیات رنگ دینے والے مادے میں ایک ہیجان اٹھا دیتی ہیں رنگ

کا ایک سیلاب جلد پراگندہ آتا ہے اور پہلے رنگ کو بدل دیتا ہے۔

الغرض فطرت کے جس پہلو پر نگاہ ڈالو:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

یہ کائنات معجزات تخلیق کا ایک عظیم الشان نگار خانہ ہے جس کا ہر منظر عقل انسانی کو

حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ یا ایک ادبستان ہے، جہاں آیات الہی کا عملی درس دیا جاتا ہے،

یہ کوہ و دریا، یہ ابر و باران، یہ لیل و نہار، صحیفہ فطرت کے وہ اوراق ہیں، جن پر عظمت

انسانی کے اسرار درج ہیں، وہ اقوام آج کس قدر ذلیل ہیں، جو ان اسرارِ آیات سے

آشنا نہیں۔ سورہ جاثیہ کی اس تہنید پر ذرا غور فرمائیے:

إِنِّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَلْمُوعِظِينَ ۝۱۱ اس میں کوئی کلام نہیں کہ زمین و آسمان میں مومنوں

ب (۸)

ان کے معائنہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کی تہ میں مختلف قسم کے پتھر موجود ہیں مثلاً :

۱۔ گرانیٹ۔ اس بلورین پتھر میں سفید، سبز، سیاہ یا بھورے رنگ کا برک ہوتا ہے۔
 ۲۔ فلیسیٹ۔ یہ پتھر صاف، چمکیلا، اور ہلکے خاکستری یا سبز رنگ کا ہوتا ہے، لیکن ہوا کے اثر سے اس کی بیرونی سطح سفید سی ہو جاتی ہے خوردبین سے دیکھنے پر یہ معلوم ہوا کہ یہ ایک غیر مکمل بلورین پتھر ہے۔

۳۔ ٹراکیٹ۔ یہ ایک گھردرا سا بلورین پتھر ہے، جس کا رنگ عموماً ہلکا خاکستری، سبز یا تیل اور بعض اوقات گہرا خاکستری، سیاہ یا سفید ہوتا ہے۔
 ۴۔ انڈی سیٹ۔ اس کا رنگ بھورا، سبزی یا خاکستری ہوتا ہے اور سیپ کی طرح معمولی صدمے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ ڈیالیز۔ یہ مختلف رنگوں کا دانے دار پتھر چٹانوں کی گہرائی میں دھنسا ہوا ملتا ہے۔
 ۶۔ ڈالرٹ۔ اس کی ساخت ستونی و شش پہلو سی ہوتی ہے۔ اس میں اوہان زیادہ ہوتا ہے اور اسی لئے سیاہ نظر آتا ہے۔

۷۔ گرافیٹ۔ خالص جھری کاربن، جس سے نیل بنائی جاتی ہے۔

۸۔ کاربونیٹ آف لائم۔ چاک، ولایتی چونا، اور سنگ مرمر اسی کاربونیٹ سے تیار ہوتے ہیں۔ اگر بانی میں کاربونک ایسڈ موجود ہو اور وہ کسی قدر پتھر پر ٹپاک رہا ہو تو یہ پتھر تحلیل ہو کر بہ نکلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں چونا بکثرت ہو، وہاں غار بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ آہکی علاقوں میں بعض غاروں کی چھت سے پانی ٹپکتا ہے۔ کچھ حصہ بخار بن کر اڑ جاتا ہے اور جل شدہ کاربونیٹ فرش پر ستون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ منظر کشمیر کے ایک مقام امر ناتھ میں نظر آتا ہے۔

۹۔ چقماق - اگر چونے کے پتھر سے بلورین مادہ علیحدہ ہو جائے تو پیچھے چقماق رہ جاتا ہے یہ پتھر وہیں ملتا ہے جہاں آبکی اجار کی کثرت ہو۔

۱۰۔ کوئلہ - کوئلہ نباتات سے تیار ہوتا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ کی دلدلوں یا شمالی انگلستان کی کائیوں کا معائنہ کریں تو زندہ نباتات کوئلے میں تبدیل ہوتی نظر آئیں گی۔ وہاں سطح زمین پر کافی زمین دوز بیلوں کے ساتھ لٹی ہوئی ہے۔ دو تین انچ نیچے بھوسے رنگ کا ایک سنبھی مواد نظر آتا ہے جو گلی مٹری گھاس کے ریشوں اور جڑوں سے تیار ہو رہا ہے۔ ذرا اور نیچے ہی مواد سیاہ بن رہا ہے، قدرے اور نیچے دیکھیں تو یہ مادہ کالے رنگ کا گوند بنا ہوا ہوگا، جسے پیر کی طرح کاٹا جاسکتا ہے۔ اگر اس گوند کو کسی عمل سے خشک کیا جاسکے تو کوئلہ تیار ہو جائے گا۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جو درخت ٹیلوں کے نیچے دب جاتے ہیں، وہ چند صدیوں کے بعد سیاہ ہو کر کوئلہ یا کوئلہ نما بن جاتے ہیں۔ کوئلے کی کانوں میں زغالی طبقات پر نباتی شاخوں اور ساقوں کا ایک جال سا نظر آتا ہے۔ اگر کوئلہ کا خوردبینی معائنہ کیا جائے تو نباتی بافتیں صاف صاف دکھائی دیں گی۔

ہیرا اسی کوئلے کا حقیقی بھائی ہے۔ ہر دو کا ربن سے تیار ہوئے ہیں۔ ان کے رنگ میں تفاوت اس لیے ہے کہ کوئلہ درختوں سے اور ہیرا درختوں کے گوند سے تیار ہوتا ہے۔
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَجُدَدٌ مُّخْتَلِفٌ اِبْهَارُوهٖ سَفِيْدٌ مُّرَخٌّ سِيَاہٌ اَوْدِيْكَ مُخْتَلِفٌ اَلْوَنٌ
اَلْوَاٰنُھَا وَاٰخَرُ اَبْيَضٌ سُوْدٌ..... اِنَّمَا يَخْتَفِیْ طَبَقَاتُہٗ غَوْرُکُوْر..... اور یاد رکھو کہ اللہ
اَللّٰہُ مِنْ عِبَادِہٖ الْعُلَمَآءُ (فاطر، ۲ تا ۷) سے صرف علماء فطرت ہی ڈرا کرتے ہیں۔

سمندر کے پلٹے ہمیں پہاڑوں سے مندرجہ ذیل چیزیں ملی ہیں۔

۱۔ ایسی سپیاں جو سمندروں ہی میں ہو سکتی ہیں۔

۲۔ حیواناتِ آبی کے بے شمار ڈھانچے ہیں۔

۳۔ دلدلوں پر رہنے والے کپڑوں کے نشانات۔ آج سے لاکھوں برس پہلے ساحلی دلدلوں پر سے کوئی رہنے والا جانور گزرا۔ چکنی مٹی پر ایک لکیری بن گئی۔ اور آج جب پہاڑوں کو کھودا تو کئی ایسے نشانات برآمد ہوئے۔

ان حقائق سے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ یہ پہاڑ لاکھوں سال تک سمندر کے نیچے رہے اور یہ دراصل سمندر ہی کے بیٹے ہیں۔

تدوینِ جبال | سمندر میں پہاڑ دو طرح سے تیار ہوتے ہیں۔

اول۔ زلزلوں کی وجہ سے لٹن زمین کا مواد باہر آ جاتا ہے، اور سمندر کی گہرائی میں پہاڑ کی طرح جمع ہو جاتا ہے۔

دوم۔ ندیاں، تالے اور دریا، پتھروں کی بہت بڑی مقدار بہا کر سمندر میں لگاتے ہیں۔ اور خود سمندر بھی ساحلی چٹانوں کو لٹھمٹائے امواج سے توڑتا رہتا ہے۔ پانی میں چند معادن محلول موجود ہوتی ہیں، مثلاً چونام، لوہا، سلیکا وغیرہ جو گوند بن کر ان پتھروں کو جوڑ دیتی ہیں اور اس طرح سمندر میں کئی سو میل لمبی اور کئی ہزار فٹ اونچی چٹانیں تیار ہو جاتی ہیں۔ ان جھری تلوں کو جمانے کے لیے پانی کا دباؤ بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔ اور دریاؤں کی لائی ہوئی چکنی مٹی بھی گارے کا کام دیتی ہے۔ یہ عمل ان گنت صدیوں تک جاری رہتا ہے۔ اور جب حکیم علی الاطلاق دیکھتا ہے کہ خشکی کے اکثر پہاڑ اخراجِ معادن کی وجہ سے تہی دست بے فواید بے کار ہو چکے ہیں، اور پانی کے اندر زرد و ہارے لبریز پہاڑوں کی ایک دنیا تیار ہو چکی ہے۔ تو اس کی رحمت میں سبحان پیدا ہوتا ہے وہ زمین کو یوں چھوڑتا ہے کہ بلندیاں اور پستیاں بلند ہو جاتی ہیں۔ پانی ادھر ادھر بہ نکلتا ہے، اور نیچے سے نوجوان پہاڑ دفائن و خزان

کی دنیا ہمراہ لیے باہر آجاتے ہیں۔ مجھے سمندر کی حیثیت یوں نظر آتی ہے کہ ایک مرغی ہے جو
 انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے، جب بچے تیار ہو جائیں گے تو مرغی اوپر سے اٹھ جائے گی اور بچے
 رہاڑا باہر آجائیں گے وہ حکیم مطلق کوئی کام بلا ضرورت نہیں کیا کرتا، جب تک کہ موجود
 پہاڑوں میں معادن کے ذخائر موجود ہیں، ایسا شدید زلزلہ بھی نہیں آئے گا۔ اور جب موجود
 پہاڑوں کی دولت ختم ہو جائے گی تو نسل انسانی کی خاطر نئے پہاڑ باہر آجائیں گے۔ سچ ہے:

مَا تَسْخَرُ مِنْ آيَةٍ اَوْ تُنْهِنَا ۖ اِنَّا جَبَّ يَوْمَئِذٍ وَّجْهٌ لِّمَنْ يَّرْتَدِّى ۚ
 وَمَخْرُجٌ مِّنْهَا اَوْ مِثْلُهَا (بقرہ ۱۰۵) | بہتر یاد کیسے ہی اور مناظر پیدا کر دیتے ہیں۔

جس زمین پر آج ہم چل رہے ہیں، یہ کسی وقت زمین کے نیچے تھی اور میری نگاہ مستقبل
 کی تاریکیوں میں وہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہے، جب یہ زمین پھر سمندر کے نیچے چلی جائے گی۔
 خالق فطرت کا ہر عمل ایک عظیم الشان حکمت کا حامل ہے۔ یہ دنیا کیا ہے؟ ایک
 پر عظمت کیمیا خانہ، پہاڑ بن اور بگڑ رہے ہیں۔ ہوائیں چل رہی ہیں صحرانہ رہے ہیں اور
 کائنات کا وہ کیمیاگر اس معامل میں بیٹھ کر نئے نئے تجربے کر رہا ہے، رنگارنگ، پھول، میوے
 اور پودے بنا رہا ہے۔ اس کا رنگاہ جلیل کے مہیت انگیز تنوع پر غور کیجئے اور انصافاً فرما
 کہ اس صنمے بے چون کی حیرت انگیز تخلیق و تکوین کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

اے رب! تو ہی بتا کہ ہم اس حیرت و مہیت کا کیا علاج کریں جو تیرے اس مہیب کارخانہ
 پر ایک پھپھلتی سی نگاہ ڈالنے کے بعد ہمارے قلوب پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس خشیت کو بے ثناء
 سجدے، لا انتداد نمازیں اور آن گنت تسبیحیں کم نہیں کر سکتیں، یہ ایک کیف انگیز اضطراب
 ہے، اندھ افروغ بے چینی ہے۔ ہاں، ہاں تجھے عریاں دیکھے گا ایک ناقابل تسخیر بیجان، تیری
 روشنی مجھے ٹمٹماتے ہوئے ستاروں میں نظر آتی۔ تیری ایک نیم عریاں می جھلک مسکراتے ہوئے

بھول میں رکھی تیری عظمت بلند پہاڑوں سے ترانے گاتی ہوئی اُتر رہی ہے، میں گھبرا رہا ہوں
 پسینہ چھوٹ رہا ہے، نبض تیز ہو رہی ہے۔ اور سینے میں تجھ سے لپٹ جانے کی بے پناہ تمنا میں
 گر دے رہی ہیں۔ او میرے حسین آقا! اب میں سمجھا کہ موسیٰ کیوں بے ہوش ہوا تھا جب مجھ
 جیسا بے بصیرت انسان کو ہزاروں کو دیکھ کر تیرے جلال و شکوہ کے تصور سے تھرا اٹھتا ہے
 تو موسیٰ جیسا راز دانِ قدس طور سینکے دامن میں تیری ازہ فگن سطوت کو دیکھ کر کیوں ہوش نہ ہوتا۔
 فَلَمَّا تَحَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكَاةً ۖ وَآلِی تَجَالِیوں سے کوہ طور کے پرچے اُڑ گئے، اور موسیٰ
 خَرَّ مُوسَىٰ صَبَقًا۔ (اعراف ۱۲۳) | بے ہوش ہو کر گر گیا۔

عالم آب و خاک میں تیری نگاہ سے شباب

ذوہ رنگ کو دیا تو نے فرسخ آفتاب

د اقبال

دو زلزلے | زلزلے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو بطنِ زمین سے اُٹھتے ہیں اور
 دوسرے وہ جن کا مرکز انسانی دل و دماغ ہوتا ہے۔ زمینی زلزلے زمینی دقائن کو باہر
 پھینک دیتے ہیں اور انسانی زلزلے انسانی جوہر کو عریاں کر دیتے ہیں۔ عربی میں کاشت کاری
 کے لیے لفظ "فلاحہ" ہے جس کا مادہ "فلح" ہے۔ یعنی زمین کی زندہ تہوں کو قلبہ رانی سے باہر لانا
 جس طرح دہقان زمین کی زندہ قوتوں کو بے نقاب کر دیتا ہے، اسی طرح محنتِ انسانی
 زلزلہ انسان کی تمام قلبی و دماغی طاقتوں کو بروئے کار لے آتی ہے، اسی لیے اللہ
 نے محنتی، جفاکش اور کامران افراد و اقوام کو مفلح کہا ہے۔

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور اُن کی خفیہ طاقت عیاں ہو رہی ہے۔

جس میں ہوا انقلابِ موت ہے، وہ زندگی روحِ احم کی حیات کش کش انقلاب
 صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوا کرتی ہیں جو ہر زمان روحِ عمل کا حساب

د اقبال

خدا کی تعزیرات میں سب سے بڑا جرم کاہلی ہے اور آج اسی کاہلی کی پاداش میں مسلم پٹ
 رہا ہے، دنیا کی تمام بد اخلاقیوں اور ذلتوں کی وجہ جہالت ہے، اور جہالت کی وجہ سستی۔
 عموماً یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ اجماع کیا کریں بے گانوں کی حکومت ہے، اگر اپنی حکومت
 ہوتی تو سب کچھ ہو جاتا۔ یہ عذر ہائے لنگ قطعاً قابل سماعت نہیں۔ اول اس لیے کہ
 حکومت نے تلاش علم کے لیے کچھ آسانیاں ہی مہیا کی ہیں، کہیں کوئی خاص رکاوٹ کھڑی
 نہیں کی۔ دوم جن ممالک (عرب ایران افغانستان وغیرہ) میں آپ کی سلطنت قائم ہے
 وہاں آپ کو نسا کمال دکھلا رہے ہیں۔ جہالت کی تاریک گھٹائیں وہاں بھی اسی طرح
 محیط ہیں، احتیاج سیاسی و اقتصادی کا وہاں بھی یہی عالم ہے۔ قلم، پبلش اور چاقو
 وہاں بھی یورپ سے منگوائے جاتے ہیں، کیا آپ نے کسی چیز پر میڈان ٹرکی ایران یا عرب
 لکھا ہوا دیکھا ہے؟ کبھی نہ دیکھا ہو گا اور ابھی شاید اس کے لیے دو چار سو سال اور انتظار
 کرنا پڑے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں علم کا تصور قطعاً بگڑ چکا ہے۔ ہمارے خانہ پرند
 ملاؤں نے فتنی مسائل اور غلط سلطہ منطقی قضایا کو معراج علم قرار دے دیا ہے۔ ہر جمہور کو
 لاکھوں مساجد سے اس موضوع پر تقاریر کے دریا بہائے جاتے ہیں اور ہماری رگ رگ میں
 یہ تخیل اتر چکا ہے کہ خائفوں سے اللہ کے نعرے بلند کرنا معراج تقدس اور دیوبند سے چند
 فرسودہ کتابیں پڑھنا انتہائے علم ہے۔ اور یہ پہاڑوں، دریاؤں، دھاتوں، پلوں، ریلوں
 توپوں جہازوں، طیاروں اور ٹینکوں کا علم محض مادہ پرستی و دنیا طلبی ہے۔ یا اللعجب!
 دین و دنیا کی اس مہلک تفریق اور علم کے متعلق اس غیر اسلامی، غیر قرآنی، غیر فطری
 اور غیر خدائی تخیل نے مسلم کاستیاناں کر دیا۔ اس کی دین و دنیا پر دو تباہ ہو گئے۔ اس کی کشتی
 آمریت و جمہوریت کی امواج ذخار میں گرفتار ہے۔ اور یہ جہالت کا پیکر ضعف و انحلال کے
 یہ کتاب تلور پاکستان سے پہلے لکھی گئی تھی۔ اس لیے بیگانوں سے مراد انگریز ہیں۔ برقی

مہیب نتائج میں الجھا ہوا ہے، کبھی سٹالین کی بنا ہ ڈھونڈتا ہے، کبھی صدر امریکہ کی آنکھوں میں گھستا ہے اور کبھی فائضؒ نا علی القوم الکافرین کی لمبی لمبی دعائیں مانگتا ہے جب تم گزشتہ دو سو برس سے دیکھ رہے ہو کہ اللہ کا ہلوں کی دعائیں نہیں سنتا تو پھر اس فریب کاری اور فریب خوردگی سے کیوں باز نہیں آتے؟ کیوں دل و دماغ، سمع و بصر، اور دست و پا کو استعمال نہیں کرتے۔ اور کیوں کاہلوں کے عبرت انگیز انجام اور باعمل اقوام کی کامرانیوں پر درس طلب نگاہ نہیں ڈالتے؟

ہاں! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہی اقوام طاقت ور کھلاتی ہیں، جو اپنی محنت کے زلزلے سے دل و دماغ کی مخنی طاقتوں کو بڑے کارے آتی ہیں۔ اور پھر دفائن ارضی (جو زلزلوں سے باہر آتے ہیں) سے مستفید ہو کر اللہ سے انعام سلطنت پاتی ہیں۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۖ فَجَاءَتْ مِنْهَا الْجِبَالُ كَالْعِهَادِ ۚ وَنُفِثَ مِنْهَا الدُّمَانُ ۚ وَنُفِثَ مِنْهَا الدُّمَانُ ۚ وَنُفِثَ مِنْهَا الدُّمَانُ ۚ

مہ ہر چند کہ یہ آیت یوم الحشر سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن الفاظ کی لچک میری تفسیر کی بھی متحمل ہو سکتی ہے (برق) البیان | خواجہ احمد الدین مرحوم نے اسی لچک سے فائدہ اٹھا کر حسب ذیل ترجمہ کیا ہے۔

جب زمین ہلائی جاتی ہے اپنا ہلایا جانا اور زمین نکال دیتی ہے اپنے (مدفون) بوجھوں کو (زمین سے) تہ و بالا ہو جاتی ہے اور انسان (حیران و پریشان ہو کر کہتا ہے) کہ اس (زمین) کو کیا ہو گیا؟ اُس دن زمین تہ و بالا ہو کر اور اپنے اندرونی طبقات کو دکھلا کر اپنی خبریں دیتی ہے (یہ خبریں بچ رہنے والے یا پچھے آکر بسنے والے لوگ حاصل کرتے ہیں۔ طبقات الارض سے زمین کی بہت سی تانچے کا پتہ لگا یا جاسکتا ہے) یہ خبریں زمین دیتی ہے، اس لئے کہ تیرے رقبے اُس (زمین) کے فائدہ اور آئندہ (کام دینے کے لئے) اس میں، وحی کی ہوئی ہے۔ اس دن وہ (مرنے والے) لوگ الگ الگ ہو کر آخرت میں نکل جاتے ہیں تاکہ انہیں ان کے عمل دکھائے جائیں۔ انسان کا احساس بڑھ جانے سے سب اعمال سامنے آ جاتے ہیں۔ سو جو شخص ذرہ برابری کر رہا ہے اسے دیکھ لیتا ہے، اور جو شخص ذرہ بھر شرارت کرتا ہے اسے دیکھ لیتا ہے۔

(انسان خیر و شر کو پہچانتا ہے۔ قَدْ تَبَيَّنَ الشَّرُّ مِنَ الْخَيْرِ ۚ لَوْ كُنْ فَرَضِي اَوْ خِيَالِي خَيْرٍ و شر پیدا کر لی ہیں بعض لوگ پیر پستی اور تعزیر پستی و قبر پستی کو بھی خیر جانتے ہیں۔ معاذ اللہ پناہ بخدا)

تفسیر بیان للناس منزل ہفتم صفحہ ۲۶۵

وَاخْرَجَتْ الْأَرْضُ الْأَنْقَالَهَا وَقَالَ
 إِلَّا نَسَانُ مَا لَهَا يَوْمَئِذٍ تُعَدِّثُ
 أَخْبَارَهَا يَا أَيُّهَا الْمَوْحِي لَهَا
 يَوْمَئِذٍ يُصْعِقُ النَّاسُ وَتُؤْتِي الْأَرْضُ
 الْحَرَّىٰ وَتُؤْتِي الْأَعْمَالُ الْحِسْلَ
 مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَىٰ وَمَنْ يَعْمَلْ
 مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَىٰ (زلزال)

باہر آجائیں گے تو انسان حیرت سے پوچھے گا کہ یہ کیا
 ہو گیا؟ اُس وقت زمین و گواشتہ ہزار ہا صدیوں
 کی حکایت سنارہی ہوگی اور یہ سب کچھ الہی حکم سے
 ہو رہا ہوگا۔ تب انسان مختلف گردہوں میں بٹ جائیگا
 (بعض ان معادن فائدہ اٹھائیں گے، بعض نہیں اٹھائیں گے)
 اور یہ تمام گردہ اپنے اعمال کے مطابق اجر پائیں گے۔ اور ہر
 شخص کو ہر نیکی و بدی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قلندراں کہ بہ تسخیر آب و گل کوشند
 بہ جلوت اند و کندے بہ مہر و ماہ سچند
وجہ زلزل | صفحات گذشتہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ زمین کا پیٹ ایک بھرکتی
 ہوئی بھٹی کی طرح ہے۔ ہر بھٹی کے لئے ایک چپنی کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کوہ آتش فشاں
 اس بھٹی کی چپنیاں ہیں جن کے ذریعے اندرون زمین کے بخارات باہر نکلتے ہیں۔ اگر لاکھوں
 کی کثرت یا کسی اور وجہ سے برکان (کوہ آتش فشاں) کا منہ بند ہو جائے تو یہ بخارات
 کوئی اور راستہ تلاش کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں زمین کی کوئی نرم تہ مل جاتی ہے تو اسے
 چیر کر اس زور سے نکلتے ہیں کہ زمین ہل جاتی ہے۔

جب کسی برکان سے دھواں نکلتا بند ہو جائے تو سمجھو کہ زلزلہ آیا۔ ۱۶۳۳ء میں
 کلیریا کے چھوٹے برکان کا دھواں بند ہو گیا تھا اور معاز بر دست جھٹکے محسوس ہوئے
 ۱۶۹۹ء میں جزائر انڈیز کے لپسٹو سے دھواں نکلتا موقوف ہو گیا تھا۔ نتیجہً ایک ایسا
 زلزلہ آیا کہ شہر یومبیا کے چالیس ہزار نفوس ہلاک ہو گئے۔

مسٹر مالٹ نے زلزلوں کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس میں ۱۶۰۶ اق م سے ۱۸۴۲ء تک کے زلزلے درج ہیں۔ اس کے بعد ایک فرانسیسی محقق موسیو ڈیژان نے ۱۸۵۱ء تک کے زلزلوں کو گن ڈالا ہے۔ اس ۳۴۴۸ برس کے عرصے میں ۶۸۳۱ ایسے زلزلے آئے جن کا حال قلم بند ہو چکا ہے۔ لیکن ایک بہت بڑی تعداد انسانی ذہنوں سے اتر گئی ہے، یہ زلزلے اول تو تاریخ میں درج نہ ہو سکے اور جو درج ہوئے، وہ محفوظ نہ رہ سکے۔ ۱۸۵۱ء تک کے زلزلوں کو ذرا احتیاط سے قلم بند کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد ۳۵۰۰ کے قریب ہے۔ اگر صرف پچاس سال کے عرصے میں ساڑھے تین ہزار بھونچال آئے ہیں تو ۳۴۴۸ سال میں یہ تعداد ۲ لاکھ تیرہ ہزار ہونی چاہئے تھی، لیکن افسوس کہ ان کا حال اور تاریخ میں نہیں ملتا۔

زلزلوں کی تقسیم | مسٹر مالٹ نے زلزلوں کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے۔

۱۔ بڑے زلزلے، یعنی جن کا اثر... ۱ میل سے... ۲ میل تک محسوس کیا گیا۔

۲۔ متوسط درجہ کے زلزلے، ۲۰۰ میل سے... ۲ میل تک محسوس کیا گیا۔

۳۔ معمولی زلزلے، ۱۰۰ میل سے... ۵۰ میل سے

مذکورہ بالا طویل عرصے یعنی ۳۴۴۸ برس میں صرف ۲۱۶ بڑے زلزلوں کا حال ہمیں معلوم ہے۔ اور دوسری طرف ۱۸۵۱ء سے ۱۸۵۱ء کے درمیان ان زلزلوں کی تعداد ۵۳۰۰ ہے۔ ان اعداد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں ہر سال ایک بڑا زلزلہ آیا اور اگر چھوٹے زلزلوں کو بھی ان میں شامل کر لیں تو یہ تعداد آٹھ فی ماہ تک پہنچ جاتی ہے۔

زلزلوں کی طاقت | زلزلوں کا مرکز زمین کے اندر ۳۵ میل کی گہرائی میں ہے۔ اس مرکز میں زلزلے کی شدت بہت زیادہ ہوتی ہے جب یہ زمین کی تہوں کو چیرتی ہوئی اچھڑنے لگتی ہے تو مقاومت کی وجہ سے راہ میں سست پڑ جاتی ہے اور اصل طاقت کی صرف

ایک کسر باقی رہ جاتی ہے۔ تاہم یہ امر اس قدر طاقت ور ہوتی ہے کہ ریو بمبکے زلزلے نے بعض آدمیوں کو اُچھال کر سوفٹ کی بلندی پر پھینک دیا تھا اور پو مپیائی (دہلی) کے زلزلے نے آٹھ آٹھ سو من کی چٹانیں ہزار ہزار گز اوپر ہوائیں اچھال دی تھیں! ان حقائق کے علم کے بعد حضرت امیر مہینائی کے اس شعر میں کوئی مبالغہ نہیں معلوم ہوتا۔

میں وہ مردود ہوں کہ ڈرتا ہوں جو رخ پر پھینک دے زمیں نہ کہیں
سطح زمین کا مد و جزرہ زلزلوں کی وجہ سے سطح زمین کہیں بلند اور کہیں پست ہو جاتی ہے۔ مثلاً:
۱۔ جنوبی امریکہ میں ۱۸۳۵ء میں ایک شدید زلزلہ آیا، جس کا اثر چھ لاکھ مربع میل تک محسوس کیا گیا۔ سطح زمین دو سے سات فٹ تک بلند ہو گئی، اور بعض ندیوں کی زقنار دھلان کی وجہ سے تیز ہو گئی۔

۲۔ والپریز کے پاس تیرہ سوفٹ کی بلندی پر سیپیاں ملی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خطہ زمین صدیوں سمندر کے نیچے رہا اور اب کسی زلزلے کی وجہ سے باہر آ گیا ہے۔
۳۔ اس قسم کی سیپیاں چلیو کے جنوب میں ۳۵۰ فٹ شمال میں کوکیمبو کی طرف ۳۰ فٹ کی بلندی پر، تیر مشرقی ٹراڈل فوگیو کے شمال میں مشرقی ساحل پر ۱۱۸۰ میل تک اور مغربی کنارے پر ۵۰۰ میل تک ملی ہیں۔

۴۔ ۱۸۲۲ء میں ایک زلزلہ امریکہ میں آیا جس کی وجہ سے جزیرہ سنٹامریا کی سطح ۶ فٹ بلند ہو گئی۔ یہاں حیوانات بکری کے بچر آج بھی ملتے ہیں۔

۵۔ ہندوستان میں دریائے اٹک کے دہانے سے کچھ دور ایک علاقہ کھج کہلاتا ہے۔ یہاں جون ۱۸۱۹ء میں ایک زلزلہ آیا جس کی وجہ سے شہر بھوج تباہ ہو گیا خشکی کا دہراڑ مربع میل ایک قطعہ پانی میں ڈوب گیا اور اس کے شمال میں ایک خطہ جو ۵۰ میل لمبا اور

دس سے سولہ میل تک چوڑا تھا، دس فٹ بلند ہو گیا۔

۱۸۳۸ء میں جرمنی کے ایک فاضل فان بوخ نے اعلان کیا ہے کہ سوڈن ناروے

سے بلند ہو رہا ہے۔

۱۸۳۳ء میں کیٹین گراہ اور ۱۸۳۲ء میں ڈاکٹر پنکل نے گرین لینڈ کے مغربی کنارے

کی پیمائش کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ایگالیکو اور ڈیسکو کے درمیان چھ سو میل تک زمین پست ہو گئی ہے۔

۸۔ جزیرہ کنڈیا (۱۳۵ میل لمبا) کا کنارہ ۲۵ فٹ ابھر آیا ہے۔ اور مشرقی گوشہ پانی

میں ڈوب گیا ہے۔

۹۔ اس زلزلے کے متعلق جو ۱۸۳۵ء میں ولڈیویا میں آیا تھا ڈارون لکھتا ہے۔

”زلزلے کے دوران میں زمین کی حالت اس ہلکی کشتی کی طرح تھی، جو سمندر کی خطرناک

لہروں کے تھپیڑے کھا رہی ہو“

۱۰۔ انگلیڈ کے شمالی حصے ابھر رہے ہیں اور جنوب مشرقی حصے ڈوب رہے ہیں۔ آج سے

بہت عرصہ پہلے انگلستان یورپ سے ملا ہوا تھا، بعد میں کسی زلزلے کی وجہ علیحدہ ہو گیا۔

۱۱۔ ریاست ٹینیسی میں ۱۸۳۸ء کے ایک زلزلے نے لمبی چوڑی جھیل پیدا کر دی، جس

کا نام ہے ریل فٹ۔

۱۲۔ اسی طرح ریاست ہارٹ کنیس اور کنیکٹی میں جنگل میں ایک معتد بہ حصہ جھیل بن گیا ہے۔

۱۳۔ یونان کے پاس ایک ساحلی مقام پر پہلے سمندر کی گہرائی ۱۴۰۰ فٹ تھی اور

اب صرف ۲۰۰ فٹ رہ گئی ہے۔

۱۴۔ بحیرہ روم پہلے ایک دریا تھا، جس کا بحر اوقیانوس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اب

یہ سمندر بن چکا ہے۔

باب (۹)

جسم انسانی کے معجزات

انسانی بدن الہی صنعت و تخلیق کا ایک حیرت انگیز اعجاز ہے جسے دیکھ کر عقل سر بہ سجود ہو جاتی ہے۔ ماہرین ارحام نے تکیوں جنین کا ہر منزل اور ہر درجے پر تماشا دیکھنے کے بعد اس حقیقت سے نقاب اٹھایا ہے کہ بدن انسانی کی ترکیب خلیوں سے ہوتی ہے آغاز میں یہ خلیہ ایک ہوتا ہے، پھر دو، پھر چار، اور پھر آٹھ میں متضاد عاف ہو کر بدن کی تشکیل کرتا ہے۔ بعض خلیے کان، بعض آنکھ، بعض ناک اور بعض دیگر اعضا کی تشکیل پر لگ جاتے ہیں۔ یہ آج تک کبھی نہیں ہوا کہ چند خلیے سازش کر کے کان کی جگہ ناک اور ناک کی جگہ آنکھیں بنا ڈالیں، یا پیچھے کوئی دم چسپاں کر دیں۔ یہ اس لئے ایک ہمہ ہیں آنکھ ان کی نگہانی کر رہی ہے، جس کی قرمانیت کے سامنے تمام کائنات تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے۔

لَهُ أَسْكَمَ مَنَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ | اَرْضِ وَ سَمَاءِ ہر چیز مشیتِ ایزدی کو بجالانے پر مجبور و مجبول ہے۔ (آل عمران ۸۳)

آج علم ترقی کرتے کرتے خیامِ قدس کے دسرا تک بے نقاب کرنے پر تل چکا ہے۔ اور دوسری طرف تعلیم یافتوں میں ایک دینی صدی آدمی بہ دستور ایسے موجود ہیں جو اللہ

کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے جن کے نقطہ خیال سے تکوین تدوین کی یہ کارگاہ جلیل کسی ناظم
 و آمر کے بغیر چلی رہی ہے، اور تخلیق کے یہ روح افروز خوارق خود بخود سرزد ہو رہے ہیں۔ ان کچھ فی
 کے مجسموں سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ اگر یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے اور کوئی نگراں نہ نکو تھے
 موجود نہیں تو پھر رحم مادر میں خلیوں نے تمہیں انسانی شکل کیوں دی؟ گدھا کیوں نہ بنا دیا؟
 یا سرگدھے کا اور دم بندر کی کیونچ لگا دی؟ ایک اچھا خاصہ پروں والا گدھا کیوں نہ بنا دیا؟
 مینڈک اور کچوے کی شکل کیوں نہ دے دی؟ انسانی پیٹ سے آج تک کیوں کوئی بکری
 پیدا نہ ہوئی؟ بکری کے پیٹ سے مرغی نے کیوں جنم نہ لیا۔ اور کبوتر کے انڈوں سے
 تیتھ کیوں نہ نکلا؟ ہے کوئی جواب ان منکرین خدا کے پاس؟ اگر ہے تو لاؤ۔ اور اگر
 نہیں تو آؤ اور ہمارے ہم نوا بن کر کہو:

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَهُوَ شَرِيفٌ ۖ جَوَانِبِ مَثَلِ قَاهِرٍ ۖ مَطْلُ
 كَيْفَ يَشَاءُ ۚ (آل عمران ۶)

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
 صبا سے بھی نہ ملا تجھ کو بوئے گل کا سراغ (اقبال)

جسم انسانی کے مختلف مناظر ۱۔ چار طبائع — حرارت، برودت، یسوت، درطو

۲۔ چار ارکان جسم — آگ، ہوا، مٹی، پانی۔

۳۔ چار اخلاط — صفرا، خون، بلغم، سودا۔

۴۔ نو طبقات — سر، منہ، گردن، سینہ، پیٹ، کمر، ران، ساق، پاؤں۔

۵۔ ستون — ۲۴۸ ہڈیاں۔

۶۔ رسیاں — ۵۰۔ چھ۔

۷۔ خزانے۔۔۔ دماغ، نخاع، پھیپھڑے، دل، جگر، تلی، معدہ، انتڑیاں، گڑے۔
۸۔ مسالک و شوارع۔۔۔ ۳۶۰ عروق۔

۹۔ نریں۔۔۔ ۳۹۰ وریدیں۔

۱۰۔ دروازے۔۔۔ آنکھیں، کان، ناک، پستان، منہ، اور شرمگاہیں۔

انوکھا شہرا جسم انسانی کو ایک شہر سمجھئے، جس میں مختلف اعمال ہو رہے ہیں مثلاً:

۱۔ باورچی۔۔۔ معدہ، ایک باورچی کی طرح غذا پکا رہا ہے۔

۲۔ عطار۔۔۔ کوئی عطار غذا کا جو ہر نکال کر جزو بدن بنارہا ہے۔

۳۔ حکیم۔۔۔ جگر ایک طبیب کی طرح غذا میں تیزاب ملا رہا ہے۔

۴۔ جاروبکش۔۔۔ انتڑیاں، جلد، گڑے اور پھیپھڑے غلاظت کو جسم سے باہر پھینک رہے ہیں۔

۵۔ شعبہ بازہ۔۔۔ کوئی صنّاع، خون کو گوشت میں تبدیل کر رہا ہے۔

۶۔ بھٹہ۔۔۔ ہڈیاں اینٹوں کی طرح پاک کر مضبوط بن رہی ہیں۔

۷۔ جلاہا۔۔۔ کوئی بافندہ اعصاب اور جھلیاں بن رہا ہے۔

۸۔ درزی۔۔۔ کوئی درزی زخموں کو سی رہا ہے۔

۹۔ کاشت کار۔۔۔ کسی کاشت کار کی قلبہ رانی کی وجہ سے جسم کے کھیت میں گھاس

کی طرح بال اُگ رہے ہیں۔

۱۰۔ رنگ ساز۔۔۔ کوئی صباغ دانٹوں کو سفید، بالوں کو سیاہ اور خون کو سرخ بنارہا ہے۔

۱۱۔ بت تراش۔۔۔ کوئی بت تراش ماں کے پیٹ میں ایک خوب صورت سا بچہ تراش رہا ہے۔

ایک چھوٹی سی کائنات | ۱۔ زمین۔۔۔ جسم انسانی | ۲۔ پہاڑ۔۔۔ ہڈیاں۔

۳۔ موادن۔۔۔ مَخ | ۴۔ ستارے۔۔۔ عقل، قوت مفکرہ، متخیلہ وغیرہ،

۵۔ سمندر	پیٹ	۱۰۔ ہوا	تنفس	۱۵۔ حیات	بیداری علم
۶۔ نہریں	رگیں	۱۱۔ صبح کی روشنی	مسکراہٹ	۱۶۔ بہار	بچپن
۷۔ بدر روئیں	آتشریاں	۱۲۔ بارش	رونا	۱۷۔ گرما	جوانی
۸۔ نباتات	بال	۱۳۔ ظلمت	غم	۱۹۔ برف باری	سفید بال
۹۔ میدان	ماتھا اور پٹھہ	۱۴۔ موت	نہند یا چہتا	۲۰۔ رعد و برق	غصہ
<u>انسان میں حیوانیت</u>					
۱۔ شیر کی طرح	بہادر	۹۔ اونٹ	مطیع	۱۷۔ گھوڑے	وفادار
۲۔ خرگوش	بزدل	۱۰۔ چیتے	سرسکش	۱۸۔ سانپ	بے وفا
۳۔ کوئے	ہوشیار	۱۱۔ قطاۃ	رہبر	۱۹۔ مور	حسین
۴۔ اُٹو	خود فراموش	۱۲۔ شتر مرغ	گم راہ	۲۰۔ گدھ	بد وضع
۵۔ لومڑی	بُرکار	۱۳۔ بیل	گو تیا	۲۱۔ بد بھد	مسود
۶۔ بھیڑ	سادہ لوح	۱۴۔ گدھے	بد اولاد	۲۲۔ اور اُٹو	منہو س ہے
۷۔ ہرن	تیز خرام	۱۵۔ مرغی	منفید		

چھوٹی سی کائنات | ہندوستان کے کسی بڑے کارخانے میں تشریف لے جائے۔
 انجن کسی ایک طرف کمرے میں ہوگا۔ اور ہر طرف مختلف پرندے مختلف اعمال سرانجام دے
 رہے ہوں گے کہیں تلواریں بن رہی ہوں گی کہیں تیل نکالا جا رہا ہوگا۔ ایک طرف ٹین کے ذریعے
 تیار ہونے والے ہوں گے اور دوسری طرف لپٹا ہوا پھل رہا ہوگا۔ پس یہی حال کائنات کا ہے۔ اس کا رگاہِ عظیم کے
 مختلف اعمال پر ذرا نگاہ ڈالو۔ یہ یاد رہے ہے ہیں، ہوائیں چل رہی ہیں آفتاب روشنی کے طوفان
 اٹھا رہا، درخت اُگ رہے ہیں اور بادل برس رہے ہیں۔ گو اس کا رگہ حیات کا ہر منظر مختلف فرما

کی بجائے آوری میں مصروف ہے۔ لیکن انجن صرف ایک ہی ہے، یعنی، اللہ۔

ادھر جسم انسانی کو دیکھو، بال اُگ رہے ہیں، آنسو بہہ رہے ہیں، دل طُڑک رہا ہے۔ سانس چل رہی ہے، کان سُن رہے ہیں، آنکھیں دیکھ رہی ہیں، اور دماغ سوچ رہا ہے۔ اس کا رخلنے کے انجن کا نام روح ہے۔ روح جسم کے کس حصے میں رہتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر بال، ہر رگ اور ہر قطرہ خون میں، لیکن اگر آپ چاقو سے کسی حصہ جسم کو کرید کر روح کو دیکھنا چاہیں تو آپ کو کام یابی نہیں ہوگی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کائنات کے ہر ذرے میں جلوہ گر ہے، لیکن روح کی طرح دکھائی نہیں دیتا۔ انسانی جسم حقیقتہً ایک چھوٹی سی کائنات ہے جس میں روح اسی طرح کام کر رہی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کائناتِ ارض و سما میں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں (اقبالؔ)

خلقتِ آدم علیٰ صورتی (حدیث) میں نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

حفاظت ہمیں گہری نیند سے کوئی شور بیدار نہیں کر سکتا، لیکن ماں کو بچے کی معمولی سی آواز جگا دیتی ہے۔ کتا گھر والوں کے شور اور موٹروں وغیرہ کی گڑا گڑاہٹ سے نہیں جاگتا لیکن اجنبی پاؤں کی ہلکی سی آہٹ اُسے چونکا دیتی ہے۔ ہم جہاز میں آرام سے سو رہے ہوتے ہیں اور جوں ہی جہاز کا انجن بگڑ جاتا ہے، یا ک لخت تمام مسافر جاگ اُٹھتے ہیں، یہ کیوں؟ اس لئے کہ انسانی دماغ کا ایک حصہ بیدار رہ کر تمام واقعات و خطرات کا مطالعہ کرتا رہتا ہے، یا یوں سمجھئے کہ قدرت نے چند محاذ پر ہم پر مقرر کر رکھے ہیں کہ جوں ہی کوئی خطرہ ہمارے زندگی پر حملہ کرنے لگتا ہے، یہ محاذ ہمیں فوراً جگا دیتے ہیں۔

هُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (حدید ۴) ہر حالت اور ہر مقام میں اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔

جماہی آدمی بیدار ہو کر جمائیاں اور انگڑائیاں لیتا ہے۔ سانس کو چند لمحوں کے لئے اندر کھینچ کر پھر باہر نکال دیتا ہے۔ اسی کا نام جماہی ہے۔ یہ اس لئے کہ رات کے وقت خون کی ایک کثیر مقدار دل کا عمل جاری رکھنے کے لئے پھیپھڑوں میں جمع ہو جاتی ہے بیداری کے بعد چوں کہ باقی اعضاء کو بھی کام کرنا ہوتا ہے اور خون کی تمام جسم میں ضرورت پڑتی ہے اس لئے جماہی سے پھیپھڑے سکڑتے ہیں۔ جمع شدہ خون یہاں سے نکل کر تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور چہرے کی رنگت شگفتہ سی ہو جاتی ہے۔ انگڑائی خون کو پھیلانے میں مدد دیتی ہے۔

آنکھ آنکھ کی پتلی ایک سوراخ ہے جس سے روشنی گزرتی ہے۔ اگر روشنی زیادہ ہو تو پتلی سمٹ جاتی ہے اور اگر کم ہو تو پھیل جاتی ہے تاکہ زیادہ روشنی اندر جاسکے۔ کیمرا آنکھ کی نقل ہے۔ اگر ہمیں شام کے وقت کوئی تصویر لینا منظور ہو تو روشنی کا سوراخ زیادہ دیر تک کھلا رکھتے ہیں اور زیادہ روشنی میں صرف ۱/۱۰ سیکنڈ۔

آنسو ان گلیٹیوں میں تیار ہوتے ہیں جو آنکھوں کے متصل کانوں کی طرف واقع ہیں۔ چونکہ بعض چھوٹے چھوٹے راستے آنکھ اور ناک کو ملاتے ہیں، اس لیے ہجوم گریہ میں عموماً آنسوؤں کی کچھ مقدار ناک میں چلی جاتی ہے اور روتے وقت ناک سے بھی پانی نکلتا ہے۔



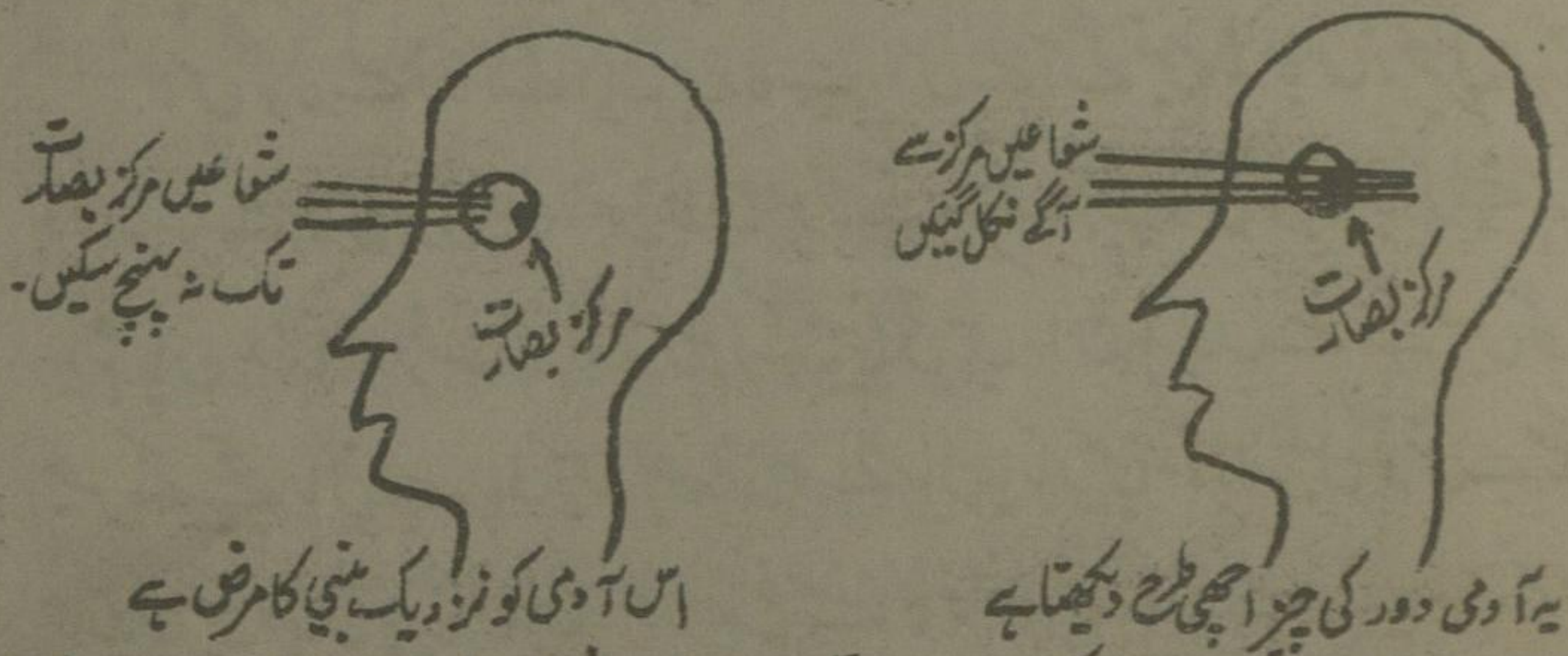
آنسوؤں کی گلیٹی

آنسو آنکھوں کو صاف رکھتے ہیں، آنکھ اسی لئے بار بار جھپکتی ہے تاکہ آنسو یا معمولی نمی آنکھ کے ہر حصے تک پہنچ سکے۔ آنکھ کا پچھلا حصہ کیمرے کی پلیٹ کی طرح ہے جسے محفوظ رکھنے کے لئے ایک سخت جلد اور دگر دالگا دی گئی ہے یہیں سے تار دماغ کو جاتے ہیں۔

جب کوئی چیز اس حصے پر منعکس ہوتی ہے تو ان تاروں کے ذریعے دماغ میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور وہ دیکھتا ہے۔ دیکھنے کا کام دماغ کرتا ہے۔ اور آنکھ صرف آلہ بصارت ہی اگر کسی صدمے سے یہ تار بے کار ہو جائیں تو آنکھ بصارت سے محروم ہو جاتی ہے۔

آنکھ میں سات پردے ہیں، قرنیہ، عنبیہ، عنبکیوتیہ، شبکیہ، مشیمیہ، صلیبیہ، اور ملتحمہ۔ مشیمیہ و صلیبیہ و ریدوں کے ذریعہ آنکھ کو غذا بہم پہنچاتے ہیں۔ عنبکیوتیہ رطوبت کی حفاظت کرتا ہے۔ عنبیہ صور مرسومہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ ملتحمہ آنکھ کو اصلی مہیت میں قائم رکھتا ہے اور عصب جس میں تلغرافی تاروں کا جال بچھا ہوا ہے محسوسات کو دماغ تک پہنچاتا ہے۔ بلکہ عصارہ اور تیز روشنی کو روکتی ہیں اور پوٹا رومال اور برش کا کام دیتا ہے۔

آنکھوں کے لینز شیشے کی طرح شفاف ہیں۔ ان سے روشنی گزر کر اسی طرح برہمی ہو جاتی ہے جس طرح پانی میں لائٹ کی نظر آتی ہے۔ اگر آنکھ سے گزرنے والی شعاعیں ٹھیک مرکز بصارت (Bull's eye) پر مل جائیں تو آدمی کی نظر ٹھیک ہوتی ہے۔ اور اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے آنکھ کے شیشے اچھی طرح کام نہ کریں تو شعاعیں مرکز بصارت سے آگے نکل جاتی ہیں یا وکے پڑتی ہیں اور آنکھ کو دور بینی یا نزدیک بینی کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ شکل یہ ہے:

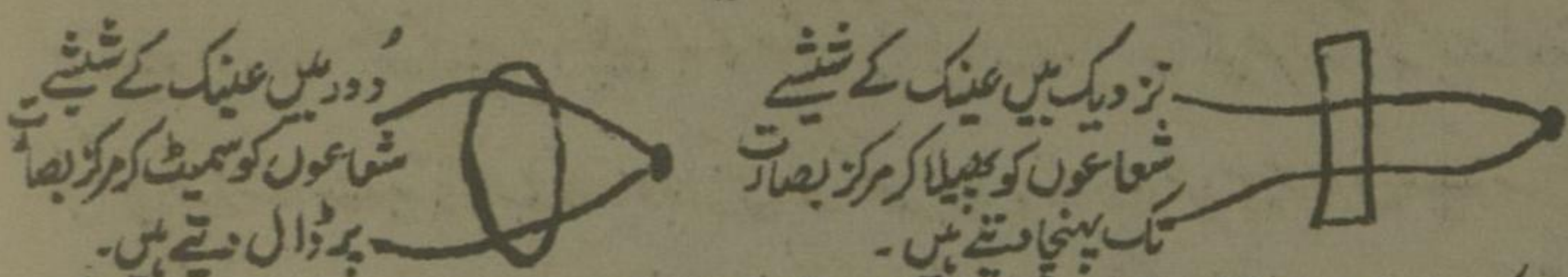


اس آدمی کو نزدیک بینی کا مرض ہے

یہ آدمی دور کی چیز اچھی طرح دیکھتا ہے

ان بیماروں کو ایسی عینکیں دی جاتی ہیں جن کے شیشے شعاعوں کو مرکز بصارت سے

نہ تو آگے نکلنے دیتے ہیں اور نہ ورسے رہنے دیتے ہیں، مثلاً:



آنکھ کے آخری طبقے میں تیس لاکھ تئیس اور تین کروڑ ستون ہیں۔ دیکھا آپ نے کہ آنکھ کی مشینری کس قدر سچیدہ اور اس کا نظام کتنا دقیق ہے۔ اسی لئے تو قرآن حکیم میں جاہل انسانی سمع و بصر کو الہی صناعت پر بطور شہادت پیش کیا گیا ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ
ثَبَّتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۖ
ہم نے انسان کو مرد و زن کے مخلوط نطفے سے پیدا کر کے سمع و بصر کی نعمت سے سرفراز فرمایا تاکہ وہ دیکھیں کہ انسان ان قوایں کو کیسے استعمال کرتا ہے۔ (دہر ۲)

کان | کان کی اندرونی دیواریں ایک بدبودار اور کڑوا گوند خارج کرتی ہیں، تاکہ گرد و غبار اور کیڑے کوڑے یہیں پھنس کر رہ جائیں۔ اگر حالت خواب میں کوئی حیوانی وغیرہ گھس جائے تو انسان کی زندگی وبال بن جائے۔ اللہ نے اناڑے انسان کے لئے یہ کڑوا رس تیار کیا تاکہ حیوانی کان میں داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جائے۔

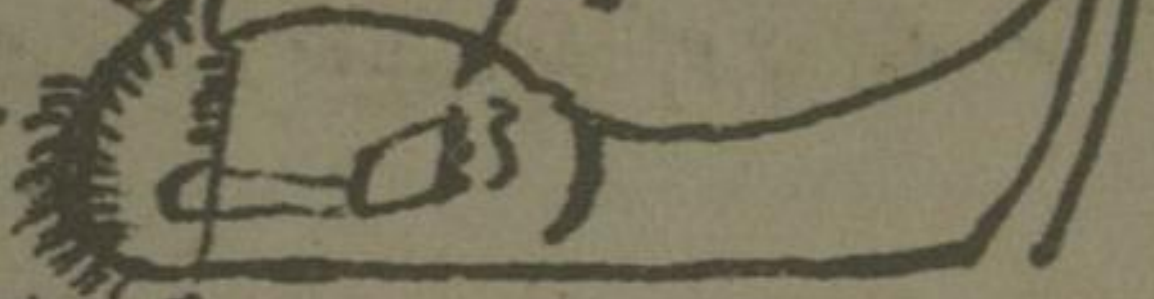
اس گوند سے ذرا آگے ایک پردہ ہے، اس سے آگے تین ہڈیاں زنجیر کی طرح ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں، جس طرح موٹر کے سپرنگ ہچکونوں کو جذب کر لیتے ہیں اسی طرح یہ ہڈیاں بلند اور ک سخت آواز کو نرم کر کے پہنچاتی ہیں۔ ان ہڈیوں سے آگے طبل گوش ہے جس کے پیچھے پانی ہے۔ پانی میں چھوٹے چھوٹے بال یا تار ہیں۔ آواز طبل گوش سے ملکر ان تاروں میں رزمن پیدا کرتی ہے، اور دماغ سننے کا فرض انجام دیتا ہے۔ ریڈیوسٹ کان کی ایک

ملہ مخلوط کی تفسیر اوراق آئندہ میں آئے گی۔ (برق)

عمدہ نقل ہر شکل یہ ہے؛

بانی اور تار

میں طریاں



تار جو دماغ کو جا رہے ہیں

طبل گوش

بہلا پڑہ

طبل گوش کے پیچھے ان تاروں کی تعداد تین ہزار ہے۔ ہر تار ایک خاص آواز سن کر دماغ تک ایک نئی راہ سے پہنچاتا ہے اور ہم بہ یک وقت تین ہزار آوازیں سن سکتے ہیں۔

ناک | سونگھنے اور سانس لینے کے علاوہ ناک جاسوس کا کام بھی کرتی ہے، جو جراثیم ہوا میں موجود ہوں اور کسی دوسرے طریقے سے معلوم نہ ہو سکیں تو ناک ان کے وجود سے دماغ کو اطلاع دیتی ہے اور دماغ فوراً ہاتھ کو حکم دیتا ہے کہ ناک کے آگے رومال رکھ لو، تاکہ مضر جراثیم اندر نہ جانے پائیں۔

ناک اور منہ کے درمیان ایک مقلقی ہڈی کا حجاب موجود ہے۔ یہ ہڈی حلق میں گوشت کا ایک لوٹھرا (گھنڈی) بن جاتی ہے، جب ہم کوئی چیز حلق سے اتارتے ہیں تو یہ گھنڈی ناک کی راہ روک لیتی ہے تاکہ غذا وغیرہ کا کوئی ذرہ ناک میں نہ جائے۔

ناک کے اندر اور آس پاس چند جگہیں موجود ہیں، جنہیں ڈھول کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ بولتے وقت آواز ان ڈھولوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ اور اسی لئے گونج پیدا ہوتی ہے، زکام میں کثرت بلغم، نیر ماؤف ہونے کی وجہ سے یہ ڈھول بند ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اولز بھڑی ہو جاتی ہے، مشکل یہ ہے؛



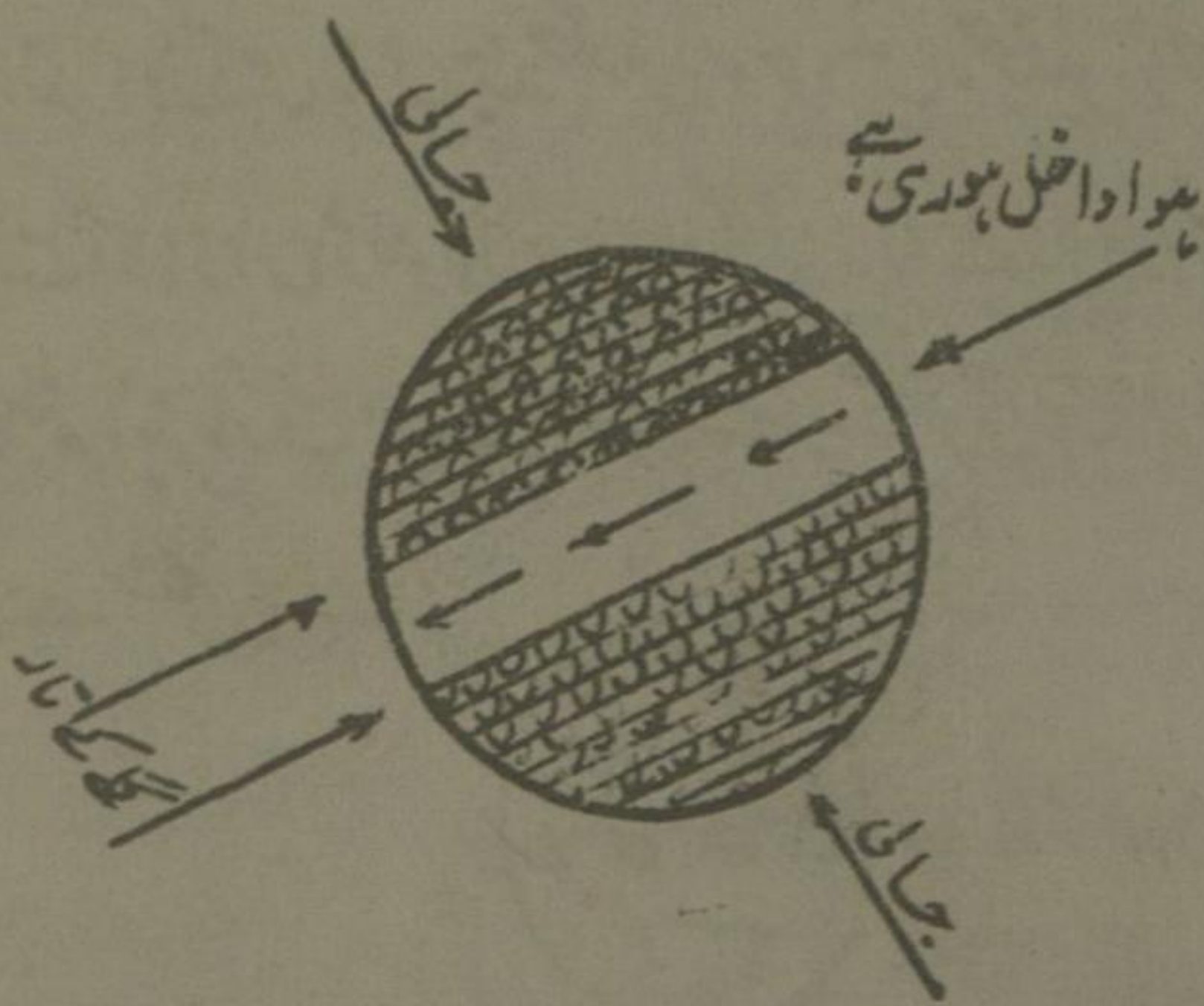
اسے ڈھولوں کے مقامات ظاہر کیے گئے ہیں۔

سانس لیتے وقت غذائی نالی ایک پٹھے کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے اور حلق سے غذا اتارتے وقت سانس کی نالی بند ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ غذا سانس کی نالی میں اور ہوا غذا

کی نالی میں نہ جاسکے کہ اس سے بہت تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ سانس کی نالی ٹھوڑی کے نیچے ہے، اور غذا کی نالی کچھ پیچھے۔

آواز | ہوائی نالی کے منہ پر دو تار لگے ہوئے ہیں، جن کے ارد گرد ایک جالی ہے۔ جب ہم بولتے ہیں تو پھیپھڑوں کی ہوا ان تاروں سے ٹکرا کر آواز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ان کی بناوٹ اس طرح کی ہے کہ معمولی تنفس سے آواز پیدا نہیں ہوتی مثلاً ایک سیٹی منہ میں لپکڑا ہستہ آہستہ ہوا اوپر نیچے کھینچیں تو آواز نہیں نکلے گی اور اگر زور سے پھونکیں تو آواز پیدا ہوگی۔ یہی حال گلے کے تاروں کا ہے۔

اگر زبان کے تار ڈھیلے ہوں تو آواز موٹی اور بھٹی نکلتی ہے۔ اور اگر کھچے ہوئے ہوں تو آواز صاف ہوتی ہے۔ اسی طرح موٹی آواز نکالتے وقت یہ تار ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور صاف آواز کے وقت تن جاتے ہیں۔ اگر کوئی گویا گارہا ہو تو اس کا گلا چھوڑ دیکھئے گلے کا یہ حصہ گاتے وقت تننا ہوا ہوگا۔ شکل یہ ہے :



جلد | قوت لاسہ جلد میں ہوتی ہے۔ جلد کا ہر حصہ تنفرانی تاروں کے ذریعے دماغ کو پیغام بھیجتا ہے، اور دماغ احکام نافذ کرتا ہے۔

گر میوں میں خون اور پسینے کی نالیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ جسم کو پیش آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ جسم کے ارد گرد کی حرارت پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے پر صرف ہو جائے اور جسم ٹھنڈا رہے۔ موٹر کے انجن کے ارد گرد پانی کی نالیاں اسی مقصد کے لیے ہوتی ہیں کہ ہوا ریڈیٹر (Radiater) سے گزر کر انجن کو ٹھنڈا رکھ سکے۔ گرمیوں میں پسینہ بکثرت آتا ہے جس سے قرب جسم کی حرارت بخیر میں صرف ہو جاتی ہے۔ جلد ٹھنڈی پڑ جاتی ہے جس سے خون ٹھنڈا ہو کر رگوں میں واپس چلا جاتا ہے اور اس طرح جسم معتدل رہتا ہے۔ سردیوں میں پسینے کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے پسینے اور خون کی نالیوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سردیوں میں چہرہ مقابلہ پھیکا پڑ جاتا ہے اور ہاڑیاں جھک جاتی ہیں۔

دانٹ | دانٹوں کا انمیل دانٹوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ اس انمیل کی وجہ دانٹ کی بیرونی سطح بہت سخت ہوتی ہے اور اندر سے نرم۔ اگر کوئی جرثومہ ایک دفعہ کسی دانٹ میں راہ بنا ڈالے تو اندر وئی حصے کو فوراً تباہ کر دیتا ہے۔ یہ جرثومہ سیاہ رنگ کے بے شمار بچے نکالتا ہے۔ ان سے ایک قسم کا زہر خارج ہوتا ہے جو غذا یا تھوک کے ہمراہ اندر جا کر سارے خون کو خراب کر دیتا ہے۔

پیدائش | انسان خلیوں سے بنا ہے۔ ہر خلیہ تقسیم ہو کر بھی مکمل رہتا ہے۔ یہ خلیہ رصل ایک تھوڑا سا دانہ ہے جس میں ایک سیاہ دھبہ ہوتا ہے تقسیم ہونے کے بعد بھی ہر حصے میں یہ دھبہ موجود رہتا ہے۔



خلیہ تقسیم ہو چکا ہے



خلیہ تقسیم ہو رہا ہے



خلیہ

اشکال

یہ خلیہ ماں کے رحم میں موجود ہوتا ہے، لیکن اس میں منقسم و متضاعف ہونے کی استعداد نطفہ پداری کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ جوں ہی کہ نطفہ پداری کا اس خلیہ سے اتصال ہوتا ہے تقسیم در تقسیم ہو کر تعمیر جنین میں مصروف ہو جاتا ہے۔ بعض خلیے کان بناتے ہیں اور بعض دیگر

دل، و علیٰ ہذا القیاس چونکہ ایک بینائے کل آنکھ اوپر موجود ہے، اس لیے یہ کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو گا کہ دل کی جگہ ناک اور آنکھ کی جگہ منہ تیار ہو جائے۔

انسانی نطفہ دس عناصر سے مرکب ہوتا ہے۔ آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، اوزون، کبریت، فاسفورس، پوٹاش، میگنیشیم، چونا اور فولاد، ان عناصر میں عقل و حواس موجود نہیں ہوتے لیکن اللہ کی صنعی دیکھئے کہ جو کل ان اجزاء سے تیار ہوتا ہے اس میں عقل و حواس ہوتے ہیں۔
 اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ وَحَمِیْہُمْ نَعْمَ عِطَافِرَاقِیْ، تاکہ ہم اُسے آزمائیں۔

غذا ایک آدمی جب کمرے میں آرام سے بیٹھا ہوا ہو تو وہ ایک گھنٹے میں تقریباً پچیس ہزار مکعب سنٹی میٹر آکسیجن استعمال کرتا ہے۔ کھانے کے بعد ۳۶ ہزار اور ورزش کے دوران میں یہ مقدار ۸۰ ہزار مکعب سنٹی میٹر تک پہنچ جاتی ہے۔ سردیوں میں جسم کو گرم رکھنے کے لیے آکسیجن کی زیادہ مقدار درکار ہوتی ہے، اسی لیے بھوک زیادہ ستاتی ہے۔

ہمیں اپنی غذا میں پانچ چیزیں ملتی ہیں: (۱) پانی (۲) چربی (۳) نمک (۴) ہائیڈروجن آکسیجن، اور کاربنی مرکبات (۵) ناٹروجنی مرکبات۔ مرکب نمبر ۴ کو کاربوہائیڈریٹ اور مرکب نمبر ۵ کو لحمیات یا پروٹینز بھی کہتے ہیں۔ بعض غذا یہ کے اجزاء یہ ہیں:

غذا کا نام	پانی فی صدی	لحمیات فی صدی	نشاستہ فی صدی	چربی فی صدی
۱۔ گوشت	۶۹	۲۱.۵۹	x	۳-۷
۲۔ مرغی کا سینہ	۷۲	۲۳.۶	x	۲-۰
۳۔ مچھلی	۶۵	۱۸.۵۶	x	۱۰-۱۱
۴۔ مکھن	۱۴	x	x	۱۸.۵۶

۳۲۶	۴۲۸	۳۲۳	۸۸	۵۔ دودھ
۰۲۲	۱۲۵	۰۳۳	۸۴	۶۔ سیب
۰۲۵	۳۲۱	۰۲۵	۹۱	۷۔ لیمون
x	۱۶	۱۲۹	۸۱	۸۔ اُبے ہوئے آلو
۰۲۱	۴۵۱۸	۱۲۵	۴۴	۹۔ سرخ آٹے کی روٹی
۰۲۱	۴۸۲۶	۶۲۶	۴۳	۱۰۔ سفید
x	۷۱۲۴	۰۲۴	۱۸	۱۱۔ شہد
۳۱۱	۵۹۱۹	۴۲۸	۱۰	۱۲۔ چکولیٹ
x	۱۰۰	x	x	۱۳۔ کھانڈ

جربنی دار غذاؤں کی کاربن اور ہائیڈروجن، آکسیجن سے مل کر زیادہ حرارت پیدا کرتی ہے۔ لحمیات کثرت آب کی وجہ سے کم گرم ہوتی ہیں۔ دودھ ہر لحاظ سے بہترین غذا ہے۔ ہماری اقد یہ معمول میں کاربن آکسیجن وغیرہ کی مقدار حسبِ بل ہوتی ہے:

نام	کاربن	ہائیڈروجن	آکسیجن	نائٹروجن	سلفر
۱۔ جربنی	۷۷	۱۱۲۵	۱۱۲۵	x	x
۲۔ نشاستہ	۴۴۲۴	۶۲۳	۴۹۲۴	x	x
۳۔ شکر	۴۲۲۱	۶۲۵	۵۱۲۴	x	x
۴۔ لحمیات	۵۱۵	۷	۲۰۲۳۰	۱۵۱۹	۴۲۵

ایک آدمی کو روزانہ تین پونڈ غذا درکار ہوتی ہے۔ تمام دنیا کے انسان ہر روز چھ ادب پونڈ یعنی سات کروڑ پچاس لاکھ من غذا کھاتے ہیں۔

ہمارے جسم میں ٹائٹروجن کا کچھ حصہ ناخن اور بال اُگانے پر صرف ہوتا ہے اور باقی پسینے اور پیشاب وغیرہ میں مل کر خارج ہو جاتی ہے۔ بالوں پر روزانہ ۰.۲۹ گرام اور ناخنوں پر ۰.۰۱ گرام ٹائٹروجن خرچ ہوتی ہے سانس کے ذریعے جس قدر ٹائٹروجن روزانہ خرچ ہوتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ بے کار آدمی ایک گھنٹے میں ۰.۰۱۔ گرام ٹائٹروجن خارج کرتا ہے۔

۲۔ معمولی کام کرنے والا ۱۳۔

۳- سخت = = ۰.۲۲ = =

۴۔ سائیکل چلانے والا چار گھنٹوں میں ۵۵-۶۰ کلو گرام پسینہ خارج کرتا ہے جس میں
۵۶۔ گرام نائٹروجن اور ۶۷۔ اگر ام نمک ہوتا ہے۔

۵۔ ایک عورت ایام حیض میں روزانہ ۸۔۱۰ گرام تک نائٹروجن خارج کرتی ہے۔
بھوک کی حالت میں نائٹروجن اور چربی ہر دو جلتی ہیں۔ کام کے وقت صرف چربی گھلتی
ہے۔ نشاستہ آرام و محنت ہر دو صورت میں جلتا ہے اور چربی کو جلنے سے بچاتا ہے۔ نشاستہ
باہر نہیں جلتا، لیکن جسم میں بہت جلد جل جاتا ہے۔ چربی باہر بہت جلد گھلتی ہے، لیکن جسم
نننے کے بعد بڑی مشکل سے حل ہوتی ہے۔

جسم میں حرارت رقبہ جسم کے مطابق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لمبے آدمی کو چھوٹے آدمی کی نسبت زیادہ بھوک لگتی ہے۔

حیاتیات یا وٹمین | حیاتیات نظام جسمانی کے اہم عناصر ہیں۔ اس وقت تک ہمیں
حیاتیات کی آٹھ اقسام معلوم ہو چکی ہیں۔ یعنی :

۱۔ حیاتیہ اے | ۲۔ حیاتیہ بی (۱) | ۳۔ حیاتیہ بی (ب) | ۴۔ حیاتیہ بی (ج)
۵۔ حیاتیہ بی (د) | ۶۔ حیاتیہ سی | ۷۔ حیاتیہ ڈی | ۸۔ حیاتیہ ای

۱۔ اے حیاتیہ کی غیر موجودگی میں جسمانی نشوونما رک جاتی ہے۔ نیز آنکھ کے پوٹوں کو ایک بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ حیاتیہ مچھلی کے تیل، مکھن اور انڈوں میں بکثرت ہوتا ہے۔
۲۔ بی (۱)، اس حیاتیہ کی غیر موجودگی لاتوں کو کم زور کرتی ہے۔

۳۔ بی (دب)، ے ے ے میں ناسور کی عام شکایت رہتی ہے

۴۔ حیاتیہ بی کے باقی اقسام بھی جسمانی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ یہ حیاتیہ انڈوں، مچھلیوں کے بیج اور غلوں میں ملتے ہیں۔

۵۔ سی یہ حیاتیہ مچھلیوں اور سبزیوں میں بکثرت ہوتا ہے، تازگی دماغ صفائی خون اور شادابی رنگ کے لیے از بس مفید ہے۔

۶۔ ای۔ اس کی غیر موجودگی میں قوتِ جہولیت جواب دے جاتی ہے۔ یہ حیاتیہ سبزی کے تیلوں اور تپوں سے ملتا ہے۔

تحلیل غذا | حلق سے اترنے کے بعد غذا ایک تھیلی (معدہ) میں پہنچتی ہے جس کی دیواروں پر ایک رس نکل کر پہلے ہی وہاں موجود ہوتا ہے اور کچھ بعد میں آ جاتا ہے۔ یہ رس ترش ہوتا ہے اور غذا کو حل کر کے جزو بدن بناتا ہے۔ تھوک بھی عملِ ہضم میں مدد دیتا ہے۔

سوال۔ یہ رس معدے میں کھانے سے پہلے کیسے جمع ہو جاتا ہے؟

جواب۔ فرض کرو کھانا پاک رہا ہے اور سالن پکنے کی خوشبو ہم تک پہنچتی ہے، ناک فوراً دماغ کو اطلاع دے گی اور دماغ معدے اور منہ ہر دو کی طرف حکم نافذ کرے گا کہ ہاضمے کے رس تیار کرو۔ چنانچہ منہ پانی سے اور معدہ اس رس سے بھر جائے گا۔ کبھی صرف پلٹیوں کی آواز یا کسی لذیذ کھانے کے ذکر سے بھی منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

لطیفہ | ایک انگریز لڑکے نے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو وہ فوج کا ایک سہ اس طرف

آ رہا ہے۔ میں ایک ایسا کرشمہ دکھاؤں گا کہ اُن کے بین باجے رُک جائیں جب دستہ قریب پہنچا تو اڑکے نے ایک دو قدم آگے بڑھ کر لمیون چوسنا شروع کر دیا۔ ترشی کے تصور سے سیاحیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ بین وغیرہ بجانے کے قابل نہ رہے۔

جگر | جگر صفرا و شکر ہر دو کا خزانہ ہے۔ جب اعضاء و اعصاب کام کر رہے ہوں تو انہیں شکر کی ضرورت پڑتی ہے، جو جگر سے نکل کر بذریعہ خون مقام ضرورت تک جاتی ہے۔

جب غذا معدے میں پہنچتی ہے تو اس میں تین رس شامل ہو جاتے ہیں۔ ایک معدے کی دیواروں سے خارج ہوتا ہے۔ دوسرا جگر سے آتا ہے۔ اور تیسرا بائیں طرف کی ایک گلی (Pancreas) سے نکلتا ہے۔

اگر کسی آدمی کو زیادہ سردی لگ جائے تو جسم کو گرم کرنے کے لیے اس قدر صفرا خارج کرتا ہے کہ جسم آنکھیں اور چہرہ زرد ہو جاتا ہے، اس مرض کا نام یرقان ہے۔
گردوں والی گلی کا رس | اگر گردوں کے پاس ایک گلی ایک ایسا رس خارج کرتی ہے جس سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ دوران خون میں کوئی رکاوٹ نہیں آنے پاتی اور نبض کی رفتار نہایت عمدہ ہو جاتی ہے۔ اس رس کے اجزاء یہ ہوتے ہیں:

کاربن۔ ۵۹، ہائیڈروجن ۱۷، آکسیجن ۲۲-۲۶، نائٹروجن ۷-۷۔

خوف کی حالت میں یہ گلی زیادہ رس خارج کرتی ہے جس سے دوران خون زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔
گردن والی گلی کا رس | یہ گلی (Thyroid gland) ایک نہایت مفید رس خارج کرتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ رس جسم کے تمام حصوں تک پہنچ سکے، تو یہ گلی پھول کر زیادہ رس نکالنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور گردن کے نیچے بڑے بڑے گڑبڑ بن جاتے ہیں، یہ بیماری اُن علاقوں میں عام ہوتی ہے، جہاں پانی میں آیوڈین نہ ہو۔ آیوڈین

ہمارے جسمانی نظام کا ایک ضروری جزو ہے۔ اگر یہ عنصر پانی میں موجود نہ ہو تو یہ کمی اس
گلی کو پوری کرنی پڑتی ہے، اور اسی لیے پھول جاتی ہے۔

اس رس کے اجزاء ترکیبی یہ ہیں :

کاربن ۲۳-۴۴ ہائیڈروجن ۱-۲ نائٹروجن ۹-۸ ایوڈین ۶۵-۲۷

اگر پانی کے ایک کروڑ قطرہوں میں اس رس کا ایک قطرہ ٹپکا دیا جائے اور اس پانی
میں مینڈک کے بچے موجود ہوں تو وہ بہت جلد جوان ہو جائیں گے۔

غور فرمائیے کہ اللہ نے انسانی جسم میں نشوونما، انضمام غذا اور دفع امراض کے
کس قیامت کا شفاخانہ کھول رکھا ہے، جس میں تریاق کی بوتلیں نہایت قرینے سے ہر
لگی ہوئی ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ اتم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

جگر غذا | غذا ہضم ہونے کے بعد ایک لمبی سی نالی سے ہو کر بڑی آنت میں پہنچتی ہے

اور راہ میں ہر مقام پر جربی، شکر، نشاستہ و دیگر اجزاء غذا کیہ چھوڑتی آتی ہے، یہ جگر
انٹریوں کی دیواروں میں جذب ہو کر خون میں چلے جاتے ہیں اور پھر باہر نکل جاتا ہے۔

نشاستہ جسمانی انجن کا کوئلہ ہے، اور لحمیات اس انجن کے خراب شدہ پرزوں کی
مرمت کرتے ہیں۔ صرف لحمیات کھانے والا انسان کم زور ہو جاتا ہے اور صرف نشاستہ

پر گزارہ کرنے والا انسان دبلا پتلا بن جاتا ہے۔

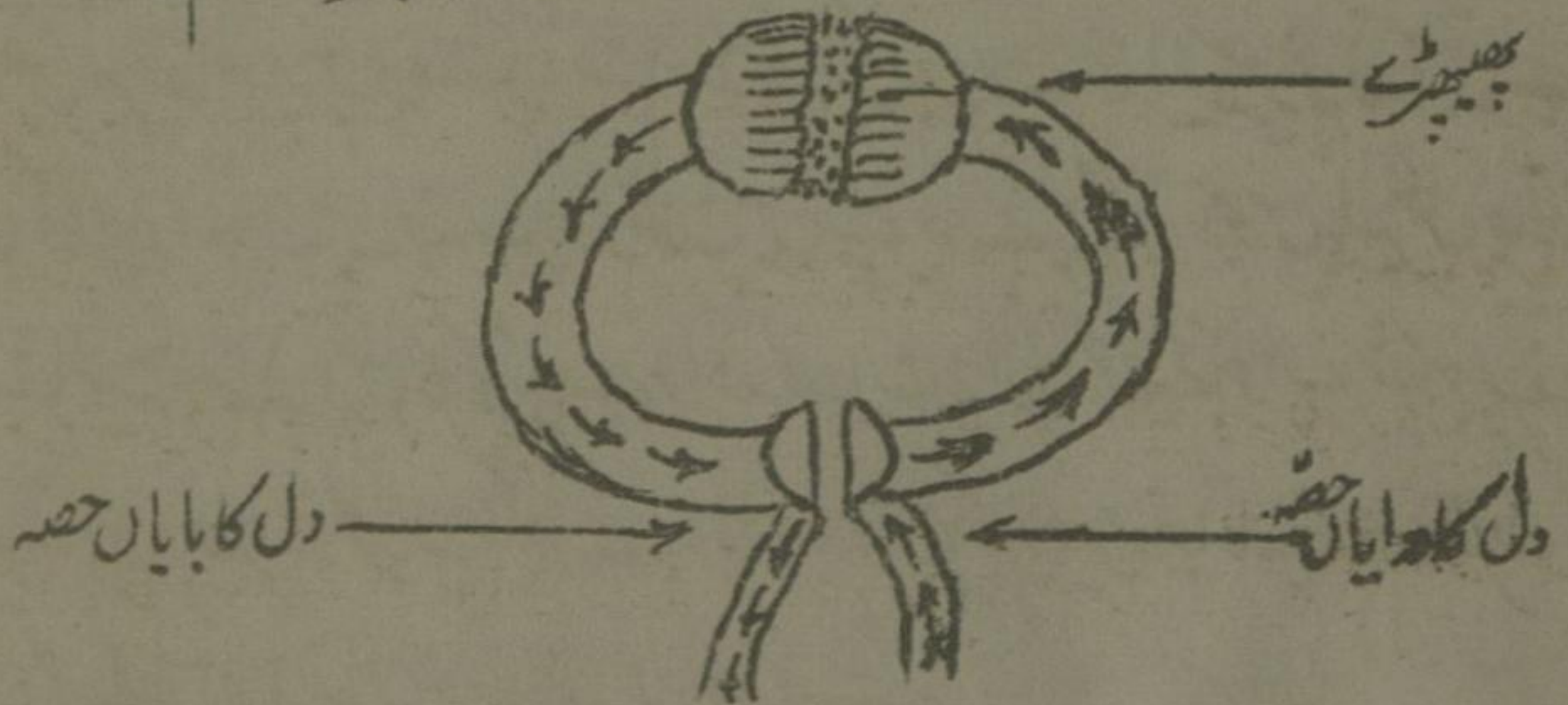
تنفس | جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا بڑی نالی سے گزر کر دو چھوٹی چھوٹی نالیوں میں

داخل ہوتی ہے۔ جو سیدھی پھیپھڑوں میں جاتی ہیں۔ پھیپھڑوں اور مودے کے درمیان

ایک ایسا ٹپھا ہے جس پر تنفس کے وقت دباؤ پڑتا ہے اور اس دباؤ سے مودہ بار بار پھونکا

ہے۔ پھیپھڑوں میں ہوا بھی موجود ہے اور خون بھی، لیکن ہر دو کے خانے جدا جدا ہیں۔ پھیپھڑوں میں ہوا کے دو فائدے ہیں۔ اول یہیں سے تازہ ہوا خون میں جاتی ہے۔ دوم جب ہم جاہی یا انگڑائی لیتے ہیں تو پھیپھڑوں پر دباؤ پڑتا ہے۔ یہ ہوا اس دباؤ کو اسی طرح غیر محسوس بنا دیتی ہے جس طرح گدیوں کے سپرنگ بچکولوں کو جذب کر لیتے ہیں۔

ہمیں دن میں کئی بار پھیپھڑوں کو سکیر کر خون کو دیگر اعضاء کی طرف بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً اندھیری رات میں ہم کوئی آہٹ سن پاتے ہیں۔ فوراً سانس روک کر پھیپھڑوں کا خون دماغ اور کانوں کی طرف بھیجتے ہیں، تاکہ آہٹ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ دوڑ دھوپ میں جسم کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، غلاظت زیادہ پیدا ہوتی ہے، جسے خارج کرنے کے لیے پھیپھڑے جلدی جلدی تازہ ہوا کھینچتے ہیں اور اسی کا نام ہانپنا ہے۔ دل کے دو حصے ہیں، دایاں اور باایاں۔ دایاں حصہ خون کو پھیپھڑوں میں بھیجتا ہے، جہاں سے صاف ہو کر بائیں حصے میں داخل ہوتا ہے۔ اور پھر باقی جسم میں جاتا ہے۔ شکل یہ ہے:



نوٹ:- خون کی گردش ← سے دکھلائی گئی ہے۔

تمام رگوں کے منہ پر چند ٹپھے ہوتے ہیں جو بوقتِ ضرورت رسی کی طرح ان رگوں کا منہ بند کر لیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک لڑکا بڑھ رہا ہے۔ اس وقت اس کے دماغ کو خون

کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور پیٹ کو کم۔ اس لیے پیٹ والی رگوں کے منہ بند ہو جائیں گے اور خون دماغ کی طرف چلا جائے گا۔ کھانا کھانے کے بعد خون معدے کی طرف آ جائے گا اور دماغی عروق کا منہ بند ہو جائے گا۔

دوران خون | دل کا پمپ ہوا کے دباؤ سے خون کو تمام جسم میں بھیجتا ہے۔ اور دو چیزیں خون کو پھیپھڑوں میں واپس بھیجتی ہیں۔ (اول پھیپھڑوں سے آئے ہوئے خون کا ریلا، جو سُست رفتار خون کو تیز گام بنا دیتا ہے۔ دوم جب ہم اٹھتے یا اکڑتے ہیں تو تمام رگیں تن کر سہماتی ہیں جس سے خون آگے کو سرک جاتا ہے۔

جسم کے ہر حصے کا خون سیدھا دل میں جاتا ہے۔ لیکن انٹریوں کا خون شکر کا ذخیرہ ہمراہ۔ بے پہلے جگر میں داخل ہوتا ہے اور پھر وہاں سے دل میں۔

بار یک شریا نوں میں خون کی رفتار اس لیے سُست ہو جاتی ہے کہ غلاطت کو ہر کوئی سے سمیٹ سکے اور غذا کو وہاں باطمینان پہنچا سکے۔

کاربن اور تنفس | کاربن نظام تنفس کے لیے ضروری ہے۔ پھیپھڑوں کے نیچے ۶۰ فی صدی کاربن کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نظام تنفس درہم برہم ہو جائے۔ تنفس سے کاربن زیادہ خارج ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مریض آہستہ آہستہ سانس لیتا ہے تاکہ کاربن کی ضروری مقدار جسم میں باقی رہے۔ اگر کاربن کی زیادہ مقدار پھیپھڑوں میں جمع ہو جائے تو اس کے اخراج کے لیے مریض تیز سانس لیتا ہے۔

جنگ اور تنفس | قدیم زمانے میں وحشی لوگ دشمن کو دھواں دے کر غاروں سے باہر نکال کرتے تھے۔ اہل یونان دشمنوں پر گندھک کے دھوئیں سے حملہ کیا کرتے تھے۔ جنگ کریمیا میں لارڈون ڈانلڈ نے دشمن کے خلاف گندھک استعمال کرنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن

جذباتِ رحم آڑے آئے۔ اپریل ۱۹۱۵ء میں جرمن مورچوں سے کلورین گیس کا ایک سفید بادل اٹھا اور فرانسیسیوں کی طرف بڑھا۔ ان غریبوں کے گلے بند ہو گئے۔ نظر جاتی رہی اور سانس رک گئی۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے گیس کا جواب گیس سے دیا جس سے جرمنوں کے پھیپھڑے متورم ہو گئے۔

گزشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) میں کچیس قسم کی گیسیں استعمال ہوئیں، جن سے اسی ہزار آدمی متاثر ہوئے۔ سولہ ہزار تو ہلاک ہو گئے اور باقی عمر بھر دکھ سہتے رہتے۔
خون | خون میں دو قسم کے ذرات ہوتے ہیں۔ سرخ و سفید۔ سرخ ذروں کو انگریزی میں (Haemaglobin) کہتے ہیں۔ ان میں فولاد زیادہ ہوتا ہے اور آکسیجن جذب کرتے ہیں۔ اگر ان سرخ ذروں پر ہوا کا دباؤ ڈالا جائے تو یہ فوراً آکسیجن کو جذب کر لیتے ہیں اور اگر یہ دباؤ ہٹا لیا جائے تو آکسیجن علیحدہ ہو جاتی ہے۔

جب خون پھیپھڑوں میں آتا ہے تو ہوائی دباؤ سے آکسیجن قبول کر لیتا ہے اور جب ایسے حصوں میں پہنچتا ہے جہاں آکسیجن نہیں ہوتی تو ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور آکسیجن علیحدہ ہو جاتی ہے۔ جب خون جسم سے پھیپھڑوں کی طرف واپس جاتا ہے تو راستے میں سوئے کی ایک خاصی مقدار خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ سرخ ذرات اور سوڈا مل کر کاربن جذب کرتے ہیں چنانچہ واپسی پر خون کاربن کو سمیٹ کر پھیپھڑوں میں لے آتا ہے۔ جہاں ایک کیمیائی عمل سے کاربن علیحدہ ہو کر سانس کے ذریعے باہر نکل جاتی ہے اور خون آکسیجن لے کر سوئے سمیٹ واپس چلا جاتا ہے۔ سوڈا راہ میں رہ جاتا ہے اور آکسیجن عروق و اعصاب میں چلی جاتی ہے، خون کے سرخ ذرات بڑی بڑی ہڈیوں کے منخ میں تیار ہوتے ہیں۔ ہر ذرہ صرف دس دن تک کے لیے کام دیتا ہے اور اس کے بعد بے کار ہو کر تلی میں گر جاتا ہے۔ تلی دراصل

بے کار سُرخ دانوں کا گندائین ہے۔

سردی میں خون کی رفتار سُست ہو جاتی ہے اور اسی لئے جسم کا رنگ نیلگوں سا ہو جاتا ہے۔ یہ دراصل وہ غلیظ مواد ہوتا ہے جو خون میں واپسی پر شامل ہو جاتا ہے خون کے سفید ذرات مختلف شکل کے ہوتے ہیں۔ یعنی گول، لمبے چپے وغیرہ۔ وجہ یہ کہ جسم کو مختلف شکل کے زخم آتے رہتے ہیں۔ یہ ذرات مقام مجروح پر پہنچ کر شریانوں کے منہ میں پھنس جاتے ہیں اور اینٹوں کی طرح تھیں جمادیتے ہیں۔ یہاں تک کہ زخم بھر جاتا ہے۔

یہ ذرات جراثیم امراض سے باقاعدہ جنگ کرتے ہیں۔ اور پھوڑے سے جو سب نکلتی ہے وہ دراصل انھی ذرات کی لاشیں ہوتی ہیں۔

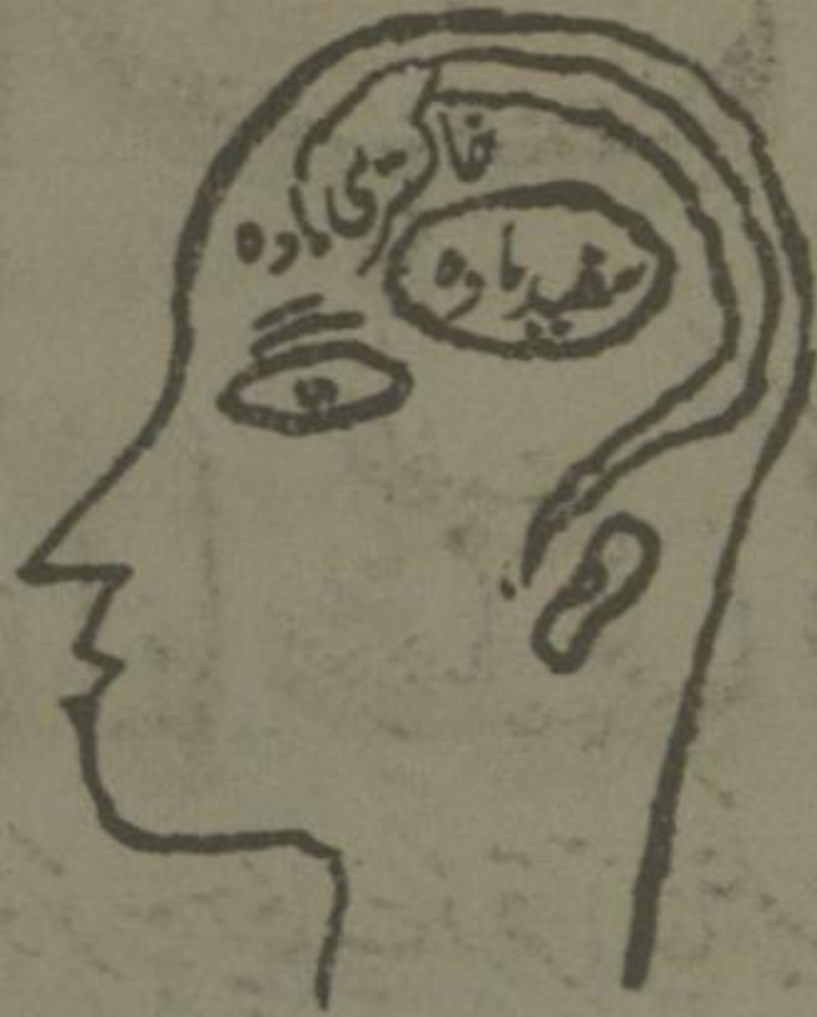
دماغ | ہمارا دماغ کھوپری کے مضبوط قلعے میں پانی کے اندر تیر رہا ہے۔ پانی کا قارہ یہ ہے کہ اچھل کود میں دماغ دیواروں سے نہیں ٹکراتا۔ یہ پڑھ کی ہڈی دماغ سے نکل کر کمر تک جاتی ہے۔ اس سے سینکڑوں رگیں الگ ہو کر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں، جس طرح ٹیلیفون میں دُوتار ہوتے ہیں، ایک پیغام دینے اور دوسرا لینے کے لئے۔ اسی طرح جسم کے ہر حصے میں پیغام بھیجنے اور لینے کے لئے علیحدہ علیحدہ تار ہیں۔ مثلاً اگر پاؤں پر کوئی مکڑا چڑھ آئے تو فوراً ایک تار سے دماغ کو اطلاع دی جاتی ہے اور دوسرے تار سے ہاتھ کو حکم ملتا ہے کہ کھڑے کو مار کر بھاگ دو۔ چوں کہ بعض اوقات بعض اعضا کو خون کی زیادہ مقدار درکار ہوتی ہے، اس لئے دماغ اعصاب عضلات کو خون لینے کا حکم بھی نافذ کیا کرتا ہے۔ فرض کرو، ایک آدمی ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو فوراً دماغ سے مختلف اعضا کو مختلف احکام جاری ہوں گے۔ بھروسہ بن جائیں گی، نتھنے پھول جائیں گے، آنکھیں سُرخ ہو جائیں گی، ہاتھ ٹکے کی شکل اختیار کر لے گا اور دل جلدی جلدی حرکت کرنے لگے گا، تاکہ خون کی مناسب مقدار ان تمام اعضا تک پہنچائی جاسکے، جن سے کام لیا جا رہا ہے۔

جسمانی دُکھ اشد کی ایک حمت ہے۔ یہ دراصل دماغ کے لیے ایک پیغام ہوتا ہے ہوشیار ہو جائیے، خطرہ سر پر آگیا ہے۔ اگر جسمانی اذیت نہ ہوتی، تو ہر روز لاکھوں انسان بن آئی مر جاتے۔ فرض کیجئے کہ دماغ میں پھوٹا نکل آتا ہے۔ یا نیند کی حالت میں کوئی شخص ہمارے سینے میں چاقو داخل کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دُکھ کی وجہ دماغ کو خیر نہ ہونے پائے تو ہم بلا علاج و کرہ لاکھ جاتے۔ ہم اندھیرے میں جا رہے ہیں، اچانک سانپ کی پھنکار کانوں تک پہنچتی ہے، کان دماغ کو اطلاع دیتے ہیں دماغ فوراً کودنے کا حکم نافذ کرتا ہے۔ اور ہم اچھل کر خطرے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جب ہم کوئی نہایت وحشت ناک خیر سن پاتے ہیں تو دل کا تمام خون دماغ کی طرف چلا جاتا ہے، تاکہ دماغ کوئی حفاظتی تجویز سوچ سکے اور اس طرح بعض اوقات ہماری موت واقع ہو جاتی ہے، بعض چھوٹے چھوٹے پرندے سانپ کو دیکھ کر اسی لیے سن ہو جاتے ہیں کہ اُن کے دل کا سارا خون دماغ کی طرف چلا جاتا ہے اور وہ بے چارے لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

بورک ایسڈ نیز بعض دیگر ذہروں کی وجہ سے احکام لینے والے تار تباہ ہو جاتے ہیں خطر کے وقت دماغ کے پیغام اعضاء تک نہیں پہنچ سکتے اور اسی لیے ایسے لوگ بدحواس ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دماغ سے تمام حصص جسم تک تلغرافی تار جاتے ہیں۔ اسی لیے اگر میدان جنگ میں گولی سے یہ تار کمر کے پاس سے کٹ جائیں تو نچلا دھڑ بے حرکت ہو جائے۔ اور اگر ان تاروں کو نقصان پہنچ جائے جن کا تعلق چشم و گوش سے تو انسان اندھا اور بہرہ ہو کر رہ جائے۔ دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں: (۱) اندرونی جو سفید ہے اور (۲) بیرونی جو خاکستری رنگ کا ہوتا ہے۔ ہر دو آپس میں وابستہ ہیں۔ بیرونی دماغ میں بہت اُبھار نظر آتے ہیں جو درحقیقت محسوسات، مشمولات و معقولات وغیرہ کے مرکز ہیں، بعض اُبھار احساس بعض شمع، بعض تخیل، بعض کتابت اور بعض ریاضی و منطق سے تعلق رکھتے ہیں اگر کسی صدمے سے کسی اُبھار کو نقصان

پہنچ جائے تو وہ طاقت کم یا مفقود ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض طلباء، ریاضی میں اور بعض دیگر انگریزی وغیرہ میں کم زور ہوتے ہیں۔

چھوٹے سے چھوٹا دماغ ۱۶ اونس اور بڑے سے بڑا ۲۲ اونس یعنی ۲ سیر سے زیادہ ہے شکل ملاحظہ ہو۔



دست پیا | ہمارے ہاتھ پاؤں میں ۱۰۶ ہڈیاں ہیں اور صرف انگلیوں میں ۵۸۔ انگلیوں کے نظام پر ذرا غور فرمائیے کہ پہلے ۵۸ ہڈیاں بنائی گئیں پھر انھیں ایک ترتیب میں کھڑے اندر عروق کا ایک جال بچھایا گیا، اور اوپر ایک جلد چڑھا دی گئی۔ انصافاً فرمائیے کہ یہ کام زیادہ مشکل ہے یا بنی بنائی ہڈیوں میں دوبارہ روح پھونکنا۔

اَيُّحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ جَمْعَ عِظَامِهٖ ۵ کیا انسان کا خیال یہ ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو دوبارہ بکلی قادرین علیٰ اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۵ جمع کر کے زندہ نہیں کر سکیں گے؟ جب ہم اس کی انگلیوں

(قیامہ ۳) | کی پوری تیار کر سکتے ہیں، تو پھر یہ کون سا مشکل کام ہے۔

الغرض جسم انسانی ایک حیرت ناک مشین ہے جس کا ہر پرزہ اس خالق جلیل کی ہر شکوہ صنّاعی و خلاقی کی ایک روح افروز داستان ہے۔ اَوَّهْمُ اَسْ صُنَّاعِ بَعْجُوں کی رفعت کے گیت گائیں جس نے
الَّذِي خَلَقَكَ فَسُوِّكَ فَعَدَلَ لَكَ ۚ فِي ۙ اَتَمِّمِينَ بِيْدَاكُمَا نِظَامَ جِسْمَانِي ۙ تَوَازَنَ بِيْدَاكُمَا لِكُلِّ سِرْجٍ
اَيُّ حُدُوْدٍ مَّا شَاءَ رَکَّبَكَ ۙ (انفطار ۲۸) مکمل بنادیا، اور تمہیں ایک ایسی مہیت و صورت عطا کی جو آپند تھی۔

باب (۱۰)

متفرق آیات طبعی کی تفسیر

اس کتاب کے آغاز میں ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم میں آیات کوئیہ کی تعداد ۵۶ تک جا پہنچتی ہے، جن میں سے بعض کی تفسیر گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے اور بعض باقی ہیں اور اقابند میں چند ایسی آیات کے موارد بیان ہوں گے اور عمدۃ الاختصار سے کام لیا جائے گا تاکہ ضخامت بڑھ نہ جائے۔

۱۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اس آیت کی تفسیر مختلف مقامات پر ہو چکی ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عرب میں قبائل کے باہمی تعلقات پر طرح و ذم کا بہت گہرا اثر پڑا کرتا تھا۔ شعراء عرب نے بعض قبائل کی تعریف کی، تو وہ صدیوں اینٹھٹتے رہے، اور بعض دیگر کی مذمت کی تو وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو گئے۔ ایک شاعر ایک قوم کے متعلق کہتا ہے:

وَلَوْ أَنَّ بِلْدَتِ بَهَا شَمْسِي خَوَّلَتْهُ بَنُو عَبْدِ الْمَدَانِ

لَهَانَ عَلَى مَا الْقَى وَ لَكِنْ تَعَالَوْا فَانْظُرُوا بَيْنَ ابْتِلَانِي

اگر میرا مقابلہ کسی ایسے ہاشمی سے ہوتا جس کے ماموں عبد المداں کے بیٹے ہوتے تو مجھے یہ

مصیبت معلوم ہوتی، لیکن آؤ اور دیکھو کہ میرا مقابلہ کیسے ذلیل انسانوں سے آ پڑا ہے۔ ایک شاعر بنی النف کے متعلق کہتا ہے:

قوم ہم الانف والا ذناب غیریہم ومن یستوی بانف الناقۃ الذنبا
 (یہ قوم دنیا کی ناک ہے اور باقی قبائل پوچھ بھلا پوچھ کو ناک سے کیا نسبت ہو سکتی ہی)
 مدح و ذم کے علاوہ بعض شعراء طلب زر کے لیے امراء کے دربار میں مبالغہ آمیز قصائد
 پڑھا کرتے تھے جب مغیرہ بن شعبہ ایران کے رئیس الافواج رستم کے دربار میں جاتا ہی
 تو کیا دیکھتا ہے کہ لوگ جھک جھک کر کورنش بجالا رہے ہیں، سجدے ہوئے ہیں آستانوں
 کو چومنا جا رہا ہے اور قبلہ عالم، اعلیٰ حضرت، حضور اعلیٰ و رب الناس وغیرہ کے القاب
 معمولی امراء کو دیئے جا رہے ہیں، تو مغیرہ حیران ہو کر کہتا ہے:

ما ادری قومًا اسفہ احلامًا منکم انا میں نے کوئی قوم تم سے زیادہ احمق نہیں دیکھی۔ ہم اپنی
 معشر العرب لا یستعبد بعضنا بعضًا عرب ایک دوسرے کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور تم میں سے
 ذاتی، ایت ان بعضکم اد باب بعض بعض بعض دیگر کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اور یہ
 وان هذا الامر یتقیم فیکم - حرکات تمہارے لیے باعث رسوائی ہیں۔

الغرض شعراء عرب کو باہمی فتنہ انگیزی سے روکنے اور ملت اسلامیہ کو خوشامد
 چابلو سی کی لغت سے آزاد کرنے کے لیے حکم دیا گیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام
 ستائشوں کا مستحق صرف دنیا کا پروردگار ہے، اور پس بغور فرمائیے کہ اس ایک جملے سے
 کس قدر مفاسد ختم گئے ہوں گے اور شعراء عرب کا دماغ انسان پرستیوں کی الجھنوں سے
 آزاد ہو کر الہی حمد و ثنا کے ترانے کی جد وستی میں تصنیف کرتا ہو گا۔ نیز تمام قوم کو کس بلند خدائی
 کا سبق دیا گیا کہ جو کچھ کسی کو ملا ہے، خواہ وہ بلا واسطہ ہو، مثلاً روشنی، ہوا اور مواد وغیرہ
 یا بالواسطہ مثلاً علم، ملازمت، انعام، تحائف وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہے؛
 گرچہ تیرا نہ کہاں ہے گزر د از کہاں دار بنید اہل خرد (سوئی)

کے عہد عروج پر نگاہ ڈالیے۔ فنونِ طبیعی کس کمال پر پہنچے ہوئے تھے اور آج ہندوستان کو دیکھئے، مسلمان آئین بالجہر سے یدین، جوازِ قوالی، اور حرمتِ عکاسی (تصویر کشی) کے جھمیلوں میں یوں پھنسا ہوا ہے کہ کائنات کی طرف نگاہ تک اٹھانے کی فرصت نہیں۔

عَسَىٰ أَنْ يَكُونَتْ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُ (اعراف ۷۸) | اس قوم کی موت قریب آچکی ہے۔

علومِ طبیعی کے مختلف شعبوں کی طرف آیاتِ ذیل میں متوجہ کیا جاتا ہے:

الَّذِي تَرَىٰ إِلَىٰ الذِّئِ حَاجًّا رَّاهِيًا فِيهِمْ الْخ (بقرہ ۲۵۸)

اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ... وَانْظُرْ إِلَىٰ الْعِظَامِ (بقرہ ۲۵۹) | اڑیوں پر غور کر...

تفکر فی الآفاق کے بعد اوعان و یقین کا درجہ آتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

... قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی... اللہ نے ابراہیمؑ سے پوچھا کہ کیا تمہیں میری مرد

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي۔ کو زندہ کرنے والی طاقت پر ایمان نہیں؟ کہا ہے تو سہی،

(بقرہ ۲۶۰) لیکن میں اطمینان قلب چاہتا ہوں جو دلائل و شواہد سچی حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ الْخ (بقرہ ۳۰)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ کیا ہیں؟

جواب: انسان میں آب و ہوا اور خاک و آتش کی ترکیب سے عقل پیدا ہوئی تو پھر کائنات

کو جو انہی عناصر سے بنی ہے، عقل سے کیوں محروم سمجھا جا؟ فلاسفہ یونان نے کائنات میں عقول عشرہ تسلیم کئے تھے انہی عقول کا دوسرا نام ملائکہ ہے۔

ہم دنیا میں ذی حیات کی مختلف انواع دیکھتے ہیں، مثلاً، کیچڑ، مچھلی، اور جو پائے۔

جو پاؤں کے مختلف طبقے مثلاً چوہا، بلی، خرگوش، ہرن، بھیڑیا، ریکھ، چیتا اور شیر۔ ان سب کے

بعد انسان کا درجہ آتا ہے۔ کیا زندگی کی آخری منزل انسان ہے اور بس؟ کیا ہم انسان

کے بعد ایک غیر مرئی مخلوق یعنی ملائکہ کا وجود فرض نہیں کر سکتے؟

پتھر میں شہوت، غضب، عقل وغیرہ کچھ بھی موجود نہیں۔ حیوان میں شہوت و غضب تو ہیں لیکن عقل ندارد۔ انسان میں تینوں موجود ہیں۔ تو کیا ہم ایک ایسی مخلوق فرض نہیں کر سکتے جس میں عقل تو موجود ہو، لیکن شہوت و غضب ہو۔

انسانی دنیا کے مختلف شعبوں پر مختلف انسان بطور نگران متعین ہیں۔ کوئی حج پر کوئی کمان دار اور کوئی گورنر۔ کہا کائنات کے مختلف شعبوں مثلاً ابر و باد وغیرہ پر چھوٹے چھوٹے نگران متعین نہیں، جنہیں دید کی زبان میں دیوتا اور قرآن کی اصطلاح میں فرشتہ کہا جاتا ہے:

۴ مسئلہ شفاعت | جس طرح باغ راع، پہاڑ اور سمندر سورج کی روشنی سے مختلف قسم کے تاثرات قبول کرتے ہیں، اسی طرح مختلف اقوام و افراد پر رسول کی تعلیم کا اثر مختلف پڑتا ہے۔ اگر کسی پودے کو سائے میں لگا دیا جائے تو وہ شعاعوں سے محروم رہا کر بہت جلد مر جاتا ہے۔ اگر کسی پودے کو سائے میں لگا دیا جائے تو وہ شعاعوں سے محروم رہا کر بہت جلد مر جاتا ہے۔ اگر کسی پودے کو سائے میں لگا دیا جائے تو وہ شعاعوں سے محروم رہا کر بہت جلد مر جاتا ہے۔ اگر کسی پودے کو سائے میں لگا دیا جائے تو وہ شعاعوں سے محروم رہا کر بہت جلد مر جاتا ہے۔

شفاعت کے تین حصے ہیں: تخم، شاخ، اور ثمر۔ علم تخم ہے، عمل شاخیں ہیں اور ثمر جن اقوام میں نہ علم ہے اور نہ عمل وہ شفاعت کا ثمر نہیں کھا سکتیں۔ حدیث میں وارد ہے: **ثَلَاثَةٌ لَا تَخْصُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَجُلٌ | قِيَامَتِ كَ دُنِ مِ تِنِ آدَمِیوں کا دشمن ہوں گا اول اَمَنَی ثَمَر غَد ر و ر جِل اس تاج ر ا جِیو ا** جو مجھ پر ایمان لانے کے بعد مجھے چھوڑ گیا دوم جس نے ایک مرتبہ فاستوفی منہ و لہر یوتہ اجر نہ دجیل باع حرا کو حق اُجرت ادا نہ کیا سوم جس نے آزاد کو غلام بنا کر بیچا۔ یہ حدیث اعلان ہے اس حقیقت کا کہ بدکار و بدعہد کے لیے وہاں کوئی سبیل نجات

موجود نہیں، جس طرح حکیم مریض کے لئے شفیع بنتا ہے، بشرطیکہ مریض حکیم کی ہدایات پر عمل کرے۔ اسی طرح رسول افراد و اقوام کا شفیع ہوتا ہے، بشرطیکہ لوگ اس کی تعلیم پر کاربند ہوں۔ آج تقریباً ہر مسلم جھوٹ بولنے، فریب دینے، داؤں کھیلنے اور جہاں بھڑکی باریوں کے بعد بھی نشہ شفاعت میں سرشار پھرتا ہے۔ ہمارے قوال:

۱۔ شفاعت کرے گا محمد ہمارے

معراج میں حق نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں

امت کو میں نے بخش دیا! تو اور نہیں میں اور نہیں

اور اس قسم کے دیگر خواب اور گیت سنا سنا کر قوم کو پستی و نامرادی کے درک

اسفل میں پہنچا رہے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے واعظین، بدکاروں، بد گفتاروں، اور بد رفتاروں کے گناہ بخش کر تمام قوم کو غلط اندیش، عیاش، بے ہمت اور تنگ دوعالم بنا رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق آں حضرتؑ نے فرمایا تھا:

الاحق من اتبع نفساً | الحق وہ شخص ہے جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ
ہو | و تمنیٰ علی اللہ | سے کچھ غلط تمنائیں باندھ رکھتا ہے۔

مسلمانوں کو یقین ہونا چاہئے کہ بدکاروں، جھوٹوں اور دغا بازوں کی شفاعت کبھی نہیں ہوگی۔ اگر میری اس گزارش پر آپ حبیبیں ہوئے ہیں تو الہی فیصلہ سنیے:

مَا يَنْظُرُ الْمُتَّقِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ | ظالموں کے لئے وہاں کوئی مددگار یا سفارشی نہیں ہوگا۔ (مومن ۱۸)

۵۔ الصلوة

علمائے روحانیات کافی غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر انسان میں ایک ترقی

قوت یا قوت جاذبہ موجود ہے جو نیک کرداری سے نہ صرف محفوظ رہتی ہے بلکہ بڑھ کر آدمیوں کو
جاذب تعلق بنا دیتی ہے اور بد عملی سے یہ تباہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متقی انسان دنیا کو
کھینچتا ہے اور ایک بدکار سے دنیا بھاگتی ہے۔ نماز اس قوت جاذبہ کی خالق بھی ہے اور محفظ
بھی۔ روحانی ارتقا کے علاوہ نماز ایک بہترین جسمانی ورزش بھی ہے۔ رکوع و سجود اور قیام
و قعود میں بعض ایسے ٹپھوں پر دباؤ پڑتا ہے کہ طبیعت جاق و چوبند ہو جاتی ہے مثلاً ہرگز یا
کہ شترس کے ایک نمازی بوڑھے کی صحت سنس برس کے ایک نماز کاہل نوجوان سے اچھی ہوتی ہے۔
عبادت کے معنی غلامی ہیں اور اللہ کا سچا عابد (غلام) وہی ہے جو رات دن اس کے
احکام کی تعمیل میں سرگرم رہتا ہو۔ بدیگر الفاظ نماز ہمارے اعمالِ یومیہ کی تفسیر ہے۔ اور اعمال
نماز کا متن جن لوگوں کی نماز (پنج وقتہ اقرار غلامی) اور اعمال میں تطابق نہیں، وہ مکار و منافق
ہیں، یعنی وہ نماز میں تو اللہ کی غلامی کا عہد باندھتے ہیں، لیکن عملی زندگی میں شیطان کے پیچھے
چلتے ہیں۔ مسجد میں تو صراطِ مستقیم پہ چلنے کی دعائیں مانگتے ہیں، لیکن بازاروں، محفلوں
اور عدالتوں میں بے دھڑک جھوٹ بولتے اور دوائوں کھیتے ہیں۔ انصاف فرمائیے کہ ایسے
لوگ پیر و ان پرستان ہیں یا بندگانِ اہرن؟ ایسے ہی نمازیوں پر لعنت بھیجی گئی ہے،
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ | اُن نمازیوں پر اللہ کی لعنت ہو، جو نماز کے مقصد
مُساهُونَ (ماعون ۴)

رپاکیزہ زندگی کو بھولے ہوئے ہیں۔

اللہ نے کائنات کی ہر چیز کو ایک خاص آئین و ضابطہ عطا کر رکھا ہے، جس طرح
نخل شہد سازی پر مجبور ہے۔ اسی طرح آفتاب طلوع و غروب، دریا بہنے، بخارات بادل
بننے اور بہا میں پھول کھلنے پر مامور ہیں۔ کائنات کی اس بیرونی نظام کا نام قرآن نے
صلوٰۃ رکھا ہے۔ آفتاب و مانتاب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:-

کُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (۱۳) فطرت کی ہر چیز اپنے آئین اور ضابطے سے آگاہ ہے۔
 قدرت کی دیگر اشیاء کی طرح انسان کو بھی ایک ضابطہ دیا گیا ہے، جس کا نام قرآن
 ہے۔ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ قرآنی اصطلاح میں ضابطے کا دوسرا نام صلوٰۃ ہے۔ یہ دیگر
 الفاظ مسلم کی صلوٰۃ قرآن ہے اور یہ نہج وقتہ صفت آرائی اُس پورے پروگرام یا ضابطے
 (صلوٰۃ) کی ایک جزو ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ نماز کی طرف دعوت تمام احکام قرآن پر عمل کرنے
 کی دعوت ہے۔ جب آپ اذان سنیں تو مسجد میں کبھی اس ارادے سے نہ جائیے گا کہ آپ کا
 مقصد چند رکوع و سجدہ ہیں اور بس۔ بلکہ اس ارادے کے ساتھ کہ یہ دعوت ہے قرآن
 کے تمام اوامر و نواہی کو نباہنے، ایک مطہر زندگی بسر کرنے۔ صدائے فرض پر زندگی
 کو قربان کرنے اور سطح زمین سے جو رعد و ان مٹانے کی طرف؛

فقیراں چوں بہ مسجد صفت کشیدند گریبان شہنشاہاں دریدند۔
 دلے چوں دل میان سینہ افسرد مسلماناں بدرگاہاں خزیدند (اقبال)
 چونکہ مسلم کا تخیل نہ صرف اسلام بلکہ زندگی کے تمام حقائق کے متعلق مسخ ہو چکا
 اس لئے ہم نے رکوع و سجدہ کو پورا اسلام بلکہ مقصد اسلام سمجھ لیا ہے۔ آج ہر مسجد میں قیام
 صلوٰۃ کے وعظ ہوتے ہیں لیکن میں نے گذشتہ پینتیس برس میں ایک وعظ بھی نہ دیکھا
 اور ایک وعظ بھی ایسا نہ سنا جس نے نماز اور عملی زندگی میں کوئی ربط پیدا کرنے کی کوشش
 کی ہو، اگر سنا تو یہی کہ نماز حضور قلب سے ادا کرو اور چلتے بنو۔ اس کے بعد سودا کم تو لو یا پورا سچ
 بولو یا جھوٹ، محافل میں شرافت سے بیٹھو یا الفنگا پن دکھاؤ۔ گلیوں میں دوسروں کی بہو
 بہنوں سے آنکھیں لڑاؤ یا نہ، نماز کا ان اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہے تو صرف اتنا کہ
 دو نمازوں کے درمیان جس قدر بدکاریوں کا ارتکاب کرو گے، وہ زمین پر پڑا تھا سیکھے پی مٹا ہو جائیگا۔

ہمیں جس قدر نقصان ہمارے مخبوط الحواس کم علم اور خاندانہ برانداز دماغ نے پہنچایا ہے، اتنا تاتاریوں سے بھی نہیں پہنچا تھا، تاتاریوں نے تو ہماری سلطنت تباہ کی تھی اور وہ بھی صرف ۵۷ برس کے لیے، لیکن واعظوں نے خود اسلام کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہ اسلام جو انسان کا مکمل سیاسی و اخلاقی نصاب تھا، آج منسروں، جستروں، ٹوٹکوں، چلموں، ہوجی کے نعروں، قوالیوں، عرسوں اور چند لائینی عقیدوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے ملا و صوفی کی نوازش سے۔ سچ پوچھئے تو یہ لوگ ہمارے کسی دشمن کی پانچوس فوج (دفعتہ کالم) معلوم ہوتے ہیں۔

اسلام کا دور ثانی قریب آ گیا ہے۔ اس لیے وقت ہے کہ ہم ملا کو فرائض راہ نماں سے سبکدوش کر کے قرآن و کائنات سے براہ راست درس زندگی لیں،

بیاتاکار این اُمت بسا زیم قمار زندگی مردانہ با زیم
چناں نالیم اندر مسجد شہر کہ دل در سینہ ملا گدا زیم (اقبال)
۱۔ اختلاف لیل و نهار | اِنْ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ | زمین و آسمان کی تخلیق، لیل و نهار کے اختلاف
وَالْاَرْضِ وَخِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَكُلِّ شَيْءٍ اور ہواؤں کے پیر پھیر
الرَّیَّاحِ ... لَا یَتَّبِعُ لِقَوْمٍ لِّعَقْلُوْنَ (بقرہ ۶۴) میں عقلمندوں کے لیے اسباق موجود ہیں۔

اختلاف لیل و نهار بہت بڑی رحمت ہے۔ سورج کے قرب و بعد سے ایک ہی وقت میں کہیں سردی کہیں گرمی، کہیں بہار اور کہیں برسات ہوتی ہے۔ اگر آپ گرمیوں میں افریقہ کی گرمی سے گھبرا اٹھیں تو یورپ کے کسی حصے میں چلے جائیں۔ اور اگر سردیوں میں روس کی برف ستائے تو ہندوستان یا آسٹریلیا میں آجائیں۔

اگر دنیا میں ہمیشہ ایک جیسا موسم رہتا تو تنوع پسند انسان اس یک رنگی سے گھبرا

اٹھتا اور اگر سورج ایک مقام پر ٹھہر جاتا، تو بعض ممالک شدت سرما اور بعض دیگر شدت گرمی سے ہلاک ہو جاتے۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (مزل ۲۰) اللہ نے شب و روز کی آمد و رفت ایک خاص انداز سے مقرر کر رکھی ہے۔
سیب سردیوں میں اور خربوڑہ گرمیوں میں پکتا ہے۔ اگر دنیا میں ہمیشہ سردی رہتی تو انسان تمام گرمائی غذاؤں اور میوؤں سے محروم رہ جاتے۔ حرکت آفتاب کی وجہ تقریباً ہر مقام پر گرمی و سردی کی برابر برابری تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر جگہ ہر قسم کے میوے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔
الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔ (رحمن ۵) | سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔

آفتاب غروب نہیں ہوتا، بلکہ ایک حصہ ارضی سے مخفی ہو کر ایک اور حصے پر طلوع ہو جاتا ہے اس لئے دنیا کے کسی نہ کسی حصے پر ہر وقت صبح کا سورغ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کی صبح چند دقیقوں کے بعد دہلی، پھر لاہور، پھر پشاور، پھر ایران، پھر عرب، پھر افریقہ، اور پھر اوقیانوس کو عبور کر کے امریکہ جا پہنچتی ہے۔ جب مدراس میں شام کے ۵-۲۲ ہوں تو اس وقت میکسیکو میں صبح کے ۵-۲۰۔ لندن میں دوپہر، سنگھائی میں شام کے ۶-۷ اور مصر میں ۳-۱۲۔ (بعد از دوپہر) کا وقت ہوتا ہے۔ آسٹریلیا میں لوگ محو خواب ہیں۔ اہل برلن دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کر رہے ہوتے ہیں جب جزائر کالیفورنیا میں سورج ڈوب رہا ہو تو مصر میں نکل رہا ہوتا ہے۔ ایک گھنٹہ پہلے خلیج فارس، دو گھنٹہ پہلے افغانستان، تین گھنٹہ پہلے جنوبی بحر ہند۔ چار گھنٹہ پہلے سرحد چین، پانچ گھنٹہ پہلے وسط چین، چھ گھنٹہ پہلے دریائے اردو، سات گھنٹہ پہلے جاپان، آٹھ گھنٹہ پہلے آسٹریلیا، نو گھنٹہ پہلے کالیڈونیا، دس گھنٹہ پہلے جزائر ملائین گیارہ گھنٹہ پہلے جزائر سندویش اور بارہ گھنٹہ پہلے جزائر کالیفورنیا میں طلوع ہو رہا ہے۔
یہ موسموں کا تغیر و تبدل اور اختلاف لیل و نہار اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے یہ

اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے کہ وہ ۲۱ جون کے گرم دن کو دو سال مبارک دے، یا ۲۱ دسمبر کی ٹھنڈی رات کو چھ سال کے برابر بنا دے، جانتے ہو، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ ۲۱ جون کا لمبا دن کائنات میں آگ لگام لے گا۔ اور ۲۱ دسمبر کی سرد رات حیوانات و نباتات کی عروق میں خون حیات کو منجمد کر دے گی اور ہر دو حالتوں میں زندگی کے آثار کلیتہً مٹ جائیں گے۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَاٰلِیَہٗٓ وَآلِیْہٖٓ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِ اللّٰهِ یَاتِیْکُمْ بِضِیَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۚ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ النَّہَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِ اللّٰهِ یَاتِیْکُمْ بِلَیْلِ تَسْکُنُوْنَ فِیْہِۚ اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ ۚ وَ مِنْ رَّحْمَۃِ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَ النَّہَارَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ ۚ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (قصص ۱۷ تا ۲۳)

خود کر دو کہ اگر ہم رات کو قیامت تک لمبا کر دیں تو اللہ کے بغیر اور کون تمہیں روشنی کی دولت عطا کر سکے گا، کیا تم سنتے نہیں؟ نیز سوچو اگر ہم دن کا دامن قیامت کے دامن سے باندھ دیں تو کوئی ہے جو تمہاری راحت کے لیے رات کا انتظام کر سکے؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ رات اور دن اللہ کی رحمت ہیں تاکہ تم رات کو آرام کرو۔ دن کے وقت اس کا فضل (علم و دولت) ڈھونڈو اور اللہ کا شکر کرو۔

ہواؤں کا ہیر پھیر | ہواؤں کا سمت بدل بدل کر چلنا بھی الہی رحمت ہے تاکہ بادلوں کے قافلے دنیا کے ہر حصے تک پہنچ سکے۔ ہوا بادلوں کی سواری ہے اور اگر کسی وقت ہوائیں تھم جائیں تو بجلی بادلوں کو ہانکتی ہے۔

بعض اوقات ہواؤں کی رفتار ۱۲۰ میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے یہ آندھیاں درختوں سے پھل اور جوڑیوں سے جینڈک اڑا کر بعض دیگر خطوں پر جابر ساتی ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے پھل یا جینڈک برس رہے ہیں۔

بادل زمین سے ۱۶ ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ اگر زیادہ قریب ہوتا تو نمی کی

وجہ سے ہماری ہر چیز بھگی رہتی۔ اور اگر بہت دور ہوتا تو جب اولے برستے تو ہماری
چھتوں کو چیر کر نکل جاتے۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے پر خچے اڑ جاتے اور مویشی ہلاک
ہو جاتے۔ قانونِ امسا کی تفصیل سورۃ فیل کے ضمن میں آئے گی۔

علاوہ ازیں اگر بہت دوری کی وجہ سے بادل ہمیں نظر نہ آتے، تو بارش، برف
اور اولے ہمیں اچانک آ لیتے۔ زمیندار کی شش ماہہ محنت کھدیاں ہی پر برباد ہو جاتی
اور انسانی دنیا کو بہت نقصان پہنچتا۔

اگر تمام حصصِ عالم پر مساوی بارش ہوتی تو ہر جگہ جنگل اُگ آتے۔ سانپ اور دیگر
زہریلے جانوروں کی تعداد بڑھ جاتی۔ رات کو میٹک کے شور سے لمحہ بھر چپ نصیب ہوتا۔
بہت زیادہ سرسبزی کی وجہ سے انسان مناظرِ کائنات سے متفر ہو جاتا۔ کاشت کی زمین
ریگستان بن جاتی۔ ہر طرف ندی نالوں کی وجہ سے وسائلِ آمد و رفت مخدوش ہو جاتے،
دنوں کا سفر مہینوں میں کٹتا۔ اور یہ زمین نمونہ جہنم بن جاتی۔ در اہل یہ ہواؤں کی گردش اور
بادلوں کا ہر جانی پنہاں کی بہت بڑی رحمت ہے۔

... تَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (دبقہ ۱۶۳) میں اربابِ دانش کے لیے کچھ اسباق موجود ہیں۔

۷۔ موت و حیات | جانوروں کے مختلف اقسام ہیں۔ بعض رہنیتے ہیں، بعض دوڑتے
ہیں اور بعض اڑتے ہیں، یہاں تک کہ انسان کا درجہ آ جاتا ہے۔ پھر انسانوں میں انزالِ انسا
سے اشرف الرسل تک ہزار ہا درجے ہیں۔ بدیگر الفاظِ حیات، ارتقا کے ہزار ہا درجے
کر چکی ہے تو کیا ایک اور درجہ حیات یعنی آخرت کی تخلیق اللہ کے لیے مشکل ہے؟ ہرگز نہیں۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ | تم حیات کے ابتدائی درجے دیکھ چکے ہو کیا اب بھی
اللہ کی نیرنگی تخلیق پر تمہیں یقین نہیں آتا؟ (واقفہ ۶۳)

جس طرح بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا افضل ہے اسی طرح موت و حیات کا ایک بلند درجہ ہے، جہاں زندگی ارتقا کی انتہائی منازل پر جا پہنچے گی۔

النَّظَرُ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۖ غور کرو کہ ہم نے زندگی کے کس قدر مدارج بنا دیے ہیں
وَلِلْآخِرَةِ الْكِبَرُ دَرَجَاتٍ ۖ وَالْكَبَرُ تَفْضِيلًا ۖ جو ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ بس اسی طرح آخرت
(بنی اسرائیل ۲۱) بھی زندگی کا ایک بلند اور بہتر درجہ ہے۔

آخرت کیا ہے؟ وہاں زندگی کس رنگ میں جلوہ گر ہوگی اور حیات کون سا پیر من بدلے گی؟ کوئی نہیں جانتا۔

نَحْنُ قَدْ زَانَبَيْنَاكَ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۖ ہم نے تم پر موت مسلط کر دی ہے اور ہمیں تمہاری
عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا صور توں کے بدلنے اور تمہیں ایک جمہول کیفیت
تَعْلَمُونَ ۝ (واقفہ ۶۲-۶۳) دنیا میں پیدا کرنے سے کون روک سکتا ہے؟

موت کے بعد کیا ہوگا؟ کسی کو علم نہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایک انسان جس پہلو
حیات کی تعمیر میں تمام عمر کو شاں رہا ہو، موت کے بعد اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ مثلاً اگر ایک شخص عمر بھر
تعمیر انسانیت میں مصروف رہا ہو تو مرنے کے بعد اس کی مساعی جامعہ تکمیل پھیل گئی اور اگر کوئی
فرد تخریب انسانیت میں سرگرم رہا ہو تو موت کے بعد اس تخریب کی تکمیل ہو جائے گی۔ واللہ اعلم
کیا زندگی ایک خواب ہے؟ ابھی کبھی مجھے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ زندگی زندگی نہیں بلکہ خواب
زندگی ہے۔ ہمارے اصلی زندگی ولادت سے پہلے کہیں سرگرم عمل تھی اور مرنے کے بعد پھر مصروف
عمل ہو جائے گی جس طرح کہ مسافر کو جاتے جاتے نیند آ جاتی ہے۔ اور نیند میں وہ ایک سہانا خواب

دیکھنا شروع کر دیتا ہے، اسی طرح چلتے چلتے ہمیں نیند نے آ لیا اور ایک خواب شروع ہو گیا۔ اسی
خواب میں بیدار ہوئے، بڑھے تعلیم پائی، ملازم ہوئے، نشین ملی، بڑھاپا آیا، مر گئے اور معاً آنکھ کھلی۔

تو معلوم ہوا کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ہم ہر رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ کھاپی رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، کھیل رہے ہیں، کھانا
دے رہے ہیں، پاس ہو کر خوش ہو رہے ہیں۔ تکالیف پر رہے ہیں۔ اور اگر کوئی سانپ سمجھا کر رہا
ہے تو شور مچا رہے ہیں لیکن جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رات کا سارا افسانہ محض
خیال خواب تھا۔ اگر بالفرض ہم چالیس برس تک جاگیں تو اسی خوابی زندگی ہی کو اسی زندگی سمجھتے
رہیں۔ یہاں قدرتنا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ زندگی حقیقت ہے یا خواب؟ غالب کہتا ہے
ہے غیب غیب جنوں کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں بنوز، جو جاگے ہیں خواب میں

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

النَّاسُ نِيَامُونَ إِذَا مَا تَوَدَّ أَنْتَ بَهْوًا | لوگ سو رہے ہیں اور مرتے ہی جاگ اٹھیں گے۔

ہر شب خواب کا ڈرامہ اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کے ہاں اجسام کی کمی
نہیں۔ ہمارا یہ لحمی و شحمی جسم چار پانی پر مشتمل ہے، اور ہماری روح ایک خوابی جسم کے محل
میں بیٹھ کر سارے جہان کا چکر کاٹی پھرتی ہے۔ وہ خوابی جسم بھی لذت و الم کی تمام کیفیات
سے اسی طرح متلذذ و متالم ہوتا ہے جس طرح یہ جسم۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ہماری روح مرنے
کے بعد فوراً اسی طرح ایک خوابی جسم میں داخل ہو جائے؟ اور ہمارے اعزہ و احباب خوابی
جسموں میں ہمارے ساتھ اسی طرح موجود ہوں جس طرح ہر شب خواب میں یہاں ساتھ
ہوتے ہیں۔ غنید کیا ہے؟ موت و حشر کا ایک ہلکا سا تجربہ، اسی لئے تو ارشاد ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى النَّفْسَ حِينَ مَوْتِهَا وَاللَّحْمَ | اللہ موت کے وقت انسانوں کی روحیں پوری طرح
لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا (زمر ۴۲) | اگر لیتا ہے اور زندوں کو ہر شب غنید میں موشگافہ دکھاتا

اس مضمون پر کسی صاحبِ دل کا شعر ملاحظہ ہو:
 جینے تک ہیں ہوش کے جلوے آگے ہوش کی مستی ہے
 موت سے ڈرنا کیا معنی، جب موت بھی ہرزوہتی ہے
 ایک اور بزرگ کا تخیل دیکھیے:

- زندگی ایک دم کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
 علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ دوامِ حیات پر چند انوکھے دلائل دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:
- ۱۔ جب ہر شام کے بعد صبح آتی ہے تو کیا شامِ موت کی کوئی صبح نہیں؟
 - ۲۔ دانہ زمین میں گرتا ہے، تو درخت بن کر نکلتا ہے، تو کیا ایک انسان پوندِ زمین ہونے کے بعد کچھ بھی نہیں بنے گا؟
 - ۳۔ نیلگوں آسمان کے یہ شرارے لاکھوں صدیوں سے دمک رہے ہیں۔ اور انسان بزمِ کائنات میں آفتاب کی طرح ہے، تو پھر۔
 آفتاب اپنا ہے کمتر ان ستاروں سے بھی کیا؟
 - ۴۔ پمپندہ اڑنے سے پہلے پر سمیٹتا ہے۔ موت پروں کا سمیٹنا ہے، تو کیا اس کے بعد پرواز نہیں ہوگی؟
 - ۵۔ غنچے کی موت پھول کے لئے پیامِ شگفتگی ہوتی ہے، تو کیا انسان کی موت دس کی روح کے لئے پیامِ بالیدگی نہیں بنے گی؟
 - ۶۔ تم ساحلِ دریا پر محوِ تماشا ہو، مشرق کی طرف سے ایک جہاز آتا ہے۔ اور مغرب کی طرف دور نیلگوں پانی کی دسعتوں میں اوجھل ہو جاتا ہے۔ پس یہی حال انسان کا ہے موت اُسے آنکھوں سے چھپا دیتی ہے، لیکن مٹا نہیں سکتی۔

۷۔ وہ دیکھو، داسن کوہ سے ایک چستہ نیچے اتر رہا ہے۔ مقام افتاد کے پاس قطروں کی ایک دنیا آباد ہو رہی ہے۔ اور یہی قطرے بہہ کر پھر بڑی ندی میں مل رہے ہیں۔ بس اسی آبشار کی طرح زندگی ازلی بلند یوں سے نیچے گری۔ قطروں کی طرح ہزاروں انواع حیات منصفہ شہود پر آگئیں، جو کچھ دیر بعد زندگی کی بڑی ندی میں مل گئیں۔ اس ملاپ کا اصطلاحی نام موت ہے، لیکن دراصل یہ حقیقی زندگی ہے۔

۸۔ ایک موٹر ساز کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کا موٹر مضبوط و پائدار ہو، اللہ انسان سنا ہے تو کیا اس صنّاع کی یہ کوشش نہ ہوگی کہ اس کی مصنوعات بھی پائدار ہوں؟ بارش و موت | جب بارش برستی ہے تو زمین کے قوائے نمو بیدار ہو کر کائنات کو نگارستان بنا دیتے ہیں۔ موت زمین اجسام پر ایک طرح کی بارش ہے، جس سے زندگی زیادہ حسین و زیادہ جاذبِ نظر اور زیادہ دل کش بن جاتی ہے۔

جب بعض اقوام کاہل، عیاش، زہر پرست اور جہل بن جاتی ہیں تو موت رحمت بن کر ان پر برستی ہے اور وہ اقوام زندہ ہو جاتی ہیں۔ بیمار لڑکی کو اتحادیوں کی تلوار نے شفا دی۔ بوڑھے روس کو جرمنی کی آتش باری نے جوان بنایا اور موجودہ مہر جنگ کی تباہ کاریاں دنیا کو حسین تر بنا دیں گی۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَّاحَ فَتُثَبِّتُ بِرَحْمَتِہٖ السَّحَابَ | اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو نکالے
فَسُقِیَّتْہُمْ اِلَیْہِ الْبَلَدِ الْمَمِیَّتِ فَاحْیَیْنَاہِ الْاَیْمٰنِ | آتش و مردہ ہستیوں کی طرف سے جائیں تو جس طرح بارش
بَعْدَ مَوْتِہُمْ کَذٰلِکَ الْاَنْشُورُ۔ (فاطر - ۹) | مرد زمینین زندہ ہو جاتی ہیں اسی طرح موت بھی تم کو زندہ کر دے گی۔

موت کا دور | موت تقریباً تمام لوگ ڈرتے ہیں بعض اس لئے کہ وہ فطرتاً بزدل ہیں اور وہ ہر ہڈی سے خواہ وہ رات کا ہو یا قبر کا، ڈرتے ہیں، کاش انہیں معلوم ہوتا کہ موت ظلمت نہیں بلکہ ایک منور دنیا ہے۔
۱۹۳۹ء - ۱۹۴۵ء کی جنگِ عظیم۔

ہے جہاں چاند کی ہلکی ہلکی کرنیں بہا رستائوں میں کھلتی ہیں مستیاں ناچتی اور کنفتیں مچلتی ہیں۔
بعض اس لئے موت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جہنم میں نہ ڈال دیئے جائیں۔ اس ڈنکے مطالع
یہ ہے کہ نیک بنیں۔ اور بعض اس لئے زندہ رہنا چاہتے ہیں کہ موجودہ جنگ کا انجام دیکھ لیں
یا ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ سن لیں۔ اس خیال پر کئی طرح سے قابو پایا جاسکتا ہے۔
اول یہ بالکل ممکن ہے کہ مرنے کے بعد بھی ہماری روح اس دنیا کے حوادث کا تجربہ ہے چند ایک
احادیث اس موضوع پر موجود ہیں دوم جب مرجع تو پھر مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤں آمد و رفت
سوم ہماری پیدائش سے پہلے دنیا میں بڑے بڑے سیاسی انقلاب آئے اور ہم موجود نہ تھے،
ہندوستان پر چند رگبت، بکرماجیت اشوک، اور اگر جیسے شہنشاہوں نے سلطنت کی
اور ہم موجود نہ تھے۔ اسی سرزمین میں رام چند راجی اور کرشن جی نے جہنم لیا اور ہم موجود نہ تھے۔
کسی وقت محمود غزنوی یہاں سے طوفان بن کر گزرا تھا اور ہم موجود نہ تھے اگر یہ تمام انقلابات
ہماری غیر موجودگی میں ہوئے اور آج بھی کوئی افسوس نہیں تو پھر اس غم میں گھلنا کیا مونی کہ
ہاں کل جو ہر لال نہرو یا محمد علی جناح جمہوریت ہند کے صلہ ہوں گے اور ہم یہاں موجود نہ ہوں گے۔
بعض لوگ اس لئے موت سے ڈرتے ہیں کہ وہ بچوں، عزیزوں اور دوستوں کی جدائی
برداشت نہیں کر سکتے۔ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ موت جدائی نہیں ڈال سکتی۔ ہم ہر رات
خواب میں رشتہ داروں اور دوستوں سے ملتے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ موت کے بعد بھی احباب
اقارب کے خوابی جسم ہمارے ساتھ رہیں اگر یہاں خواب میں ملاقات ہو سکتی ہے تو کیا وہاں سلسلہ نہیں ہو سکتا؟
اور بعض اس لئے موت سے گھبراتے ہیں کہ ان کے بچے چھوٹے اور بے آسرا ہیں اور ان کا ذمہ
معاشرہ والوں کی کمائی ہے، وہ ڈرتے ہیں کہ اگر موت واقع ہوگئی تو بچے تباہ ہو جائیں گے۔
ان لوگوں کو یقین ہونا چاہئے کہ اللہ کا ہر فعل انسانی بہتری کے لئے ہوتا ہے اگر اللہ یہ دیکھتے

ہوئے کہ بچے اور بچیاں، والد کو اٹھا لیتا ہے، تو یقیناً اس میں بھی کوئی بہتری ہوگی جسے ہماری ناقص عقل نہیں سمجھ سکتی۔

علاوہ انہیں ہم خواب میں نئے ملک دیکھتے ہیں اور نئے نئے انسان ملتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے ساتھ تعلقات محبت بھی پیدا ہو جاتے ہیں جب صبح کو جاگتے ہیں تو ان تعلقات کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ زندگی ایک خواب ہو اور جسم موت کے بعد جاگیں تو اس عالم کے تعلقات کا خیال تک وہاں باقی نہ ہو۔ خواب میں انسان اپنے اصلی رشتہ داروں کو بھول جاتا ہے۔ ممکن ہے ہم زندگی حقیقی رشتہ داروں کو اس وقت بھولے ہوئے ہوں اور جب موت کے بعد جاگ اٹھیں تو پھر ان اقربا سے ملاقات ہو جائے، جنہیں ہم ولادت کے وقت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

سہر حال زندگی مابعد الموت کے حقیقی خدوخال سے ہم نا آشنا ہیں اور قرآن حکیم نے بھی جہاں حیاتِ شہد کا ذکر کیا ہے وہاں اس دنیا کی کیفیت ہم سے پہاں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

..... بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۱۵۱ اللہ کی راہ میں جان دینے والے زندہ رہتے ہیں،

(بقرہ ۱۵۱) لیکن تم اس زندگی کی کیفیت سے نا آشنا ہو۔

سہر حال موت رحمت ہے اس لیے کہ :

- (۱) اس سے اقوام زندہ ہوتی ہیں۔
- اب، گرفتار مصائب کو نجات مل جاتی ہے۔
- رج، موت ایک نئی دنیا ہے اور بہتر چیز لہذا زندہ ہوتی ہے۔
- (د) موت اسرارِ حیات کو بے حجاب کر دے گی۔
- (ه) موت ایک سواری ہے جو ہمیں اللہ کے جوار میں پہنچا دے گی۔

شَرُّهُ دُونَ ذَلِكَ مَوْلَاهُمُ الْحَيُّ الْقَلْبُ اسوئے بد انسان لپے سچے مالک کے جوار میں چاہنچیں گے۔ کائنات
 الْحَكْمُ وَهُوَ أَحْسَنُ الْحَاسِبِينَ (انعام) احکم رائے ہی ہے اور وہ بہت بڑا حساب ڈال ہے۔
اللہ حساب ڈال ہے | صفوات گذشتہ میں عرض ہو چکا ہے کہ کائنات کی ترکیب عناصر
 سے ہوئی۔ اس ترکیب کی حفاظت بہت بڑا معجزہ ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے پانی کی
 ترکیب اور پھر اس ترکیب کا تحفظ ایک نہایت وقت طلب فرض ہے جسے ایک قوت قاہرہ
 بطریق احسن سرانجام دے رہی ہے۔ مگر آج یہ قوت قاہرہ اپنی نگہانی اٹھانے تو کائنات کا
 شیرازہ دفعۃً بکھر جائے۔ عناصر تحلیل ہو کر اپنے مراکز کی طرف بھاگ جائیں اور دنیا میں
 دھان ہی دھان باقی رہ جائے۔ زندگی ترکیب عناصر اور موت تحلیل عناصر کا دوسرا
 نام ہے اور یہ ترکیب و تحلیل اللہ کی مشیت کے مطابق وقوع پذیر ہو رہی ہے (الآلہ الحکم)

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہور ترکیب

موت کیا ہے، انھی اجزاء کا پریشاں ہونا (جکبت)

ان عناصر سے معین و موزوں تناسب کے ساتھ مختلف اشیاء کو پیدا کرنا ایک عالم گیر
 و تہ رس علم کے بغیر ناممکن ہے۔ کائنات کے مختلف مظاہر کی اندرین عناصر کی کس قدر دقیق
 صحیح اور احسن آمیزش سے ہوئی اسے صرف علم الیکمیا کا ایک بہت بڑا ماہر سمجھ سکتا ہے۔
 یہ ایک حقیقت ثانیہ ہے کہ تمام نباتات حیوانات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن،
 کاربن، نائٹروجن اور چند نگوں سے ہوتی ہے۔ اجزاء اتنے ہی ہیں، لیکن اخلاقیات و
 سے جس قدر مرکبات تیار ہوئے ہیں، ان کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ آج تک نباتات
 کی تقریباً ۱۰ لاکھ اور حیوانات کی تین لاکھ انواع دریافت ہو چکی ہیں۔ ان چند عناصر سے اس
 رنگ برنگی دنیا کی تخلیق الہی خلق و صنای کا حیرت انگیز معجزہ اور اس کی حساب ڈانی کا ایمان و
 ثبوت ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً نَحْنُ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَزِلَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ

الْحَاسِبِينَ ۝ (انعام ۶۱-۶۲)

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۝ (انعام ۶۱-۶۲)

انسان تاریک مٹی سے بنا، لیکن اللہ نے اس میں جا بجا نور کے مرکز قائم کر دیے ہیں پڑیوں میں فاسفوس، آنکھوں میں جلج اور دماغ میں نور جو اس بھر دیا ہے:

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

انسان میں غصب و شہوت، اخلاقی ظلمتیں ہیں، اور عقل نور۔

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

کوئلہ سر اپا ظلمت اور قاتل حیات ہے، لیکن اس کی وجہ سے اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ پٹرول اس کا پسینہ ہے جس سے قوس طاق حاصل کر رہی ہیں۔ یہ شہروں میں بجلی کی بہار کوئلے کے دم سے قائم ہے جو فرمایا کہ کوئلے میں نور و ظلمت کا امتزاج کس دقیق صنّاعی سے کیا گیا۔

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

کائنات میں کئی طرح سے تنوع ہے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ (۱) ٹھوس اجسام مثلاً

لوہا پتھر وغیرہ (۲) مائع (۳) مائع سے لطیف یعنی دھواں (۴) دھوئیں سے لطیف یعنی گیس۔
 (۵) گیس سے لطیف یعنی نور (۶) نور سے زیادہ لطیف یعنی اثر (۷) اور اثر سے زیادہ لطیف
 یعنی روح، روح ایک نور ہے اور جسم ظلمت۔ ہر دو کے اختلاط سے کائنات کی رونق قائم ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

علم ایک ایسی طاقت ہے جو ظلمت سے نور پیدا کر سکتی ہے۔ آج پورپ کے ارباب
 علم فولاد کو نلے، اور ربڑ وغیرہ سے نور زندگی حاصل کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے یہ کام
 چھوڑ دیا، اس لیے انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا:

ثُمَّ قَضَیْےَ اَجَلًا

انسان دور نا توانی، عصر طفولیت، عہد شباب اور زمانہ کمالت سے گزر کر منزل
 عقل و حکمت یعنی پیری تک آپہنچا۔ اسی طرح نسل انسانی وحشت و بربریت کے صدمہ
 مدارج سے گزر کر علم و عرفان کی بلند یوں تک جا پہنچی۔ اندازہ فرمائیے کہ نسل انسانی کو
 تکمیل کے لیے ظلمت کے کن مدارج سے گزرنا پڑا۔ اگر ظلمت نہ ہوتی تو نور کی قطعاً کوئی قد
 نہ ہوتی، اگر انسان دور ظلمت سے نہ گزرتا تو ہم اس کے کمالات علمی و عملی کی قدر نہ کر سکتے:

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ

ہم عرض کر چکے ہیں کہ زندگی ترکیب عناصر اور موت انتشار عناصر کا نام ہے۔

اسی لیے تو ارشاد ہے:

خَلَقَكُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضَیْےَ اَجَلًا (انعام) تمہاری ترکیب خاک کی ذرا ہوئی جس کے انتشار کا وقت بھی مقرر ہو چکا۔
 حضرت مسیح نے کچر سے پرندہ بنایا تو تمام عالم انگشت بندھاں ہو گیا۔ اللہ ہر روز کچر
 سے لاکھوں حیوانات و نباتات پیدا کر رہا ہے اور کسی کے جذبہ حیرت میں کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی۔

خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ

۹۰، يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوُنَّهَا تُنْهَضُونَ هَلْ كُلُّكُمْ شَاعِرٌ عَمَّا أَصْعَتُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتٍ حَمْلًا حَمْلَهَا..... (حج ۲۱) اور حاملہ عورتوں کے حمل گر پڑیں گے.....

یہ زلزلہ آخرت سے مختلف معلوم ہوتا ہے، ورنہ تَضَعُ ذَاتٍ حَمْلًا کا طکرہ ایسے کار بن جاتا ہے۔ قیامت کے دن حاملہ عورتوں کا وضع حمل کیا معنی رکھتا ہے؟

در اصل یہ آیت ایک پیش گوئی معلوم ہوتی ہے جس میں مسلمانوں کو کسی حادثہ عظیم کی خبر دی گئی ہو۔ مسلمانوں پر سب سے بڑی قیامت ۱۲۵۸ء میں ٹوٹی تھی جب تاتاری وحشیوں نے خلافت عباسیہ کی اینٹ اینٹ بجا دی تھی اور یہ خوں خوار و زندے ممالک اسلامیہ پر تہ و ہلاکت بن کر چھا گئے تھے۔ سہیلی نے طبری سے روایت کی ہے:

لَا مَدَّةَ بَقَاءِ الدُّنْيَا مِنْذُ الْمَلَّةِ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً | اور داسلام کے بعد دنیا ۵۰ برس باقی رہے گی۔
آن حضرت صلعم کی وفات سے تقریباً ساڑھے پانچ سو برس بعد اسلامی دنیا میں تلواروں کا زلزلہ آیا، جس کے متعلق شیخ سعدی نے کہا تھا:

اے محمد! در قیامت گر بر آری سر ز خاک

سر بر آری قیامت در میانِ خلق ہیں

ایک حدیث کی رو سے آل حضرت صلعم نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

أَجَلُكُمْ فِي أَجَلٍ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ صَلَوةٍ | اگلی قومیں اس دنیا میں صبح سے عصر تک رہیں

العصر الى غروب الشمس

اور تم عصر سے غروب آفتاب تک رہو گے۔

اگر اللہ کا ایک دن ۵۰ ہزار برس تسلیم کیا جائے تو عصر و غروب کا درمیانی وقفہ

پانچ چھ سو برس بنتا ہے، اور یہی تاریخوں کی تاریخ خروج ہے۔ سہیلی نے سورہ حج کے مکررات کو حذف کرنے کے بعد حروف ابجد کو جمع کر کے تاریخ قیامت ۳۳۳۳۳۳ مطابق ۳۰۴۳ء نکالی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب تاری عراق وغیرہ کو روندتے کے بعد دمشق پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور امام ابن تیمیہ مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ (ملاحظہ ہو میری کتاب امام ابن تیمیہ مطبوعہ مکتبہ اردو لاہور)۔

شادان بلخی (ایک مشہور منجم) کا خیال یہ تھا کہ اسلام ۳۳۳۳ء کے بعد ختم ہو جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب عباسی فرماں رواؤں کا اخلاقی و سیاسی زوال شروع ہو گیا تھا یعقوب بن اسحاق کندی (عرب کے مشہور منجم و فلسفی) نے قیامت کی تاریخ ۳۶۹۳۳۳ء مطابق ۱۲۹۳-۹۴ء دی ہے۔ نوفیل رومی (عہد امیہ کے ایک مشہور منجم) کے خیال میں اسلام کی عمر صرف ۹۶۰ برس ہے، ایک اور منجم جر اس نے بھی یہی تاریخ دی ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جب یورپ اسلام کے آثار باقیہ کے مٹانے کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۱) وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ مِثْرُكَ اس انسان کی طرح ہے جو آسمان سے گرے
فَتَخَطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ السَّيْلُ الْمَجْتَمِعُ اور اُسے راہ میں پرندے اچک لیں یا آندھیا
مکانِ سحیح (ج ۳۱)

جو لوگ کاہلی و تن آسانی، خود غرضی و نفس پرستی کو شعار حیات دیا اپنا رب بٹاتے ہیں، انہیں باعمل جفا جو اور مشقت کش اقوام تحت سلطنت اٹھا کر فرش زمین پر وہ پٹختی دیتی ہیں کہ ان کی حیات نامراد کا ہر پہلو چکنا چور ہو جاتا ہے۔ ہندوستان اور مسلمان کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس آیت میں طیر سے طیارے اور سراج سے گیس بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ آج صنف

(مشرک) قوم کی موت ان ہی دو حربوں سے واقع ہو رہی ہے:
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

(۱۱) اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ
نُورِهِ كَمِثْكَوَةٍ فِيهِ نَهَاءٌ صَبَاحٌ وَالْوَصْبَاحُ
فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ
يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ
وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ
تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ (نور ۳۵) | اللہ زمین و آسمان کا نور ہے، یہ نور اس چراغِ دنیا
کی طرح ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور چراغ ایک
ایسے شیشے میں بند ہو جو روشن ستارے کی طرح زیور
کے مبارک درخت سے چمکتا ہو۔ یہ درخت نہ تو شرقی
ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل دیا سلائی دکھائے بغیر جلے
کے لیے بے تاب ہے۔ اللہ نورِ در نور ہے۔

اللہ ایک نور ہے، جو ظہور کے لیے بے تاب ہے۔ اور یہ کائنات بھی سرِ پانور ہے، تو
گویا اللہ ایک نور ہے نور کے اوپر۔ (نور علی نور)

اس زمین کی تخلیق آفتاب سے ہوئی، اور آفتاب کی کمکشاں سے۔ نور کی اولاد
بھی نور ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ماننا بڑے گاکہ ذرہ صحر سے لے کر عرش کے تارے تک ہر چیز
نوری ہے۔ کوئلہ بظاہر سیاہ ہے۔ لیکن نور کی ایک دنیا دامن میں لیے بیٹھا ہے۔ بچھر کو بچھر
سے ٹکراؤ تو آگ پیدا ہوگی۔ پڑول اور تیل نور سے چمک رہے ہیں۔ سادون کی کالی
گھاؤں میں بجلیاں رقصاں ہیں۔ باغوں اور کھیتوں میں اذھار و اشجار کی دھکتی ہوئی
دنیا میں یوں معلوم ہوتی ہیں، گویا باغ و رانغ میں آگ لگی ہوئی ہے جو گندرنک کے آتش
سے نور و ضیاء کے وہ نور اے جھوٹ رہے ہیں کہ تقریباً سارا پنجاب ققمہ زار بنا ہوا۔ کھرا
اشیم حبیبی حسین چیز تیار کر رہا ہے۔ بچھر مونی بن کر اور لوہا تلوار میں تبدیل ہو کر آنکھوں کو خیرہ بنا رہا،
کائنات کا ہر منظر ایک مکمل انوارستان ہے کہیں نورِ عریاں ہے مثلاً گرم شبتاب

مہتاب میں اور کہیں زیر حجاب مثلاً لوہے، کوئلے، تیل، لکڑی اور پانی میں۔ پانی کے اجزاء ترکیبی دو قابل اشتعال گسیں ہیں۔ تمام عالم کی ترکیب برق پاروں سے ہوئی۔ یہ برقیہ کہیں ذرات، کہیں ستارے کہیں بھول اور کہیں پھل بن کر جلوہ گر ہیں۔ الغرض کائنات کی رنگ میں امواج نور و قضاں ہیں جو جلوہ و ظہور کے لیے بے تاب ہیں۔ سچ ہے۔ یَکَادُ زَیْتُهَا یُغْنِیْ وَکُلُّکُمْ تَمَسُّسُهُ نَارٌ (دور ۳۵)

(۱۲) اَلَمْ تَرَ یَا اَنَّا اللّٰهُ یُرْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهُ ثُمَّ یَجْعَلُهُ رُکَامًا فَتَرٰی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِہٖ وَیُنْزِلُ مِنْ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْہَا مِنْ بَرَدٍ فِیُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُہٗ عَنْ مَنْ یَّشَآءُ یَکَادُ سَنَآءُ بَدْرِ یَذْہَبُ بِالْاَبْصَارِ (دور ۳۵)

میرے محترم دوست پر غلام دارث پروفیسر طبیعیات (الکیمیا) گورنمنٹ کالج لاہور نے (ولادت ۱۹۰۷ء) نے اس آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر کی ہے، جو رسالہ ”ترجمان القرآن“ میں شائع ہو چکی ہے۔ یہاں قدرے لفظی و معنوی تغیر کے ساتھ درج کی جاتی ہے:

۱) یُرْجِیْ سَحَابًا: زرجی کے معنی ہیں آہستہ آہستہ ہانکنا، برچھی سے ہانکنا، سیر ہونا، یعنی اشد بادلوں کو پانی سے سیر کر کے آہستہ آہستہ ہانکنا ہے۔ برچھی سے مراد بجلی بھی ہو سکتی ہے۔ ۲) یُؤَلِّفُ بَیْنَهُ: الفت یا ہمی کشش کو کہتے ہیں۔ اگر پانی کے ایک قطرے میں مثبت بجلی پیدا کی جائے تو قریب والے ذرے میں منفی اور پھر اگلے ذرے میں مثبت بجلی پیدا ہو جائیگی۔ یہ متضاد بجلیوں والے قطرے ایک دوسرے کی طرف کھینچیں گے۔ اور جوں جوں ایک دوسرے کے قریب آئیں گے، تو قانون مربعات معکوسہ (Inverse Squares) کے ماتحت ان کا جذب باہمی بڑھتا جائے گا، اور اسی کا نام تالیف، بیئتہ کی ضمیر متر بتلاتی ہے کہ یہ کشش بادل کے ہر قطرے میں ہوتی ہے۔

۱۹۲۹ء گورنمنٹ کالج لاہور لپنڈی کے پرنسپل ہیں۔ برقی

(۳) سُرکامگا، انھار لگانا۔ پیوستہ کر کے مختصر کر دینا، کثیف ہونا، یہ لفظ ان تمام کیفیات کو بتلا رہا ہے جو آبی سالمات میں مہرّق ہونے کے بعد پیدا ہو جاتی ہیں۔ بادل کا ہر قطر بے شمار ذرات آبی سے مرکب ہوتا ہے۔ مہندس جانتے ہیں کہ جب چھوٹے چھوٹے کروں سے ایک بڑا کرّہ تیار کیا جائے تو اس کی بیرونی سطح چھوٹے کروں کی سطح سے کم ہوتی ہے۔ اور اس طرح برقی چارج کی شدت (Density) بڑھ جاتی ہے۔

(۴) دَقّ، رِس رِس کر ٹھکانا، پلپلا ہونا، گرم ہونا، ظاہر ہے کہ بوندیں رِس رِس کر نکلتی ہیں۔ ان کا پیٹ پانی سے پُر ہونے کی وجہ سے پلپلا ہوتا ہے۔ اور بجلی انھیں گرما یا برقا دیتی ہے۔

(۵) مِنْ خِلَالِه: خَلّ کے معنی ہیں، درمیان، ترشی، سانس وال جانتے ہیں کہ اگر بجلی مٹی تو کسی موصل (Conductos) سے گزادی جائے تو بجلی اس کی سطح پر آ جاتی ہے پانی غیر موصل (Non-conductor) ہے۔ لیکن اس تیزابی مادے کی وجہ سے جو ہوا میں سے قطرات کے شامل ہو جاتا ہے، موصل بن جاتا ہے اور اس لئے بجلی کی وجہ سے ان قطرات کی سطح مہرّق ہو جاتی ہے۔ یہ تیزابی مواد زمین کے لئے کھاد کا کام دیتا ہے اور بجلی جو ان قطرات میں موجود ہوتی ہے، مردہ زمین کی شش شش میں زندگی بھر دیتی ہے اگر خلیلہ سے اس تیزابی مواد کی طرف اشارہ مقصود نہ ہوتا تو شاید بسیندر یا جوف کا استعمال ہوتا۔

(۶) يُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مِثْرًا جِبَالًا۔ (نور۔ ۴۴)

مفسرین اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

”اور اللہ آسمان سے یعنی پہاڑوں سے بارش اُتارتا ہے۔“

اس تفسیر پر کئی اعتراض وارد ہوتے ہیں:

اڈل: "آسمان سے یعنی پہاڑوں سے" اس "یعنی" کے محکف کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ نے
 سیدھی طرح کیوں نہ کہہ دیا کہ آسمان سے یا پہاڑوں سے بارش اُتاتا ہے۔ دو: جب تمام
 قرآن میں بارش آسمان سے اتاری گئی ہے تو پھر اس آیت میں یعنی پہاڑ سے "کی ضرورت
 کیوں محسوس ہوئی؟ سوم: ینزل فعل متعدی ہے، جس کے مفعول کا فوکر ضرور ہونا چاہیے۔
 اور اس آیت میں کوئی مفعول نظر نہیں آتا کہ خدا نے کیا چیز آسمان سے اتاری جہاد م:
 مفسرین بہاں "بارش" (من ماء) کا لفظ محذوف مانتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کو کیا ضرورت
 پیش آئی تھی کہ ایک فعل متعدی کا مفعول تو حذف کرے اور "من جبال" کے زائد الفاظ خواہ
 خواہ بڑھا دے؟

اور حضرت ابن عباس نے تو اور ہی کمال کر دکھایا کہ آسمان میں پہاڑوں کا وجود تسلیم
 کر کے فرمایا کہ بادل ہمیشہ آسمانی پہاڑوں پر تیار ہو کر زمین پر برستے ہیں۔ اور اس لیے آیت
 کے معنی ہوں گے: "اللہ آسمانی پہاڑوں سے بارش برساتا ہے۔"
 حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت آج تک ایک معما تھی۔ اب سائنس کے انکشاف نے
 اسے واضح کر دیا ہے۔ جبال جمع جبل کی "جبل" کے معنی میں مٹی کو بانی سے ملانا۔ ماہرین باران
 نے یہ انکشاف کیا ہے کہ بوندوں کی ملکوتین خاکی ذرات کے سہارے کہ بغیر ناممکن ہے
 ہر قطرہ آبی ذرات خاکی کے ارد گرد تیار ہوتا ہے، تو آیت کے معنی یہ ہوں گے:

"اور اللہ آسمانی بلندیوں سے ایسے قطرات اُتاتا ہے، جن میں خاکی ذرات ملے ہوئے ہیں۔"
 (۱) بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھ کے اُس زکی الجس پرے کو جہاں محسوس
 کی تصاویر بنتی ہیں، بے حس کر دیتی ہے، وہ اس طرح کہ بجلی کی چمک سے اس پرے کی شریاؤں میں
 تمام آنکھ کا خون جمع ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم آنکھ کو فوراً بند نہ کر لیں تو خون کے دباؤ سے آنکھیں

پھٹ جائیں یہی وجہ ہے کہ بجلی کی چمک کے بعد کچھ دیر تک ہم بصارت محروم ہو جاتے ہیں نیا نیا
 ہو جاتی ہے اور جب خون پھیل کر دوبارہ اپنے مقام پر چلا جاتا ہے تو بینائی لوٹ آتی ہے۔
 يَكَاذُ سَنَابَرٍ قَرِيبٍ يَنْهَبُ بِالْأَبْصَارِ (نور ۲۴) | قریب سے کہ بجلی کی چمک انسان کو بینائی سے محروم کر دے
 ان تقاصیل کی روشنی میں آیت کا ترجمہ یہ ہو گا:

د کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ بادلوں کو ہانک کر ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ برقی رو
 کی بدولت قطرات ایک دوسرے سے پیوستہ ہو جاتے ہیں (سُكَاكًا) پھر تیز آبِ مینر پوند یا
 بادلوں سے نکلتی ہیں اور اللہ فضائی بلند لوگ ایسے قطرات زمین پر برساتا ہے جو حاکمی
 ذرات کے سہارے بنتے ہیں، خدائی مرضی کے مطابق بعض مقامات پر بارش برتی ہے
 اور بعض جگہ نہیں برتی۔ قریب سے کہ بجلی کی روشنی آنکھوں کو بصارت سے محروم کر دے

پانی کو اُبالنے کے لئے سو درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور صرف گرم پانی کو
 گیس میں تبدیل کرنے کے لیے ۶۳۶ درجہ حرارت درکار ہے۔ اللہ کی فوائش دیکھو کہ پھر وہ
 سمندر کا کروڑوں ٹن پانی ہماری کوشش کے بغیر گیس میں تبدیل ہو رہا ہے۔ حساب لگاتے
 معلوم ہوا ہے کہ صرف سومربع میل رقبے کو سیراب کرنے کے لیے جس قدر بخارات کی ضرورت ہوتی
 ہے وہ پانچ لاکھ ٹن کوئلہ کے صرف سے پیدا ہو سکتے ہیں اور تمام ہندوستان پر صرف دس ٹن
 تک بارش برسانے کے لیے دوے کھرب ٹن کوئلہ جلانا پڑے گا جس کی قیمت چار سو پچاس
 کھرب روپیہ بنتی ہے اور یہ رقم حکومت ہند کی سالانہ آمدنی سے تیس ہزار گنا زیادہ ہے۔
 بارش کے متعلق یہ تمام افکشافات گزشتہ پچاس برس میں ہوئے ہیں اور آلِ حاضر
 صلی اللہ علیہ وسلم کو آج سے ۶۳۶۱ برس پہلے معلوم تھے۔ انصافاً کہو کہ قرآن کے الفاظ
 ہونے پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

از دم سیراب آن امی لقب لاله رست از ریگ صحرائے عرب

اور دے در پیکر آدم نهاد او نقاب از چہرہ فطرت کشاد (اقبال)

(۶) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ مِّمَّنْ يَظُنُّ أَنَّهُ مِثْقَالُهُ الظَّالِمَانِ مَاءٌ حَتَّىٰ إِذَا

جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ

أَوْ كَظُلُمٍ فِي بَهْرٍ مُّجِيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ ظُلُمٌ لِّبَابٍ ظُلُمٌ لِّبَابٍ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

وَإِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكِدْ يُرَاهُهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ تَوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ (نور: ۳۵)

گرم ریت پر نخلی ہوا یلگی ہو جاتی ہے اور ادھر کی بھاری قاعدہ یہ ہے کہ اگر روشنی

کی شعاع دو مختلف وسائط (Medium) سے گزرے تو وہ ٹیرھی ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے

کہ اگر ایک لالٹھی کا کچھ حصہ پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ ٹیرھی نظر آئے گی۔ یہی قانون سراب

میں بھی عمل کرتا ہے کہ نگاہ کشیف و لطیف ہوا سے گزر کر ٹیرھی ہو جاتی ہے۔ درخت کی چوٹی

نیچے اور جڑ اوپر نظر آتی ہے جس سے وہاں پانی ہونے کا دھوکا لگ جاتا ہے۔

اسیران سراب کی طرح کفار رجاء پرست، نفس پرست غدار، جاسد، غماز، جھوٹے گواہ،

اور بد اخلاق کی نگہ بصیرت کج ہو جاتی ہے وہ کسی ایسے مقصد کو جو ان کے شخصی قومی ارتقائے

تباہ کن ہو مفید سمجھ کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انہیں نہایت تلخ نتائج کا شکار ہو پڑتا ہے۔

صرف الہامی ضابطہ ہی وہ نور ہے جو انسانی آنکھوں کو کج بینی سے بچاتا ہے آج اس

میں کہ آذ و طمع کی تاریکیاں ہر سو محیط ہیں، نفس پرستی و جاہ طلبی کی گھٹائیں چھانی ہوئی ہیں اور

آفتاب ہدایت حجابات گناہ میں مستور ہے۔ کج بینی کا مرض اس قدر جہاں گیر ہو چکا ہے کہ اللہ

والحذر۔ جسے دیکھو غلط انگاری کا پیکر، اپنی رائے کو تمام مسائل پر خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی

عمرانی ہوں یا اقتصادی، آخری سمجھتا ہے۔ ایک غلام قوم کوئی طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہونے

(۱) تاریخی افکار (۲) تاریخی ماحول (۳) مذہبی سیاسی رہنماؤں کی غلط تعلیم کی تاریخی۔

ظَلَمْتَ بَعْضَهُمَا فَوْقَ بَعْضٍ

اگر مذہب دنیا کی اقوام حاضرہ یہ چاہتی ہیں کہ وہ ظلم و سفاکی کی ہیمنہ ظلمتوں
نکل کر ایک ایسے مستقبل میں داخل ہوں، جہاں ماہتاب الہام کی طبع کر نیں پیا سکون
دے رہی ہوں اور جہاں آسمانی شہنائی کی مست آواز کیف و سرور کا عالم جاری،
تو اس کی راہ، تمام سائنس طائیت و مشروطیت نہیں، بلکہ وہی عویشی نظام ہے جو خانی
فطرت نے انسانی فطرت کو عطا کیا تھا:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ

(ترجمہ آیت) کفار کے اعمال سراب بیابان کی طرح ہیں۔ جسے پیا سا پانی سمجھ کر آگے بڑھتا
اور وہاں اللہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، اللہ اُسے فوراً مکافات عمل میں مبتلا کر دیتا ہے، یہ اس کے اللہ
حساب میں یہ نہیں لگاتا، یا ان کے اعمال ایک مواجِ سمند کی ظلمتوں کی طرح ہیں، جہاں لہر لہر
لہریں اُٹھتی ہیں۔ سیاہ گھٹائیں محیط ہوں، ظلمت و ظلمت کا سماں بندھا ہوا اندھا پناہ تک
نظر آتا ہو۔ سچ ہے جو شخص الہی نور کی تجلیوں میں رہ کر اُسے منزل نہیں ہوتا، وہ بھٹک جاتا۔
(۱) گورات کے وقت ہمارا آفتاب غروب ہو جاتا ہے لیکن اس سے ہزاروں گنا بڑے اور
زیادہ روشن سورج فضا میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کروڑوں آفتابوں کی موجودگی میں سطح زمین پر ظلمت
کا چھا جانا الہی صنّاعی کا بہت بڑا معجزہ ہے اگر ظلمت ہوتی تو جہاں تازتِ آفتاب کا سنات
آگ بھڑک اُٹھتی، وہیں بیداری بے خوابی سے مانع پھٹ جاتا بدیگر الفاظ رات اللہ کی بہت بڑی نعمت
جس طرح انجن گاڑیوں کو کھینچتا ہے۔ اسی طرح سورج کے پیچھے پیچھے اندھیرا آ رہا ہوتا ہے،
گویا سورج ظلمتوں کا بھی قائد ہوتا ہے۔ ہر نبی کائنات میں آفتاب بن کر آتا ہے۔ اس کے ہمراہ تجلیاں

ہوتی ہیں اور جوں ہی وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو دنیا کی طرح پراپی طرح تارکیاں
محیط ہو جاتی ہیں جس طرح غروب آفتاب کے بعد سطح ارضی پر۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ السَّمٰوٰتِ كَيْفَ مَدَّ الْفُلَّ وَكُلَّ شَيْءٍ كَيْفَ مَدَّ الْفُلَّ
کچھ لکھنا سیکھنا اللہ تعالیٰ علیہ
دَلِیْلًا (فرقان ۴۲)
کو دہائی بنائے۔ سورج اس سارا رات کا قافلہ ہے۔

(۱۸) دنیا میں پانی کی شکل میں بدلتا ہے کہیں منجمد ہے، کہیں مائع، کہیں گیس، کہیں بھلوں کا
رہس کہیں تیل، کہیں دودھ، کہیں خون اور کہیں پیرول ہے۔ جب ہم پانی پیتے ہیں تو وہ خون
بن کر رگوں میں چلا جاتا ہے وہاں سے غلافوں کو سمیٹ کر کچھ پھیپھڑوں اور کچھ گردوں کے
ساتھ باہر نکال دیتا ہے۔ اسی طرح کہستانی چشمے معادن کے ذخائر ہمراہ لے کر ہم نکلتے
ہیں۔ اور ہماری ہستیوں کی غلافوں کو سمیٹ کر سمندر میں چلے جاتے ہیں بدیگر الفاظ تصریف
آب تکوین و تخلیق کا ایک معجزہ ہے۔ یہ پیرول، یہ خون، یہ دودھ، یہ بادل، یہ دریا اور یہ
سب تصریف آب کے کرشمے ہیں۔ یہ شہروں میں بجلی کا طوفان روشنی و آفتاب و آب و آتش کا
نتیجہ ہے یہ رگوں کی گرم فشاری، سلیم (بخارات آبی) کی بدولت بدیگر الفاظ پانی کی دنیا
قوت و بہت کی دنیا ہے جس کا مطالعہ از بس ضروری ہے، پانی کا قوی و انفرادی زندگی کے
کتنا گراں بھاری ہے اس کی ترکیب کتنا بڑا معجزہ ہے، اور اس کی تصریف سے سلیم پیرول اور
بجلی بنا کر انہی طاقت اور دنیا کے وسائل سہولت میں کس قدر اضافہ کیا جاسکتا ہے، ان
وسائل پر غور کرنا مسلم کا فرض ہے، اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ قرآن کی مصلحت میں مسلم
وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَیَخْرُجُ مِنْ تَحْتِیْهِ اَنْۢبَیَآءٌ لِّیُبَشِّرَکُمْ رَحْمَتِ رَبِّکُمْ
رَحْمَتِ رَبِّکُمْ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَیَخْرُجُ مِنْ تَحْتِیْهِ اَنْۢبَیَآءٌ لِّیُبَشِّرَکُمْ رَحْمَتِ رَبِّکُمْ

لَنُحْيِيَنَّ بِهِ بَلَدًا مَّتًى وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا مَرْدَه بستیوں کو زندہ کر دینا ہے۔ یہ پانی تمام ذی حیا
 الْعَامَّةُ وَأَنَاسِي كَثِيرًا ۖ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ کے لیے مدارجاً ہے۔ ہم پانی کو مختلف صورتوں میں بدلتے
 لِيَذَّكَّرُوا فَابْتَلِيَ الْكَثْرَ النَّاسِ إِلَّا كَفُورًا ۚ ہیں (تصرف آب) تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں لیکن کفار
 (دفرقان ۴۸ تا ۵۰)

پانی مرکب ہے اور روح بسیط۔ پانی کا ایک قطرہ تک فنا نہیں ہو سکتا۔ دریا سے اٹھا
 تو بادل بن گیا، وہاں سے ریگستان میں ٹپکا تو دوبارہ فضا میں اُڑ گیا، باغ میں برس تو اس
 بن کر پھل میں جا پہنچی۔ وہاں سے ہمارے پیٹ میں آیا اور یہاں یا تو جزو جسم بن کر یا تو
 یا گردوں وغیرہ کے راستے پھر باہر نکل گیا اور اگر سمندر میں ٹپکا تو گویا وطن میں پہنچ گیا۔
 الغرض قطرہ آب کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہتا ہے۔ اگر پانی باوجود مرکب ہونے کے زندہ
 رہتا ہے تو روح کو جو بسیط ہے بدرجہ اولیٰ باقی رہنا چاہئے جس طرح آفتابی شعاعیں پیاسے
 ریگستان میں ٹپکے ہوئے قطروں کو ڈھونڈ کر آسمانی بلند یوں کی طرف واپس لے جاتی ہیں
 اسی طرح زندگی کے یہ تمام قطرے جو اجسام انسانی کے خاک انوں میں ٹپک پڑے ہیں مکان
 وسعتوں میں دوبارہ پہنچ جائیں گے۔ وَكَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

(۱۹) عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ ۚ کیا یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں
 الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۚ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ اور اس حقیقت کبریٰ کے متعلق ان میں اختلاف
 ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۚ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ حَقْلًا ۚ پایا جاتا ہے؟ انہیں عنقریب یقین حاصل ہو جائے گا
 مِسْهَادًا ۚ (النبا۔ ۱ تا ۶)

ایک پرندہ اٹھ دے دے کر بچوں کو آشیانے میں پالتا ہے، ان کے لیے غذا مہیا کرتا ہے
 اپنے پرروں کے نیچے تھپکا تھپکا کر سلاتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو گھونسلے کو چھوڑ کر

چلے جاتے ہیں۔ بس یہی حال زمین کا ہے۔ اس مہد میں ہم پلتے ہیں۔ سورج ہمیں روشنی دیتا ہے۔ بادل پانی۔ درخت پھل اور معادن قوت بخشتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ہم اس گہوارے کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے جاتے ہیں۔

جس طرح کہ پندے کی اصلی دنیا آشیانے سے باہر ہے اسی طرح ہماری اصلی زندگی کہیں دور ہے۔ یہاں ہم صرف چند سو گوار گھڑیاں بسر کرنے کے لئے آتے ہیں اور بس۔ زندگی ایک دم کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

(۲) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ اَلِی رَحْمَتِیْ لَا اَنْتَہٰیٰ ۝ دیکھو کہ اللہ نے قرآن (الرحمن ۱-۳) اور تقا کا مکمل آئین (قرآن) ہمیں عطا فرمایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ الرَّحْمٰنُ ۝ اِنْسَانٍ تَخْلِقُ الْی صُنَاعِیْ کَا بَسْطَ الْاَعْجَازِ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ (رحمن ۳) انسان کو پیدا کر کے قوت گویائی عطا کی تاکہ وہ صحیفہ فطر کی تشریح کرے اور اِدِیو ان فطرت میں سے چند اشعار آپ کو سنائیں:

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانٍ (رحمن ۵) آفتاب و ماہتاب ایک معین دستور العمل کے مطابق سرگرم پرواز ہیں۔ یہ مہموں کا تغیر و تبدیل اور یہ اشجاء و اشیاء کا تنوع شمس و قمر کی گردشوں کا نتیجہ ہے جن پر غور کرنا اور پھر کھول کھول کر بیان کرنا انسان کے فرائض میں شامل ہے۔

وَالنَّجْمُ هَیْکَلٌ یَّبْجَدَانِ (رحمن ۶) درخت اور پودے ایک آئین کے پابند ہیں۔

کیا یہ ممکن ہے کہ انگور میں سیب کا ذائقہ آجائے، یا سنگترہ آم کی بہتیت بدل لے؟

یہ ممکن نہیں کیونکہ تمام کائنات اپنے دستور العمل کو نبائیے میں پوری طرح سرگرم ہے اور

اسی اطاعت کا نتیجہ ہے کہ ہر طرف اعتدال، باقاعدگی اور نظام پایا جاتا ہے۔

وَالسَّمَاءُ دَقَقَتْ اَلْمِیْزَانَ ۝ (رحمن ۷) اللہ نے آسمان کو مرتفع کر کے کائنات میں عدل قائم کیا۔

یہاں سورہ رحمن کی آیات طبعیہ کی تفسیر درج ہوئی۔ برکت

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (رحمن ۸) | عجز دار توازن کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

افراد اعتدال سے اور اقوام عدل سے دور ہٹ کر پٹ جاتی ہیں۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (عدل و توازن کا پورا پورا خیال رکھو
(رحمن ۹) | اور ترازو کو ایک طرف جھکنے نہ دو۔

آج سطح زمین پر کوئی ایک قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اپنا سب آدم کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے تیار ہو۔ ہر طرف بوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ دنیا کی حریف قومیں ایک دوسرے پر آگ برسا رہی ہیں۔ ہستیاں اُچڑا رہی ہیں۔ صدیوں کی تہذیبیں مٹ رہی ہیں۔ اقوام ہفتوں اور دنوں میں تباہ ہو رہی ہیں اور انسان کا خون پانی سے زیادہ ارزاں ہو رہا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ اقوام میں عدل نہیں رہا۔ ✓

عدل و انصاف سے اقوام اسی طرح زندہ ہوتی ہیں جس طرح بارش سے زمین زرخیز رہتی ہے۔ بظاہر دیکھی جاتی ہے، لیکن جب اس پر بہار کے بادل برستے ہیں تو ہر سولالہ زار کھل جاتی ہیں۔ اسی طرح جب انصاف کی گھٹائیں کسی قوم کی کھیتی پر برتی ہیں تو حدنگاہ تک زمین چمن نظر آتی ہے۔ المیزان کے ذکر کے بعد سرسبز چراگا ہوں کا ذکر کچھ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔
وَالْأَرْضُ رُفٌّ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ فِيهَا فَاكِهَةٌ (رحمن ۱۰-۱۱) | پھل دار درخت اُگائے۔

خود انسان کیا چیز؟ ایک قطرہ آب یا دھوپ سے جلی ہوئی مٹی۔ اس نے اپنے جذبات میں اعتدال پیدا کیا تو اس کی حیات انفرادی میں چار چاند لگ گئے۔ کائنات انسانی میں توازن قائم کرنے کی کوشش کی تو اس کی حیات ملی چمک اُٹھی۔

۱۷ ہٹلر نے پولینڈ کو ۱۸ ایوم، ناروے، ڈنمارک اور لکسمبرگ کو صرف ایک دن والینڈ کو پانچ دن بلجیم کو ۱۲ دن فرانس کو ۱۲ ایوم اور یونان و یوگوسلاویہ کو تین ہفتوں میں مٹا دیا تھا اور چھ برس کی جنگ دو سالہ میں ۱۹۴۵ء کے بعد خود بھی تباہ ہو گیا۔ برقی

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ اللہ نے انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو تھما زت
(رحمن ۱۴) آفتاب سے ٹھیکری بن چکی تھی۔

آج حکمتِ مغرب نے اعلان کیا ہے کہ ابتداءً آفرینش میں سمندر کے ساحل پر لاکھوں
سال تک موج چمکتا رہا۔ اسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ساحل سے زندگی کا آغاز ہوا۔
فَخَّارَ کے معنی ہیں ٹھیکری۔ ٹھیکری، مٹی، پانی اور آگ سے تیار ہوتی ہے۔ بد بگ
الفاظ اللہ نے فخار کا لفظ استعمال فرما کر نظریہ مغرب کی تصدیق کر دی۔

جس طرح کہ زمین، پتھر، کوئلے، اور درخت کے پیٹ میں آگ چھپی ہوئی ہے، اسی طرح
انسان میں بھی غصے اور شہوت کی آگ پنہاں ہے۔ وہی لوگ صاحبِ کمال کہلاتے ہیں جو
اس آگ کو بھڑکنے نہیں دیتے، بلکہ اس میں اعتدال پیدا کر لیتے ہیں اور جو لوگ اس آگ پر قابو
نہیں پاسکتے، وہ سراپا آگ بن جاتے ہیں اور ان کو شیطان یا جن کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ اور اللہ نے جنوں کو آتشِ مخلوط سے پیدا کیا۔
حکماء مغرب نے سا لہا سال کی تحقیق و تلاش کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کیا ہے کہ مونی
پانی میں اور مونگا کھاری پانی میں تیار ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اس انکشاف پر یوں مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے
يَخْرُجُ مِنْهُمَا النُّوُورُ وَالْمَرُّ جَانٌ ﴿۱۶﴾ ان دونوں پانیوں (مٹھے اور کھاری) سے مونی اور مونگا نکلتے ہیں۔
اگر اس آیت کی یہ تفسیر نہ کی جائے تو مِنْهُمَا کی ضمیر تثنیہ (اُن دونوں) بے کار ہو جاتی
ہے اور اس کی کوئی اور تفسیر نہیں ہو سکتی ہے۔

آج سے بہت پہلے سمندروں میں بڑے بڑے جانور موجود تھے، جو غیر صالح ہونے کی وجہ
سے اسی طرح مٹ گئے ہیں، جس طرح کلدانی و آشوری، عبرانی و یونانی، ساسانی و اسلامی
صلاحیتِ حیات کھو بیٹھنے کے بعد تباہ ہو گئے۔ اللہ ازل سے موجود ہے اور موجود ہے گا، اس لیے
یہ ملاح کے معنی ہیں مختلف، یہ آفتیں جو ہن انسانِ مٹی میں مل کر انس کو جن بنادیتا ہے بیانِ الناس

کہ وہ اصل و اقویٰ ہے۔ صاحب جلال و اکرام ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ اَنْ يَّيْتِي وَجْهَ رَبِّكَ | جہ و جلال والے رب کی ذات کے بغیر باقی تمام
ظلال و الاکرام (رحمن ۲۶-۲۷) | اشیاء قانڈ پر ہیں۔

زندگی کا سب سے بڑا خزانہ اللہ ہے جس سے ہر چیز زندگی کی بھینٹ بن گئی ہے۔ زندگی
کیلئے قرآن پر عمل اور صحیفہ کائنات میں تدبیر کائنات ایک ایسا حسین نگارستان
ہے جس میں ہر روز لاتعداد فریبوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور یہ اضافہ خالق
کی نیرنگی و تخیل کی سب سے بڑی شہادت ہے۔

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ | ارض و سما کی ہر چیز اللہ سے زندگی کی بھینٹ بن گئی ہے۔
كُلُّ يَوْمٍ يَّهْوِيْ شَيْءٌ (رحمن ۲۹) | اور وہ صناع بے چوں ہر دن نئے نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

عدل حیات اقوام ہے اور نا انصافی موت۔ دنیا میں جہاں کہیں عدل ہو رہا ہے
وہاں زندگی شباب پر ہے۔ ہے کوئی فرد یا قوم جو قیامت میں حیات کو توڑنے کے بعد سترے

بیج سکے؟ یا اس زمین سے بھاگ نکلے؟ یہ زمین ایک قلعہ ہے جس کے چار طرف گہرے سمندر
اور پورا اندازہ قدرت اور طبقہ بارود، کچھ اور اوپر بھڑکتے ہوئے شہاب نیر برق زدہ فضا میں
زمینی کشش سے آزاد ہوتے اور محاسن ستارے نے کھینچ کر وہ جھٹکا دیا کہ ہر شے اس کی لٹکی ہوئی ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ | اے جن و انسانو! اگر تم زمین و آسمان کے اوراق
تَنْفِذُ وَاَنْتُمْ اَقْطَارُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفِذُوْا | سے بھاگ کر نکل سکتے ہو تو ذرا کر کے دکھاؤ، یاد رکھو:

لَا تَنْفِذُوْنَ | اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (رحمن ۳۳) | کہ سلطان کے بغیر تم ایسا نہیں کر سکو گے۔

اگر سلطان کے معنی طاقت لئے جائیں اور مراد "علم" لی جائے تو تفسیر یوں ہوگی
کہ علم ایک ایسی طاقت ہے جس کی بدولت تم ماوراء الافلاک کی سیر کر سکتے ہو۔

لے غلبہ سورہ حاصل ہونے سے رہا۔ دلیل ہاں بدلائل علمیہ جو جنین اور اقطار سموت کی سیر ہو سکتی ہے۔

حقیقت حیات سے غافل رہتے ہیں۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا تھا:
الجنة تحت ظلال السيوف - | جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

اور قرآن حکیم میں وارد ہے:

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنِفِقُونَ وَالْمُنِفِقَاتُ لِلَّذِينَ
آمَنُوا انظُرُوا نَارَكَتَبَسْ مِنْ تَوَارِكُهَا قِيلَ
ادْجِعُوا وَاِءَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ
بَيْنَهُمُ لَبِئْسَ لِلَّهِ بَاطِلُهُمْ فَبِئْسَ الرَّحْمَةُ
وَلَا ظَاهِرُهُ مِنْ قِبَاہِ الْعَذَابِ (الحیدرہ)

قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں جہنمیوں کے کہیں گی
کہ ذرا ٹھہرو، ہم تم سے کچھ روشنی حاصل کر لیں وہ
جواب میں کہیں گے کہ اس کام کے لیے واپس جاؤ، نور ان کے
اور جنت کے درمیان ایک یوار کھڑی کر دی جاگی جس
کا باطن سراسر رحمت ہو گا لیکن باہر مصائب سے لگے۔

تو گویا جنت مصائب میں مستور ہے:

جَنَّاتُ الْجَنَّةِ بِالْمَكَارِدِ | جنت مصائب سے گھری ہوئی ہے۔

کہاں ہیں وہ عمل مدعیان اسلام جو چند ثقل بڑھکر اور دنیا میں کاہل رہ کر
جنت کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔

قرآن حکیم پیام زندگی ہے اور رسول پیمبر زندگی۔ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے
ہیں کہ کونسلے اور فولاد سے اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ بدیکہ الفاظ یہ اقوام قرآن حکیم کے بعض
اصول پر عمل کر رہی ہیں اور پیروان اسلام جو ان معادن کے استعمال سے نا آشنا ہیں،
مرچکے ہیں۔ ایک مردہ قوم پیرو رسول نہیں ہو سکتی۔ رسول اقوام کو زندہ کرنے کے لیے آتا
ہے اور جو مرچکے ہیں یا مر رہے ہیں، وہ کسی صورت میں بھی پیرو پیمبر نہیں کہلا سکتے۔

اَسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاکُمْ
لِمَا یُحْیِیْکُمْ - (انفال ۲۴)

اللہ اور رسول کی دعوت پر لبیک کہو، کہ وہ تمہیں
زندگی کی طرف بلا رہا ہے۔

لَوْ أَنزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ^(۲۲) بَلَا بَلَا اور پھٹتا۔

(۲۲) ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِمُجْنُونٌ ۝ (ن ۱-۲)
اس آیت میں ”بِنِعْمَةِ رَبِّكَ“ کا بڑا تشریح طلب ہے اگر ”بِنِعْمَةِ“ کی با کو قسمیہ
قراردیں تو معنی ہوں گے ”تمہارے رب کی نعمت (قرآن) کی قسم کہ تم مجنون نہیں ہو“
اور اگر نعمت کے معنی فضل لیں جائیں تو معنی ہوں گے ”قلم اور قلم نے جو کچھ لکھا (قرآن)
و اس حقیقت پر شاہد ہے کہ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔“

مسلمانوں نے قرآن حکیم کی وفیات پر عمل کر کے ثابت کر دیا کہ اس کی ہر بات
زندگی کا لازوال پیام ہے، پھر اس کے شائع اعظم کو دیوانہ کہنا کہاں کا انصاف ہے؟
آن حضرت کی حیرت انگیز ہستی اور آپ کے انقلاب انگیز پیام پر قلم و دوات نے اس قدر
طرح پر مہیا کیا کہ دنیا کے کسی اور مصلح کے متعلق اس کا عشر عشر بھی نہیں لکھا گیا، تو کیا
تمام خدائی کی یہ آواز اس حقیقت کا اعلان نہیں کہ

مَا أَنْتَ بِمُجْنُونٌ

اگر یسٹروٹن کو مستقبل کے معنی میں لیا جائے تو یہ آیت ایک بشارت بن جاتی
ہے کہ پروان اسلام اس قدر علوم و فنون پیدا کریں گے کہ تمام دنیا کے معلم تسلیم کیے
جائیں گے۔ اُس وقت دنیا بھر اٹھے گی کہ اتنے بڑے بڑے مورخوں، فلسفیوں،
محدثوں، مفسروں، جغرافیہ دانوں، محاسبوں اور منجموں کا قائد دیوانہ نہیں ہو سکتا۔
اہل اسلام کے علاوہ علماء مغرب مثلاً کارلائل، تولڈ کے، نکلسن، ولیم میور
اور ڈیربیئر جیسے متعصب نصرانیوں کو بھی اُن حضرت کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔

درمسلات دنیا کو نیک و بد میں تقسیم کرتی ہیں جو کفر کی تاریکیوں کو شعلہ نور بن کر جیرتی ہیں اور
 اتنا (۱) جو نام محبت یا تدبیر کے لئے احکام الہی سناتی ہیں کہ نتائج اعمال میں نہیں سکتے۔
 (۲) شاعر و ساحر میں ایک خاص تشابہ ہے۔ ساحر غیر حقیقی اشیاء کو حقیقی بنا کر دکھاتا ہے
 اور شاعر خیالی اشیاء کو جاذب قلب نگاہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ شاعر کا تمام زور تراش الفاظ
 صرف ہو جاتا ہے اور اس لئے دنیا کے عمل سے ہمنازل دور رہتا ہے۔ یہ فطرۃ مبالغہ پسند
 حساس، استقلال و عرصہ سے محروم، حسن و رنگ کا دیوانہ اور جذبات کے ہاتھ میں ایک
 بات چیت ہوتا ہے۔ یہ صاحب الرائے نہیں ہوتا، بلکہ ارگٹ کی طرح ہر لحظہ رنگ بدلتا ہے چونکہ
 شعر کہنا ایک آسان سامغلا ہے جس میں دماغی تربیت، بلند علم، اور تحقیق و تلاشی کی
 ضرورت نہیں ہوتی۔ نیز اشعار واد کے لئے کہ جاتے ہیں، اس لئے شاعر سہل انگار، خود ستار
 اور عیاش بن جاتا ہے اور اس کے پیرو بھی اسی قبائش کے لوگ ہوتے ہیں۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ لَمَّا دُعُوا لِيَكُونُوا مِنْ دَاعِيِهِمْ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
 يَتَّبِعُونَ مَا لَا غَيْرَ لَهُمْ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ لَمَّا دُعُوا لِيَكُونُوا مِنْ دَاعِيِهِمْ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ
 تاریخ اسلام پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ
 شاعر ہمیشہ زوال و ہلاکت کا قاصد رہا ہے۔ عرب میں آں حضرت سے پہلے کئی ہزار فصیح
 شعراء موجود تھے، اور ساتھ ہی قوم عیاشی و پست اخلاقی کی انتہائی گہرائیوں میں گھری ہوئی
 تھی جب اس قوم نے آنکھ کھولی اور ایشیائے وسطیٰ میں ایک لرزہ خیز سلطنت کی طرح ڈالی تو
 مگر شاعر معدوم ہو گیا چند سو سال بعد مرگ و زوال کا یہ قاصد چہرے میں سے نکل آیا اور
 عباسیہ کے بڑے بڑے راویوں اور شاعروں کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ حماد کو ایک لاکھ

قصائد جاہلیت یاد تھے۔ ابوتامام نے چودہ ہزار اور صہمی نے سولہ ہزار اور جہنم نے یاد کر رکھے تھے اور ایک مرتبہ ابو مصہم نے ہارون الرشید کو ایک سو عمرو نامی شعرا کا کلام سنایا تھا ان شعراء کے قصائد مدحیہ کا اثر لازماً سلاطین عباسیہ پر پڑنا تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے چند آخری فرماں روا کاہل و کم کوش ہو گئے اور سیلاب تنار میں تنکے کی طرح بہہ نکلے۔ اندلس میں عربوں کو بھی نڈال آیا، جب وہاں سیکڑوں شاعر پیدا ہو گئے تھے یہاں تک کہ سرکاری خط و کتابت بھی شعروں میں ہوتی تھی۔

ایران میں غزنوی، تیموری اور سلجوقی سیلاب کی طرح اٹھے اور بھاگ کی طرح پیچھے رہ گئے۔ اس فوری زوال کی شہرہ کی یادہ گوئی تھی، ان کے قصائد سے سلاطین کو دارا ارض و سما ہونے کا دھوکہ لگ جاتا تھا، نتیجتاً وہ اپنی غفلت و نادانی کا فکرا بن جاتا تھے۔ محمود غزنوی کے دربار میں کم و بیش چار سو شاعر تھے۔ ملک شاہ اور سنجر کے درباری شاعروں سے کون آگاہ نہیں۔ صفوی خاندان نے کم و بیش تین سو برس تک حکومت کی اور اس عرصے میں ایک بھی کام کا شاعر پیدا نہ ہوا۔ وجہ ظاہر ہے کہ شاعر صرف دور انحطاط میں پیدا ہوتا ہے، اور دور عروج میں ناپید ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں اردو شعرا کا عروج محمد شاہ رنگیلے کے عہد سے شروع ہوتا ہے، اور یہی وہ زمانہ ہے جب خاندان مغلیہ کے آثار زوال ہر سو عیاں تھے۔ عالم شاہ ثانی، نواب آصف الدولہ اور بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں شاعری کا وہ چرچا ہوا کہ طوفان شعر میں خاندان مغلیہ کا مٹنا ہوا اجرا رخ گل ہو گیا۔

آج کہ ہندوستان کا زوال بحد کمال پہنچ چکا ہے۔ شاعر پورے جوہن پر ہے کہ شاعروں میں شاعروں کی محفلیں جمتی ہیں۔ دس بیس ہرزہ سرامل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک

ایک ہی شعر کو بار بار پڑھتے ہیں اور دہلینے کے لیے سامعین کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں، سامعین شعر کو سمجھیں یا نہ سمجھیں خوب کمرہ، والٹر قلم توڑ دیا، سبحان اللہ! اہا ہا! کے لہرے لگاتے ہیں اور شاعر صاحب زندہ توازی، قدر وافی میں کیا یوں نالائقی پاجی جو کچھ میں جناب ہی ہیں کہہ کر داد وصول کرتے ہیں۔ مشاعرے کے بعد ہفتوں حساب سے پوچھتے رہتے ہیں کہو بھائی رات کا مشاعرہ کیا رہا؟ مجھے تو فرصت ہی نہیں تھی سکرٹری صاحب کے اصرار پر چند بند موزوں کر لیتے تھے، کہو کچھ لطف بھی آیا؟ تو شاعر صاحب حواشی ایک تہلکے کے بعد فرماتے ہیں واللہ آپ کیوں کسر نفسی فرمائیے میں، آپ کا کلام تو عجاز تھا عجاز! اگر آج داغ و امیر مینائی زندہ ہوتے تو آپ کا منہ چوم لیتے۔

اس میں کلام نہیں کہ شاعری ایک آرٹ ہے اور لٹریچر کا اہم جزو، لیکن تمام قوم کا پیشے کو اختیار کر لینا اور جگہ جگہ عشق و شراب کا درس دینے پھرنا، جہاں ہمارے قومی غلام کو پست کر رہا ہے، وہیں ہمارے اچھے دنوں کو پیچھے ڈال رہا ہے۔

آج انگلستان، جرمنی اور روس میں کیوں شاعروں کی وہ کثرت نہیں جو اس وقت ہندوستان میں ہے؟ کیا ان لوگوں کے دل جذبات سے خالی ہیں؟ کیا وہاں ماں کو بچے سے محبت نہیں؟ کیا وہاں فطرت انکس نہیں؟ سب کچھ ہے، لیکن فرق ہے تو صرف اتنا کہ ان کے اچھے دماغ سیاسی، اقتصادی، تمدنی، اخلاقی اور علمی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہیں اور ہم مشاعرے منعقد کر رہے ہیں۔ رگ گل سے بیل کے پر باندھ رہے ہیں اور پار کی کمر معدوم تلاش کر رہے ہیں۔

انبیاء و دیگر مصلحین عالم کا تعلق ٹھوس حقائق سے ہوتا ہے، ان کے ہر اقدام کا نتیجہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہوتا ہے اور دوسری طرف شاعر کا واسطہ خیالات سے پڑتا ہے۔

یہ خود خیالی، اس کے نغمے خیالی، اور اس کی دنیا خیالی، نہ ارادوں میں فائقانہ بلندیاں
 اور نہ عزم میں مجاہدانہ استواریاں، انصافاً فرمائیے کہ ایسا شخص کسی قوم میں کوئی سیاح
 یا اخلاقی انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ یا کوئی مصلح شعری میں بزرگ مصلح ہو سکتا ہے؟
 وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ | ہم نے رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شاعری نہیں سکھائی
 (نہیں ۵۹) | اور نہ یہ فن آپ کے شایانِ شان تھا۔

دنیا کے شعری کچھ مستثنیات بھی ہیں۔ مشرق و مغرب ہر دو میں چند ایسے شاعر
 ہو گئے ہیں جنہوں نے شاعری کو گل و بلبل کی فرسودہ رشت سے ہٹا کر بلند تر مقاصد کے لئے
 استعمال کیا۔ ایران میں سعدی و رومی جرمنی میں گوٹے اور ہندوستان میں باللیک
 بابا نانک، بنگور اور اقبال وہ بلند پایہ مصلحین تھے جنہوں نے اپنا پیغام شعری دیا۔
 یہ لوگ ایک خاص دل و دماغ کے مالک تھے، ان کا تخیل درجہ الہام تک پہنچا ہوا تھا اور
 ان کے نغموں میں شعور و روحانیت کا عنصر ایک خاص تناسب کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ ان
 حضرات کا مقابلہ عام برساتی شاعروں سے درست نہیں اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں:-
 بآں را ندے کہ گفتم بے نبردند / شاخِ نخلِ من خرما نخوردند
 من لے میرا دم دادا تو خوردیم / مرا پاراں غزل خوانے شمر دند
 مری تو داسے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ

کہ میں ہوں محرمِ راز و درون سے خانہ

(۳۸) اللہ کا سب سے بڑا معجزہ یہ گمان ہے۔ اگر نگارستانِ گیتی کی یہ خرد افروز نیرنگیاں
 کسی کچھ فہم کے لئے سامانِ تشفی نہیں ہو سکتیں، تو پھر دنیا میں کاپیٹال، لائٹنی کا سانپ
 بننا اور فرشتوں کا مادی صورت میں متحمل ہونا بھی مفید نہیں ہو سکتا ہے۔

ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے وقت پہلے اس کے اعجاز و تخلق پر غور کرنے کی دعوت دی تھی۔ مثلاً:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝
قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝
(شعرا ۲۳-۲۴)

فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ خدا کون اور کیا ہے؟
موسیٰ نے کہا، وہی جو ارض و سما اور دیگر اشیاء کا
رب ہے۔ اگر تم یقین حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس
مقصد کے لئے یہ کائنات کافی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اس اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو اوصاف ذیل کا مالک ہے:

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝
وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝
وَإِذَا امْرَأَتِي هُوَ يَكْشِفُنِ ۝
(شعرا ۷۸-۸۰)

جس نے مجھے پیدا کر کے میری تربیت و ہدایت کا حیرت انگیز سامان
بہم پہنچایا۔ میری غذا کے لئے یہ دنیا کے نباتات و حیوانات اور
کے لئے سمندر، بادل وغیرہ بنائے، اور جس نے میرے جسم میں ایسے جو
رکھ دیئے ہیں جو حملہ آور جراثیم مرض کا مقابلہ کر کے بیماری سے مجھے بچاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا فِيكُمْ ۝
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُكُمْ لَيَأْتِيَنَّكَ الْفُلُ ۝
(شعرا ۱۲۵)

میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مجھے وہ اللہ اجودے گا۔
جو کائنات کی ہزار دہزار دنیاؤں کا پالنا ہے۔

حضرت ہود نے قوم عاد کو کائنات کی طرف یوں متوجہ کیا:

أَمَّا كُمُ بِإِنْعَامِ رَبِّكُمْ ۝ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝
وَالَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۝
(شعرا ۱۸۲)

اللہ نے تمہیں، بیٹے باغ اور چشمے عطا فرمائے۔
حضرت شعیب اصحاب الایکہ کو اللہ کی صفت خالق پر غور کرنے کی یوں دعوت دیتے ہیں:

وَإِنْقُضُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبَالَةَ الْوَالِدِينَ ۝
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُكُمْ لَيَأْتِيَنَّكَ الْفُلُ ۝
(شعرا ۱۸۲)

اپنے کئی دیگر اقوام کو پیدا کیا۔

یہ ہے مشتے نمونہ از خرد ایسے، ورنہ کسی الہامی کتاب کو اٹھا کر دیکھو۔ ہر صفحہ پر
خلق کے تذکرے سے معمور ہو گا۔

(۲۹) ایک قوم کے تنگ ناموس کی حفاظت اُس کے نوجوان کیا کرتے ہیں۔ اس وقت تک
سلوک یورپ نے اپنے نوجوانوں سے کیا وہ اذہن افسوسناک ہے۔ یہ زمانہ سوٹ، یہ مونثانہ
اداس، یہ غیش پرستی، یہ ناؤ نوش، یہ عشق بازی، یہ دن میں پانچ مرتبہ تندر شکم تپانا، یہ بیج
یہ مخلوط تعلیم، یہ مخلوط کلب نوجوانوں کے لئے پیام موت بن گئے۔ عیاشی نے سہل بکار اور سہل بکاری
نے اپنا بیج بنادیا، جفاکشی کے خوگر بنے، مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ اخلاق فاضلہ کا خاتمہ کیا۔
جرات، شجاعت، میدان طلبی اور ذوق شہادت جا مارا۔ ہاتھ سے کام کرنا اور دو میل پیدل چلنا
دوبھر ہو گیا۔ جوانوں کی اس رنگین مزاجی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اقوام دنوں اور ہفتوں میں مٹ گئیں۔
ڈنمارک کی شکست (۲۹ مئی ۱۹۴۰ء) کے بعد لندن کے مشہور اخبار "ٹیلیگراف"

نے ۱۸ جون ۱۹۴۰ء کو مقالہ افتتاحیہ میں لکھا تھا:

"ہم ایک بات پر جس قدر افسوس کریں کم ہے اور وہ یہ کہ گزشتہ بیس برس میں ہم

اپنے نوجوانوں کو صرف دو چیزیں سکھائیں، یعنی ٹینس اور گولف، اور انھیں جہاد

زندگی کے لئے تیار نہ کیا، جس کی سزا آج ہمیں کھلتی پڑی ہے۔"

فرانس کے صدر مارشل پٹیان نے ۲۲ جون ۱۹۴۰ء کو شام کے ۹ بجے ریڈیو

پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"گزشتہ جنگ عظیم کی نسبت اس دفعہ ہمارے پاس اسلحہ جنگ افواج اور دیگر وسائل

بہت زیادہ تھے۔ ہماری حلیف سلطنتیں بھی تعداد میں کافی تھیں اور بھرپور ہمارے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شکست کے وجوہات کیا ہیں؟

اس مسئلے پر غور کرنے کے بعد میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہمیں شکست منہ

نے نہیں دی، بلکہ، اپنے نوجوانوں نے دی، جن کا کام کھانا، پینا، اور عیشی اڑانا تھا۔
 آج دنیا کو معلوم ہوا کہ اسلام جو کچھ کہتا تھا، وہ سب سہی بھلے کے بیٹے تھا۔ روزے رکھنے والے
 قرآن ہوئے تھے کہ قوم میں تقویٰ اور جفاکشی باقی رہے اور کوفہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ باہر
 مفقود ہو کر یہودیوں کی طرح دولت کی پرستش شروع نہ ہو جا۔ نماز کا مقصد یہ تھا کہ روحانی
 و اخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ قوم میں صف بندی، اطاعتِ امیر اور باقاعدگی کے اور مذا باقی رہیں۔
 یورپ نے غلطی سے منگلوں، کلبوں، موٹروں اور سینکڑوں کو تہذیبِ تمدن کی آخری منزل سمجھ لیا تھا
 آج انہیں معلوم ہوا کہ جسے وہ تہذیب کہتے تھے، وہ درحقیقت تباہی و ہلاکت کا جہنم تھا۔
 وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَکَ حَیْطَةٌ ۙ اَبَالُکَیْفَ رَیْتَ (توبہ ۷۴) قانون شکن اقوام کو جہنم گھر دکھاتا ہے۔
 پنجاب کے ایک صاحب نظر سے ملاقات ہوئی کہنے لگے کہ فرانس کی تباہی کے ذمہ دار
 تین ڈ ہیں۔ پنی ڈرنک (مے نوشی)، ڈانس (رناج)، اور ڈرنرڈ (رات کے کھانے) اسلام
 نے آج سے ۱۳۶۲ برس پہلے دنیا کو عیاشی کے نتائج سے متنبہ کر دیا تھا، لیکن قرآن
 کو جھوٹا کہنے والوں نے اس متنبہ پر دھیان نہ دیا۔

نَهَّیْنَا لِلنَّاسِ سُبْحَ الْمَشْهُوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ ۙ لَوْکَ عَوْرَتُوْنَ ۙ بَیْضُوْنَ ۙ سَوْنٌ ۙ جَانِدِیْ ۙ کَیْ ۙ عَیْرُوْ
 وَ الْبَنِیْنَ ۙ وَ الْقَنَاطِیْرَ الْمَقْطَرَةَ مِنَ الدَّخَانِ ۙ تَشَانُ لُکَاۤءُ ۙ هُوۤءُ ۙ کَھُوۡرُوْنَ ۙ جَوَابُوْنَ ۙ اَعْدَ
 وَ الْفِضَّةَ ۙ وَ الْخَمِیْلَ الْمُسَوَّمَةَ ۙ وَ الْاَلْعَاجَ ۙ کَھِیْتُوْنَ ۙ کَیْ ۙ رَوِیۡہُ ۙ ہُوۡجَکَ ۙ ہِیْ ۙ کَاشِ ۙ اَنۡہِیۡنَ ۙ مَعْلُوْمٌ ۙ ہُوۡ
 وَ الْکَرۡشِ ۙ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیۡوَةِ الدُّنْیَا ۙ کہ یہ سب کچھ دنیا کی عارضی متاع ہے اور حُسنِ انجام
 وَ اللّٰہُ عِنۡدَہٗ ۙ حُسْنُ الْمَاۤبِ ۙ (آل عمران ۱۵۱) تو صرف الہی قانون کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان کے مذہب طبقے نے اقوامِ یورپ سے اگر کوئی چیز سیکھی ہے تو صرف تین
 یورپ کے پاس تو اس زہر کا کچھ تر یا ق موجود تھا، یعنی محققین، طبیبین و موجدین کا ایک طاقتور

پہ گروہ جو اس کے عیوب کو کسی حد تک ڈھانپ سکتا تھا، لیکن یہاں صرف رنگیلے ہی رنگیلے
 رہتے ہیں۔ شام کو پتلون کسالی اور چل دیئے کسی مئے خانے، عیش خانے یا پری خانے کی طرف
 وہاں جا کر مئے ارغوانی کے دو چار جام چڑھائے، ہوا کھلا، بے گانہ عورتوں کے ساتھ
 ایک ہی صوفے پر بیٹھ کر غلط انگریزی میں کہیں ہانکیں بہت زیادہ مہذب ہو تو کچھ تلخ بھی ہو گیا
 اور اسی رات کے قریب میاں ستانے گھر کو کوٹے۔ خیر سے اس کا نام رکھا ہوا ہے نئی تہذیب۔

واٹے قوے کشتہ تدبیر غیر
 از حبیب بے گانہ پیران کهن
 در دل شان آرزو ہا بے ثبات
 و خیران او بزلف خود اسیر
 ساختہ، پرداختہ، دل باختہ
 ساعد سیمین شان عیش نظر
 ملتے خاک تر او بے مشر
 کار او تخت ریب خود تعمیر غیر
 نوجواناں چوں زنان مشغول تن
 مردہ زائند از بطون انہات
 شوخ چشم و خود نادر و وہ گیر
 ابرو اں مثل دو تیغ آختہ
 سینہ ماہی، بوج اندر نگر
 صبح اور اند شام ادتاریک

آقا قوے، دل زحق پرداختہ

مرد و مرگ خویش را نشناختہ (علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

تندیب نو کا نہ ہر کھانے والو! اورے نظام نو کے نورے لگنے والو! یاد رکھو کہ
 الہامی ضوابط کے بغیر کہیں نجات موجود نہیں، اگر تم اس دنیا میں امن سے رہنا چاہتے ہو
 اور نہیں چاہتے کہ ہر دس برس کے بعد تمہاری بستیاں اُجڑیں اور تمہارا سرور اُٹس
 بم برسوں، تو اللہ کی جہل المتین کو تھام لو۔ اگر تمام قانون پر عمل نہیں کر سکتے تو صرف ایک دفعہ
 اپنا لو، مگر تمہارے مصائب ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے "انصاف" اپنے آپ کے ساتھ انصاف

ملازموں، ماتحتوں، مملوکوں اور نوآبادیوں کے ساتھ انصاف۔ ہمسایہ ملکوں اور
دنیا کی دیگر قوموں کے ساتھ انصاف، انصاف وہ کیا ہے، جس سے تمہاری حیات
مٹی و شخصی سنہری بن جائے گی۔ اس سے تمہاری سیاست استوار اور تمہاری حکومت
پائدار ہو جائے گی اور تمام عالم تمہاری بقا کی دعا مانگے گا۔

وَأَقِمْ وَزْنَ بِالْقِسْطِ لَا تُخْسِرُوا الْبِرَّ (رحمن) دنیا میں وزن قائم رکھو اور توازن کو ایک طرف نہ
(۳۰) ایک بشارت | آنحضرتؐ کے زمانے میں جب بصرہ کے پاس ایرانی آتش پرستوں نے

رومیوں کو شکست دی تو مشرکین نے مسلمانوں کو طعنے دیے کہ عیسائی تقریباً تمہارے مذہبی
بھائی تھے لیکن ایرانیوں نے ان کی خوب خبر لی۔ اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي
بَضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (روم ۱)

اس آیت میں دو بشارتیں دی گئی تھیں! اول کہ چند سال کے اندر اندرونی دشمنوں
کو شکست یمن روم پھر وہاں اللہ کی حکومت قائم ہو جائے گی، جس سے مسلمانوں کو مسرت ہوگی۔
حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ بضع سنین سے کیا مراد ہے؟ فرمایا
مابین الثلاث الی التسع (یعنی تین سے نو سال تک) اس آیت کے نکال بعد رومیوں نے
ایرانیوں کو شکست دی اور پورے نو برس بعد دمشق پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، تو گویا
ہر دو بشارتیں ٹھوڑے ٹھوڑے وقفہ کے بعد پوری ہو گئیں۔

یہ ٹھوس تاریخی حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ مجھے اُن اصحاب کی عقل
پر حیرت آتی ہے جو ان بشارت کی موجودگی میں قرآن کو جھٹلاتے پھرتے ہیں۔

مکتہ۔ یہ جنگ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہوئی تھی۔ پہلی جنگ میں

ایرانی غالب آئے تھے۔ حیرت ہے کہ اللہ نے مغلوب رومیوں کا ذکر کیا، لیکن اہل ایران کا زاتم تک نہ لیا۔ یہ غالباً اشارہ تھا اس حقیقت کی طرف کہ رومیوں کی حکومت دنیا میں باقی رہے گی اور ساسانی یوں میٹ دیئے جائیں گے جس طرح اُن کا ذکر قرآن سے محکوم کیا۔
ادنی الارض سے مراد بصرہ ہے۔

ترجمہ: عرب کے پاس ہی ایک جنگ میں اہل روم مغلوب ہو گئے ہیں لیکن چند سال کے بعد وہ پھر غالب ہوں گے۔ اس سرزمین پر راداد و سلیمان کے عہد میں اللہ کی حکومت تھی اور اب پھر وہی حکومت قائم ہو چکا گی، اُس روز اہل ایمان بہت مسرور نظر آئیں گے۔
(۳۱) عورت ایام شباب میں حسین ہوتی ہے جس کی حسن زن و شوہر میں باعث الفت بنتا بڑھاپے میں حسن و عشق ہر دو خصلت ہو جاتے ہیں اور عشق کی جگہ شفقت لے لیتی ہے۔
آیہ ذیل میں رحمت (شفقت) سے پہلے مودت کا ذکر کچھ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ
اَزْوَاجًا لَّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (روم - ۲۱)

ایہ بات بھی میں سکون پیدا کرنے کے لئے تمہیں سمجھیں ہو یا عطا فرمائیں اور تمہیں محبت و شفقت کے رشتوں سے بانڈھ دیا۔ سوچئے دلوں کے لیے یہاں کچھ اسباق پہنانے۔

(۳۲) جس طرح شہد سازی نخل کی فطرت ہے اسی طرح نیکی انسان کی فطرت میں داخل ہے۔
سوال: اگر نیکی انسان کی فطرت میں داخل ہے تو چور چوری کر کے اور زانی زانیہ کے بعد خوش کیوں ہوتا ہے؟

جواب: یہ لوگ بعض حالات میں مجبور ہو کر ان جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، ورنہ سیاہ کاریوں سے یہ لوگ بھی متنفر ہیں۔ اگر کسی چور کے گھر ڈاکہ ڈالا جائے یا زانی کی رانہ

کی طرف کوئی بوالہوس بری نگاہ سے دیکھنے تو یہ لوگ انتقام کے تمام ذرائع استعمال کریں گے۔
تو ثابت ہوا کہ یہ لوگ بھی گناہ کو گناہ ہی سمجھتے ہیں، ورنہ اگر اعمال کو نیکی سمجھتے تو بجلے
انتقام لینے کے حملہ آوروں کو شاباش دیتے:

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ | انسان کو اللہ نے ایک خاص فطرت عطا کی ہے، جس
يَخْلُقُ اللَّهُ ذَلِكُمُ الدِّينُ الْقَيُّمُ (روم: ۳۰) | میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اس فطرت رحمانات نام نہن کے۔
شہد کی مٹھی اپنی فطرت سے کام لے کر شہد بنا رہی ہے۔ پودوں کی فطرت پھول کھلا
رہی ہے۔ اور درخت اپنے نظام کو نباہنے کے بعد انہار و انثار کی حسین دنیا میں تعمیر کر رہے
ہیں۔ انسان کی فطرت احسن و اکمل ہے۔ اگر ایک مٹھی نظام فطرت سے کام لے کر اس
قدر کمال دکھا سکتی ہے تو انسان اپنے نظام پر چل کر خدا جانے کیا کچھ کر دکھائے لیکن
مصیبت تو یہی ہے کہ یہ اپنے نظام سے دُور بھاگتا ہے۔

إِنَّ إِلَهَ نَسَافٍ لِرَبِّهِ كَكُودٌ - (عادیات ۶) | انسان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔
(۳۳) کائنات کے مختلف مناظر میں اس قدر تعاون ہے کہ یہ سب ایک کتبے کے افراد
معلوم ہوتے ہیں۔ انسانی خدا تیار کرنے کے لئے زمین، ہوا، سورج، پہاڑ اور سمندر
سب مل کر کام کرتے ہیں۔ خزاں کے بعد حباب موسم بہار اپنی تمام تر رعنائیوں کے جلوہ گر
ہوتے ہیں تو نباتات کی تخلیق ثانی کے لئے کائناتِ ابنِ کاہر پر زہ مخمور عمل ہو جاتا ہے۔ سورج
صحرائوں کو گرماتا ہے، ہوائیں بخارات کو اٹھا کر مہالہ کی طرف گرم پرواز ہو جاتی ہیں
وہاں بادل تعمیر پڑتے ہیں جو زمین مردہ پر برستے ہیں اس کے قوائے نامیہ بیدار ہوتے ہیں
زمینی بکیر یا کام پر لگ جاتا ہے اور اس طرح نباتات کی تخلیق ثانی وقوع میں آتی ہے۔
اللہ کے لئے نہ تو خلقِ اول دشوار تھا اور نہ خلقِ ثانی۔ انسانی دنیا میں ہم ہر روز خلقِ اول

کا تماشا دیکھتے ہیں اور عالم نباتات میں ہر سال خلق ثانی کے مناظر سامنے آتے ہیں، کائنات کی مشینری میں خلق کی زبردست استعداد موجود ہے۔ یہ سولج، سمندر اور ہوا وغیرہ اس مشین کے پرکے ہیں، جو ایک چھوٹے سے ذرے یعنی انسان تک کے لیے جنش میں جاتے ہیں۔

ایک آدمی چار پاؤں تیار کرنے لگتا ہے تو پہلے دماغ سوچتا ہے، پھر پاؤں چل کر بازار سے سوتری وغیرہ لاتے ہیں، آنکھیں نگرال بنتی ہیں اور ہاتھ بنتے ہیں۔ اسی طرح کائنات ایک جسم کی طرح ہے جس کے مختلف اعضاء کو ایک کام کو سرانجام دیتے ہیں۔

مَلَخَقُكُمْ وَلَا تَعْثُكُمُ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ (نہمان) اتم سب کا پہلا اور دوسرا جنم نفس واحد کی طرح ہے۔
(۳۳) سُورَةُ الْعُرْمِ اہل سبا (مین) کا مشہور شہر مازب تھا، جس کے جنوب مغرب میں پہاڑوں

کا ایک طویل سلسلہ سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک نالہ ان پہاڑوں کے جنوب مغرب سے نکل کر وادی احنہ میں شمال مشرق کی طرف بہتا تھا۔ مازب کے ایک فراروا عبد شمس نے اس پانی کے آگے ایک بند لگایا جو سُورَةُ الْعُرْمِ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس بند کی لمبائی شرقاً غرباً ۲۴ فٹ اونچائی ۲۴ فٹ، اور چوڑائی ۵۰ فٹ تھی۔ اس بند سے دو نہریں نکالیں جو شہر کے دو باغوں (ایک شہر کے دائیں اور دوسرے بائیں طرف) کو سیرا کرتی تھیں جب اہل سبا عیاش ہو گئے اور اس بند کی مرمت تک سے غافل ہو گئے تو ایک روز یہ بند ٹوٹ گیا۔ اور تمام شہر سیلاب میں بہہ گیا۔

سُورَةُ الْعُرْمِ کا قصہ نہ تو صفحات تاریخ میں محفوظ رہا تھا اور نہ اذہان انسانی میں۔ قرآن حکیم نے اس داستان سے پردہ اٹھایا اور آج اس بند کے کھنڈرات بہ آمد ہو کر قرآن حکیم کے المامی ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتِ بِهَا اهل سبا کے خوب صورت گھر قدرت الہی کا کرشمہ تھے۔

عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ شَرُّكُمْ دائیں بائیں دو باغ تھے تاکہ لوگ اللہ کا ذکر
 وَاشْكُرُوا لَهُ بَلَدًا لَّكِبَةً وَرَبُّ غَفُورٌ کھا کر اس کا شکر ادا کریں۔ شہر نہایت خوب صورت تھا
 فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْغَمْرِ اور باشندوں پر اللہ بہت مہربان تھا۔ ان لوگوں نے
 وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْنِ ذَوَاتِیْ اللہ سے منہ پھیر لیا۔ تین جنتیں ہم نے ان پر سیل عرم بھیجا
 أَكُلِ خَمْطٍ وَآثِلٍ وَشَى مِنْ سِدِّ قُلُوبِ اکی باغ مٹا دیئے اور وہاں بد مزہ پوسے جھاڑ کے درخت
 ذَلِكْ جَزَيْنَهُمْ بِمَا كَفَرُوا (سباہ ۱۱) اور کچھ بری کے جھاڑ اگا دیئے یہ تھی سزا ان کے کفر کی۔

اعراضوا کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس بند کی مرمت سے غفلت کی۔
 (۳۵) طوفان نوح کی گزر گاہ اجرنی کے ایک محقق نے ثابت کیا ہے کہ بہت قدیم زمانے میں
 افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے اور یہ درمیانی خطہ اطلانتیس کہلاتا تھا کسی زمانے کی وجہ سے
 درمیانی خطہ ڈوب گیا اور ہر دو براعظم علیحدہ علیحدہ ہو گئے محقق مذکور اس نظریے پر یمن لائل پیش کرتا ہے؛
 (۱) افریقہ کے مغربی ساحل اور امریکہ کے مشرقی ساحل کے نباتات بالکل ملتے جلتے ہیں۔
 جس سے خیال پڑتا ہے کہ کسی وقت یہ دونوں خطے ایک تھے (۲) اہرام مصر کی طرح میکسیکو
 سے بھی بعض اہرام کے آثار باقیہ ہر آمد ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں خطوں میں
 کسی وقت ایک ہی قوم آباد تھی جس کا تمدن اور فن عمارت ایک جیسا تھا (۳) نیز ہر دو
 ممالک کے پرانے برتن اور مجسمے بھی ہم رنگی مذاق پر مشادیت دیتے ہیں۔

اس محقق کا خیال یہ ہے کہ طوفان نوح اطلانتیس میں آیا تھا۔ اور یہ طوفان کسی زمانے کا
 نتیجہ تھا۔ بعض دیگر محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ طوفان لیوریا میں آیا تھا۔ لیوریا خشکی کا وہ قطعہ
 تھا جو جنوبی افریقہ اور عرب کو باہم ملاتا تھا، اور اب ڈوب چکا ہے۔ ایک اور مؤرخ کی رائے
 یہ ہے کہ یہ طوفان عراق کے شمال میں فرات کی طغیانی کی وجہ سے آیا تھا۔ اور ایک بہت بڑا

شہر یعنی اوس (جو سنہ ۵۰۰ ق م میں بہت ترقی پڑھا) تباہ ہو گیا تھا۔
 یہ نظریہ کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ قرآن کی تفصیل کے علاوہ "تاریخ مل قدیمہ" کا ایک
 واقعہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس تاریخ میں نوح ہے:

"کالذیہ کی سلطنت میں نوح نامی ایک دیوتا کو انسانوں پر غصہ آ پیا اس نے شاہ کارلہ
 کسوتھرس (Kisouthrous) کو طوفان آنے کی خبر دی اور حکم دیا کہ کشتی بنا کر
 ہر جنس کا جوڑا اس میں رکھ لے۔ پھر بارش شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ ارد گرد کے علاقے
 پانی میں ڈوب گئے اور کشتی آرمینیہ کے پہاڑ کے ساتھ جا لگی۔"

قرآن حکیم میں درج ہے:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (ہود - ۲۴) حضرت نوح کی کشتی ہودی پہاڑ کے ساتھ جا لگی۔
 ہودی شام اور آرمینیہ کی سرحد پر ایک پہاڑ کا نام ہے۔

تاریخ مل قدیمہ کا قصہ قرآن کے عین مطابق ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں
 صاحب کشتی کا نام نوح اور وہاں کسوتھرس دیا ہوا ہے۔ بچوں کے ناموں کی صورت مختلف بابوں
 میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً ہم حضرت موسیٰ کو عیسیٰ اور انگریز پپس ڈاکٹر اسٹ کہتے ہیں۔ داؤد کو
 ڈیوڈ اور یحییٰ کو یوحنا بنا رکھا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ قدیم زمانے کا کسوتھرس عربی میں نوح بن گیا ہو۔
 بہر حال ان دونوں بیانیوں سے یہ بات واضح ہے کہ طوفان نوح عراق اور اس کے

شمالی حصوں میں آیا تھا۔

اسلامی کھیتی | قرآن حکیم میں آں حضرت صلعم کی تیار کردہ قوم کی جایجا تعریف کی گئی ہے
 ایک مقام پر اہل شاد ہوتا ہے۔

اے حضرت نوح کو بھی حکم دیا گیا تھا کہ وَاصْنِعِ الْفُلَکَ کشتی بناؤ اور اس میں ہر جنس
 فِیْہَا مِنْ کُلِّ نَرٍ وَبَیِّنٍ اثنین (ہود ۲۴ تا ۲۸) کا جوڑا رکھ لو (برق)

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
 عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ فِي أَعْجَادِ
 يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِثَةً وَأَنَا مَسْئُومٌ
 بِمَا هُمْ فِي ذَٰلِكَ مُشَاهِدُونَ
 التَّوْرَةِ وَمِثْلَهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَتَبْنَا فِي الْأَنْعَامِ
 شُرَاطَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُورِهِ
 يُعْجِبُ الْعَيْنُ رَآعًا لِّفَيْضِهِ الْكُفَّارُ اللَّهُ
 یہ سلا می کھتی کس طرح پھیلی ہوئی اور اس کی شاخیں کہاں کہاں تک پھیلیں جو وہاں ملیں اس میں طالع
 اس کھیتی کو دیکھ کر کہاں خوش ہوا اور کفار جل مسر۔

نمبر	سلسلہ سلاطین	تواریک یا پخت	سال ابتدا	سال اختتام	عمر منہ حکومت
۱	خلفائے راشدین	۴	۱۱۰ھ	۱۳۰ھ	۲۰ سال
۲	امیہ	۱۲	۱۳۱ھ	۱۳۲ھ	۹۱ =
۳	عباسیہ	۲۴	۱۳۲ھ	۱۵۶ھ	۵۲۴ =
۴	امیہ (سپین)	۲۳	۱۳۸ھ	۱۶۲ھ	۲۸۴ =
۵	المجوردیہ	۱۲	۱۴۰ھ	۱۵۲ھ	۱۲ =
۶	عبادہ	۲	۱۴۱ھ	۱۴۵ھ	۱۹ =
۷	العبادہ	۳	۱۴۲ھ	۱۴۵ھ	۳ =
۸	الزیریہ	۵	۱۴۳ھ	۱۴۸ھ	۵ =
۹	المجوردیہ	۳	۱۴۴ھ	۱۴۷ھ	۳۹ =
۱۰	ذوالنونہ	۳	۱۴۶ھ	۱۴۸ھ	۵۱ =
۱۱	العامریہ	۷	۱۴۷ھ	۱۵۴ھ	۷۶ =
۱۲	التوحیدیہ	۹	۱۴۸ھ	۱۵۷ھ	۱۲۶ =
۱۳	طوکل دانہ	۲	۱۵۰ھ	۱۵۲ھ	۲۰ =
۱۴	بنی نصر	۲	۱۵۲ھ	۱۵۴ھ	۱۴۸ =
۱۵	الاداریہ	۱۰	۱۵۴ھ	۱۶۴ھ	۲۰۳ =

۱۱۲ سال	۲۹۶ هـ	۱۸۲۷ هـ	یونس	۱۱	الاغالبه (افریقه)	۱۶
= ۱۸۱	۵۲۳ هـ	۳۴۲ هـ	=	۸	نیریم	۱۷
= ۱۱۰	۵۲۸ هـ	۳۳۸ هـ	جزائر	۹	بنو حماد (البجرا)	۱۸
= ۹۳	۵۲۱ هـ	۳۲۸ هـ	مراكش و غیر	۶	مرا بطون	۱۹
= ۱۲۲	۶۶۸ هـ	۵۲۷ هـ	شمالی افریقہ	۳۱	الموحدون (افریقہ)	۲۰
= ۱۶۳	۷۹۶ هـ	۶۳۳ هـ	جزیرہ العرب	۹	بنو زیان	۲۱
= ۲۸۲	۸۷۵ هـ	۵۹۱ هـ	مراكش	۲۹	بنو مرین	۲۲
جاری ہے		۹۵۱ هـ	=	۲۵	الشرفا	۲۳
= ۳۸	۲۹۲ هـ	۳۵۲ هـ	مصر	۵	الطولونیہ	۲۴
= ۳۵	۳۵۸ هـ	۳۲۳ هـ	=	۵	انخیریہ	۲۵
= ۲۷۱	۵۶۸ هـ	۲۹۷ هـ	قاہرہ	۱۲۷	فاطمیہ	۲۶
= ۸۲	۶۲۸ هـ	۵۶۲ هـ	قاہرہ شامیہ	۲۵	ایوبیہ	۲۷
= ۱۲۲	۷۹۲ هـ	۶۲۸ هـ	=	۳۰	ممالیک البحر	۲۸
= ۳۱۶	۹۲۱ هـ	۶۲۵ هـ	یونس	۲۳	بنو حفص	۲۹
= ۱۳۸	۹۲۲ هـ	۷۸۲ هـ	قاہرہ	۲۲	ممالیک برجی	۳۰
جاری ہے		۱۲۲۰ هـ	=	۱۰	خدییویہ	۳۱
= ۲۰۵	۲۰۹ هـ	۲۰۲ هـ	زبید (کین)	۵	زبیدیہ	۳۲
= ۹۸	۳۲۵ هـ	۲۲۷ هـ	صفارہ	۱۰	یعقوریہ	۳۳
= ۱۲۳	۵۵۳ هـ	۲۱۲ هـ	زبیدیہ	۸	بخاریہ	۳۴
= ۶۶	۲۹۵ هـ	۲۲۹ هـ	صفارہ	۳	صلحیہ	۳۵
= ۷۷	۵۶۹ هـ	۲۹۳ هـ	" "	۸	حلمانیہ	۳۶
= ۱۵	۵۶۹ هـ	۵۵۴ هـ	زبیدیہ	۳	ممدیہ	۳۷
= ۹۳	۵۶۹ هـ	۲۷۶ هـ	عدن	۸	دریعیہ	۳۸
= ۲۳۲	۸۵۸ هـ	۶۲۶ هـ	نین	۱۷	رسولیہ	۳۹

۴۰	ایوبیاں امین	۶	مین	۵۶۹	۶۱۵	۵۶ سال
۴۱	ظاہریہ	۴	"	۸۵۰	۹۲۳	۴۳
۴۲	الائمتہ الرسیہ	۱۶	صوفیہ دین	۲۸۰	۲۸۰	۲۲۰
۴۳	ائمتہ صفار		صفار	۲۸۰	۲۸۰	جاری ہے۔
۴۴	حمدا نیہ	۹	موصل	۳۱۶	۳۹۲	۶۶
۴۵	مرداسیہ	۷	حلب	۴۱۲	۴۶۲	۱۰۳
۴۶	عقیلیہ	۱۱	موصل	۳۸۶	۴۸۹	۱۰۹
۴۷	مردانیہ	۵	دیار بکر (شام)	۳۸۰	۴۸۹	۱۰۹
۴۸	مزیدیہ	۸	الحلہ	۴۰۳	۴۴۵	۱۴۲
۴۹	ولفیہ	۵	کردستان	۲۱۰	۲۸۵	۷۵
۵۰	ساجیہ	۴	آذربائیجان	۲۶۸	۳۱۸	۵۵
۵۱	علویہ	۵	طبرستان	۲۵۰	۳۱۶	۶۶
۵۲	ظاہریہ	۵	خراسان	۲۰۵	۲۵۹	۵۴
۵۳	صفاریہ	۳	فارس	۲۵۴	۲۹۰	۱۳۶
۵۴	سامانیہ	۱۰	ترکستان	۲۷۱	۳۸۹	۱۲۸
۵۵	خانات ایلاک	۲۶	"	۳۲۰	۵۶۰	۲۴۰
۵۶	تہیاریہ	۶	جرجان	۳۱۶	۴۳۴	۲۱۸
۵۷	حسنویہ	۳	کردستان	۳۷۹	۲۰۶	۵۸
۵۸	بنو لویہ	۲۷	عراق و غیرہ	۳۳۰	۴۳۸	۱۲۸
۵۹	کاکوی	۲	کردستان	۳۹۸	۴۴۳	۲۵
۶۰	سلاجقہ	۵۱	مغربی ایشیا	۴۲۹	۷۰۰	۲۷۱
۶۱	دانشمند بہ	۵	لواسا و غیرہ	۴۹۰	۵۶۰	۷۰
۶۲	آبا بکہ بوری	۶	دمشق	۴۹۶	۵۲۹	۵۲
۶۳	زنجی	۲۰	شام و غیرہ	۵۲۱	۶۳۸	۱۲۷

۹۱ سال	۴۳۰	۵۳۹	۱ در بلا	۳	آتابکه بکتگینی	۶۳
۳۱۶	۸۱۱	۴۹۵	دیاری بکروغیر	۲۵	آرتقیه	۶۵
۱۱۱	۴۰۴	۳۹۳	ارمنیه	۸	شاهان ارمنیه	۶۶
۹۱	۴۶۲	۵۳۱	آذربایجان	۵	آتابکه آذربایجان	۶۷
۱۲۳	۶۸۶	۵۳۳	فارس	۹	سافریه	۶۸
۱۹۷	۶۲۰	۵۳۳	لورستان	۱۳	بزرگ اسیر	۶۹
۱۵۸	۶۲۸	۴۶۰	خوارزم	۸	شاهان خوارزم	۷۰
۸۲	۶۰۳	۶۱۹	کرمان	۸	خازان قسطنطینیه	۷۱
جاری		۶۹۹	قسطنطنیه	۳۷	آل عثمان	۷۲
۴۴۰	۱۰۴۳	۴۰۳	زلقاریه بخیر	۳۴	خانان مغول	۷۳
۹۶	۶۵۰	۶۵۲	فارس	۱۷	مغول فارسی	۷۴
۲۸۶	۹۰۷	۴۲۱	قار ختیار	۴۰	خانان سیرارد	۷۵
۳۷۳	۱۱۹۷	۸۳۳	القرم	۴۳	خانان القرم	۷۶
۱۳۶	۷۶۰	۶۲۳	ترکستان	۲۸	خانان چغتای	۷۷
۷۸	۸۱۲	۷۳۶	عراق	۶	جلایری	۷۸
۸۲	۷۹۵	۷۱۳	فارس و غیر	۶	منظفری	۷۹
۴۶	۷۸۳	۷۳۷	خراسان	۱۳	سربداری	۸۰
۱۲۸	۷۹۱	۶۴۲	هرات	۸	کرجی	۸۱
۹۴	۸۷۴	۷۸۰	آذربایجان	۵	قراقبوتی	۸۲
۱۲۸	۹۰۸	۷۸۰	=	۱۳	امیر یاق قویلو	۸۳
جاری		۹۰۷	طهران	۲۳	شاهان ایران	۸۴
۱۳۵	۹۰۶	۸۷۷	ترکستان	۱۱	تیموری	۸۵
۱۰۱	۱۰۰۷	۹۰۶	=	۲۰	شیبانی	۸۶
۸۲	۱۲۸۳	۱۲۰۰	=	۶	امراک منگیت	۸۷

۸۸	شاہان خوا	۳۵	ترکستان	۹۲۱	۱۲۸۹	۶۸ سال
۸۹	شاہان خرقند	۱۹	"	۱۱۱۲	۱۲۹۲	۱۸۱
۹۰	جانی	۱۱	استرخان	۱۰۰۶	۱۳۰۰	۱۹۳
۹۱	نرغوزی	۲۲	افغانستان	۳۵۱	۵۸۲	۲۳۱
۹۲	غوری	۱۰	افغانستان	۵۲۳	۶۱۲	۴۹
۹۳	سلاطین دہلی	۳۸	دہلی	۶۰۲	۹۰۲	۳۶۰
۹۴	ملوک بنگال	۵۹	کلکتہ	۵۹۹	۹۸۳	۳۸۵
۹۵	ءجون پور	۶	جون پور	۶۹۶	۹۰۵	۱۰۹
۹۶	ءمالوہ	۷	مالوہ	۸۰۳	۹۲۷	۱۲۳
۹۷	ءبجرات	۱۳	گجرات	۷۹۹	۹۸۰	۸۱
۹۸	ءخاندیس	۱۱	خاندیس	۸۰۱	۱۰۰۸	۲۰۷
۹۹	ءبھمنی	۱۸	دکن	۷۲۸	۹۳۳	۱۸۵
۱۰۰	ءعمادید	۵	برار	۹۰	۹۸۰	۹۰
۱۰۱	ءکشمر	۱۰	کشمر	۷۳۵	۹۹۵	۲۶۰
۱۰۲	ءرطامیہ	۱۰	احمد نگر	۸۹۶	۱۰۰۴	۱۰۸
۱۰۳	ءبرید	۷	برید	۸۹۷	۱۰۱۱	۱۲۱
۱۰۴	ءعادل	۸	بیجا پور	۸۹۵	۱۰۹۷	۲۰۲
۱۰۵	ءقطیف	۷	گوکنڈہ	۹۱۸	۱۰۹۸	۱۸۰
۱۰۶	ءمغل	۲۶	دہلی	۹۳۱	۱۲۷۵	۳۴۳
۱۰۷	ءافغانستان	۱۹	کابل	۱۱۸۰		جاری ہے
۱۰۸	ءسلطنت سعودیہ	۱	مکہ	۱۲۳۲-۱۲۳۳		جاری ہے
۱۰۹	ءملوک عراق	۳	بغداد	۱۲۳۸-۱۲۳۹		جاری ہے

نوٹ: یہ معلومات صحیح ترین اور بہترین مآخذ سے حاصل کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ معلومات کی تواریخ قیاساً درج کردی گئی ہیں۔ ممکن ہے اصل تواریخ اور ان میں کچھ اختلاف ہو۔

باب

بعض سورتوں کے مطالب

وَالْفَجْرِ | جب ایک ملزم کے پاس اپنی مدافعت کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی تو وہ اللہ کی قسم کھا کر اپنی برأت ثابت کیا کرتا ہے۔ بدیگر الفاظ وہ اللہ کی شہادت پیش کرتا ہے۔ اس لئے قسم کے معنی ہوں گے، شہادت، دلیل اور ثبوت۔

وَالْفَجْرِ وَكَيَّالٍ عَشِيرَةٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ إِذَا يَسِرُّهُ قَهْلٌ فِي ذَلِكِ قَسَمٌ لِّذِي حَجْرٍ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِذْ ذَرَاَتِ الْعِمَادَ (فجر تاہ)

تشریح الفاظ: الفجر: اس فجر سے مراد صبح وحی ہے۔

كَيَّالٍ عَشِيرَةٍ: دس راتوں سے مراد حج کی راتیں ہیں۔ ہمارے ہاں حج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ تمام مسلمانان عالم کے نمائندے ایک لباس میں ایک مرکز پر جمع ہو کر ہر سال اپنی طاقت، وحدت اور تنظیم کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں۔
الشَّفْعِ: جفت اعداد۔

الْوَتْرِ: وہ اعداد جو دو پر تقسیم نہ ہو سکیں، یعنی آحاد، جس طرح کہ ایک سے ایک مل جائے تو گیارہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں مسلمان منظم و متحد ہو کر ایک مہیب طاقت بن گئے تھے اور آج منتشر ہو کر پٹاپٹ ہیں۔ اعداد کے ذکر میں اس حقیقت کی طرف

بھی اشارہ مقصود ہے کہ مسلم الجبر کے موجد ہوں گے۔ انقلاب زمانہ دیکھئے کہ آج یونیورسٹی
امتحانات میں مسلمانوں کی کثرت حساب ہی میں نہیں ہوتی ہے۔

اسلام ذات العباد، تمام عرب اہم بن سام کی اولاد ہیں اور عاد و ثمود اسلا
عرب تھے، جو عراق سے ہجرت کر کے عرب میں پہنچے تھے۔ عرب کی ایک شاخ عمالقہ کے بغیر
باقی تمام شاخیں مٹ چکی ہیں۔ یہ عمالقہ عراق و مصر پر حکومت کرتے تھے۔ قہرمان
اور اہل کھانا کے عراق پر مختلف زمانوں میں مختلف اقوام حکمران ہیں۔ مثلاً، مادین
کلدان، اشوری، دولة البابلیۃ الاولى، مؤخر الذکر خالص عربوں کی حکومت
تھی، جس کے فرمان رواؤں کی تعداد کیا رہی تھی۔ ان میں سے ایک کا نام حمود ابی تھا
جو مسیح سے ۲۳۰۰ برس پہلے گزرا تھا۔ حضرت ابراہیم اسی کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اس
کی حکومت کے ضابطہ قوانین جس میں ۲۸۳ قوانین ہیں) کا ایک نسخہ سنوہ میں بلاد
میں دستیاب ہوا تھا، جو پتھر کی سات قدم لمبی ایک سل پر مسماہی حروف میں منقوش تھا
طسم اور جلدائیں بھی انھی عربوں میں سے تھے۔

عاد و ثمود کے قوم میں عرب میں داخل ہوئے، اور بین میں ایک حکومت کی
بنیاد ڈالی جو دولة معینیہ کے نام سے مشہور ہوئی، یہ حکومت مسبا و حمیو کی
حکومت سے بڑی تھی۔ اس کے ۲۳۰۰ کتبے ایک انگریز سیاح ہیلیف کے ہاتھ لگے ہیں۔
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت خلیج فارس سے بحر ابیض کے سواحل تک پھیلی ہوئی
تھی اور اسے آخر میں قحطانیوں نے تباہ کیا تھا۔

بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ اہرام مصر عادی فرمانرواؤں کے تیار کردہ ہیں
اور غالباً اس آیت ارم ذات العباد میں عادی سے مراد ہی اہرام مصر ہیں۔

ترجمہ آیت: صبح رسالت کا طلوع، تنظیم و اتحاد کی دس باتیں، آحاد و ازواج کا
 سلسلہ اور کفر کی بستی ہوئی رات شاید ہے۔ کیا اہل دانش کے لئے یہ شہادت کافی نہیں کہ
 بیکار کا انجام بڑا ہوگا کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے مینار بنانے والے عدارم کے تھکا کیا سدا کیا تھا؟
 مطلب یہ ہے کہ صبح رسالت طلوع ہو چکی ہے، مسلمان ایک مرکز پر جمع ہو کر متحد ہوئے
 ہیں، ایک سے دو اور دسے چار بن گئے ہیں۔ علوم و فنون کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ کفر و شرک کی
 ظلمتیں بھٹ رہی ہیں تو کیا ان حالات میں وہ اقوام زندہ رہ سکتی ہیں جن میں تنظیم نہیں
 و وحدت نہیں، رسول مقبول جیسا کوئی رہبر نہیں اور علوم کی طرف توجہ نہیں؟ اہل دانش
 کو یہ یقین تھا کہ یہ تمام اقوام عدارم کی طرح بٹ جائیں گی اور آخر ایسا ہی ہوا۔
 جس طرح ایک کے عدسے لامتناہی اعداد بنے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی
 اسی طرح ایک خدا سے لاکھوں قسم کے موجودات نکلے اور پھر بھی وہ ایک کے ہندسے کی
 طرح بلا بغیر و تبدل موجود ہے۔

ایک کا کوئی جز و نہیں اور نہ دیگر غیر متناہی اعداد میں اس کی کوئی اور مثال موجود
 ہے۔ بس یہی حال اللہ کا ہے کہ غیر منقسم بھی ہے اور بے مثال بھی۔
 ایک کا عدد تمام دیگر اعداد کا منبع ہے، اسے مٹا دیجئے تو دیگر اعداد خود بخود مٹ جائیں گے
 لیکن اگر باقی تمام اعداد مٹ جائیں تو بھی ایک کا عدد باقی رہے گا یہی تعلق خدا اور کائنات کا ہے۔
 کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَكَيِّفُ الْوَجْدِ رَبِّكَ | تمام موجودات فنا ہو جائیں گے۔ لیکن بزرگ برتر
 ذُالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ رَحْمٰنُ الرَّحْمٰن ۲۶-۲۷ | رب ہی باقی رہے گا۔

النَّارِ يَاتُ اجب آفتاب بانی پر چمکتا ہے تو پانی بخارات کی صورت بدل کر
 فضا کی ریتوں پر جا پہنچتا ہے، وہاں سے برسات ہے تو زمین پر پڑ جاتا زمین زلزلہ کھل جلتی ہے۔

دریاؤں نالوں اور ندیوں میں طغیانی آجاتی ہے جس میں بڑے بڑے پتھر بہہ نکلتے ہیں۔
 رسول ایک آفتاب ہوتا ہے جو انسانی دنیا پر چمک کر قابل، کارکن اور سلیم الفطر
 افراد و اقوام کو اخلاقی، تمدنی و سیاسی بلند یوں پر پہنچا دیتا ہے، جہاں سے وہ بارانِ رحمت
 بن کر برتنے ہیں۔ ہر طرف لالہ زار کھل جاتے ہیں اور کاہل و بے کار لوگ خس و خاشاک
 کی طرح اس سیلاب میں بہہ جاتے ہیں۔

آغازِ آفرینش سے اب تک خدا ہٹے فطرت ایک ہے۔ گو صحیفِ مقدسہ کی بعض فردی
 ہدایات ایک دوسرے سے مختلف تھیں، لیکن اصول سب میں مشترک تھے۔ فضا میں کرۂ
 بڑے بڑے آفتاب مختلف گزر گاہوں پر نہایت تندی سے گھوم رہے ہیں۔ اُن کی حرکات
 ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن سب کے سب ایک ہی آئین کو بنا رہے ہیں۔ اسی طرح تمام
 انبیائے کرام بعض فردی اختلافات کے باوجود ایک ہی امرِ عظیم کی طرف دعوت دیتے رہے اور
 ایک ہی آئین کو مختلف عبارتوں اور زبانوں میں پیش فرماتے رہے۔ اگر حرکاتِ نجوم کے
 اختلاف پر نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہیں تو پھر مصلحین کرام کی مقدس تعلیم پر جہاں اختلاف
 محض جزوی و فردی ہے، یہ سرچکول کیوں ہو؟

وَالَّذَاتِ ذُرْوَاهُ كَالْحِمْلِ وَقَدْ قَسَمَ بِهِ أَن يَوْمَئِذٍ كَالْحَمْلِ
 كَالْحِمْلِ يَسْرًا ۚ وَالْمُصِيبَاتِ آمْرًا ۚ
 لَأَمْنًا تَعْدُوْنَ لَصَادِقٍ ۚ وَإِنَّ الْيَوْمَ
 لَوَاجِعٌ ۚ وَالشَّمَاكِ ذَاتِ الْحُبَابِ ۚ
 الشَّمَكُ كَفَى تَرَكُّبًا مُّخْلِيفًا ۝

قسم ہے اُن سوانوں کی جو ذرات کو کھین بھرا
 کھلے آرائی جو بادلوں کی ایک نیا کندھوں پر چڑھتی
 ہیں جو کسی روک ٹوک کے بغیر طاقی اور ہر طرف قطرات
 باران کو تقسیم کرتی بھرتی ہیں کہ تم سے جو وعدے کئے گئے ہیں
 پورے ہوں گے اور جزا و سزا کا آئین پورا ہو کر رہے گا۔ مختلف
 گزر گاہوں والے آسمان کی قسم کہ تم تعلیم انبیاء کے متعلق
 خواہ مخواہ اختلاف میں پڑے ہو گے ہو۔

وَالَّذَاتِ ذُرْوَاهُ

الطُّور حضرت موسیٰ کو وہ طور پر اس لیے تشریف لے گئے تھے کہ نجات انسانی کا قیام حاصل کریں اور اسی مقصد کے لیے ہزار ہا انبیاء گاہ آدم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، کعبہ کی تعمیر کا مقصد بھی یہی تھا کہ طبقات انسانی ایک مرکز پر جمع ہو کر وسائل امن و سلام پر غور کریں۔ یہ فضاؤں میں سیاروں کا مجیر العقول نظام ہماری تربیت کے لیے ہے لیکن زمین میں کھولے ہوئے سمندر میں لیے رکھے گئے ہیں کہ یہ وقتاً فوقتاً اہل کلوٹات ارضی کے ذخائر ہم تک پہنچیں کہو کہ کیا ان بے شمار نعمتوں کو استعمال کرنے والے انسان سے اس کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا؟ کیا ضوابط انبیاء کے منکر، استعمال کعبہ سے نا آشنا، آفتاب ماہتاب کے پکائے ہوئے پھل کھا کر غافل سو جانے والا انسان پاداش عمل سے بچ جا گا؟ ہرگز نہیں!

وَ الطُّورُ ۱۰ وَ كِتَابٌ مُّسْتَوٍ ۱۱ وَ سَمَاتٍ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

والنَّجْمِ جس طرح ہر ستارہ المانی دنیا کا رہبر ہے، اسی طرح آن حضرت صلعم کے ہادی و معلم تھے۔ جس طرح ستارہ نور و ضیا کا منبع ہے، اسی طرح آن حضرت نور ہدایت کے مصدر تھے۔ جس طرح ستارہ اپنی گزر گاہ پر سیدھا جاتا ہے اسی طرح رسول مقبول اللہ کے معین کردہ صراطِ مستقیم پر سیدھے چلتے رہے جس طرح کہ ہر ستارے کی حرکت پر ایک نگرانِ وجود ہے، اسی طرح آن حضرت کا ہر لفظ کسی کی مثبت قیادت کا ہر سہرا ہوتا تھا انھوں نے جو وحی و وحی اور جس طرح ستارہ غروب تو ہوتا ہے، لیکن فنا نہیں ہوتا، اسی طرح آن حضرت صلعم بعد از مرگ بھی اپنی

سبے پناہ تعلیم اور کرداروں نام نہادوں کی بدولت زندہ ہیں۔ آپ نے جس عظیم الشان شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی تھی، اس کے چند در دربار بدستور موجود ہیں۔ آپ کی بنائی ہوئی اسلامی جمہوریہ آج پھر زندہ ہو رہی ہے اور دنیا پر ٹکھا کر آپ کے اصولوں کی ملت دوبارہ لوٹ رہی ہے۔ وَالْفَجَّ اخَا هُوَ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطُوقُ هَٰذَا هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ (نجم ۱۴)

ہوئی کے معنی لغت میں طلوع و غروب ہر وہ ہیں ہوئی ہو گیا اذ انقلب ہو گیا اذ انقلب صعد ترجمہ آیت ۱۴ قسم ہے ستارے کی کہ جب وہ اُنق سے نکل کر اپنی زرگاہ پر سیدھا چل پڑے کہ تمہارا دوست (رسول ۱۴) اپنی سیدھی راہ سے ذرا ہٹا نہیں بھٹکا۔ وہ تم سے کوئی من گھڑت باتیں نہیں کہتا، بلکہ ہمارا دیا ہوا پیغام سناتا ہے۔

ایک ارادت مند و پاسداشت شاگرد اپنے استاد کے اخلاق و اطوار سے بسا اوقات یہاں تک متاثر ہوتا ہے کہ استاد کا اسوہ عمل اس کی زندگی کے ہر پہلو پر چھا جاتا ہے اور وہ ہر بات میں استاد کی نقل کرتا ہے۔

ہمارے سامنے آن حضرت جیسا شاگرد ہے اور خود خالق کائنات تبارک۔ یہ شاگردی و استادی کا سلسلہ پہلے بندہ یونہی نامہ و پیام شروع ہوا، اور پھر یہ ایک دوسرے کے اس قدر قریب آ گئے کہ درمیان میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔

عَلَّمَ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۖ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ ثُمَّ دَنَا فَتَدَنَىٰ ۚ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۚ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۚ (نجم ۵-۸)

مفسرین کرام نے شَدِيدُ الْقُوَىٰ سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں اور فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ میں اَوْحَىٰ کا فاعل اللہ قرار دیا ہے جو محض تکلف ہے۔ میری ناقص رائے میں اگر شَدِيدُ الْقُوَىٰ سے اللہ لیا جائے تو تفسیر میں زیادہ حسن پیدا ہو جاتا ہے اور فَأَوْحَىٰ کا فاعل بھی تلاش کرنے سے

نجات ہو جاتی ہے۔

ترجمہ آیت: اُن حضرت کو طاقت و در اور پر مہیت و بے تعلیم دی (پر مہیت اُستاد سے طلبہ
 زیادہ مستفیض ہوتے ہیں) اللہ ایک بلند آفتاب پر جلوہ فرماتا تھا، جہاں سے وہ نیچے اتر اور
 قریب تا گیا، یہاں تک کہ اُستاد و شاگرد میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ اس کے
 بعد اللہ نے اپنے پیالے بنیے کو جو سمجھانا تھا، سمجھایا۔

سورة البلد (الف، مکہ مکرمہ زمانہ جاہلیت میں بھی بیت اللہ سمجھا جاتا تھا، جہاں

لہ حضرت مصنف شہید القوی سے اللہ تعالیٰ مراد لے کر نہایت مستحسن اقدام کیا ہے اور زیادہ غور فرماتے
 تو یہ اعتراض بھی اُٹھ جاتا کہ اللہ ایک جگہ منجز تھے، پھر وہاں سے انتقال مکانی فرمایا اور قریب تر ہو گئے
 یہ عقیدہ قرآنی صراحتوں کے سامنے بالکل بے اصل ہے ہوم حکم اینما کنتم (سورہ مدینہ فاینما
 تولو فثم وجہ اللہ (بقرہ) ثم اقرب الیہ من جبل الوردین (رق)، اس قرب و معیت پر ہم
 کا ایک مستقل مضمون "بلاغ" میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں ہو کامر جع الذجعر قرارے میں توسیع نکلیں
 حل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ترجمہ آیات یوں ہو گا: ستارے کی قسم (یا گواہی) جب وہ گرا تھا، تمہارا ہم نشین
 (اس نطالے میں) شب بے راہ ہوا، نہ غلطی کھائی، اس کا یہ کلام نفسانی نہیں ہے محفوظ وحی ہے مضبوط قوتوں والے
 صاحب صلہ خدا کی کھائی ہوئی، سورہ تمہارا ہم نشین ستارہ گرنے کے نظارے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس حال میں
 کہ وہ (ستارہ) بہت اونچے آفتاب پر تھا، پھر وہ ستارہ (حضور کے) نزدیک آیا پھر زمین پر گر پڑا سورہ (محطہ میں)
 دو کمانوں کی مقدار تھا یا اس کے قریب قریب۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (اس مشاہدہ کی حالت میں) اپنے بندے کی طرف
 وحی کی (یعنی سورہ النجم) اس مشاہدہ کے الہامی بیان میں آپ کے دل نے جھوٹ نہیں بولا۔ پھر کیا تم اس کے اس
 مشاہدہ میں اس سے جھگڑتے ہو اور بلا شبہ اس نے اس ستارے کو گر گرنے کے مقام سے قریب ہو کر، مکرر
 معائنہ کیا (حدود مکہ کی) آخری پیری کے پاس جہاں (مسافروں کے) پناہ لینے کا باعث ہے۔ جب پیری کو وہ
 چیز ڈھانکتی تھی (یعنی ستارے کی درخشاں راگھ) اس معائنہ میں آپ کی نگاہ نے کچی نہیں کی اور نہ وہ نگاہ
 سے متباعد ہوئی) یہ اللہ کے بڑے نشانوں میں سے ایک نشان تھا جو آپ نے دیکھا۔

اس ترجمہ کی تائید سورہ سابقہ "الطور" کے آخری رکوع سے ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا، ان یروا
 کسفا من السماء ساقطاً یقولوا مٹی بٹ مٹی کوہ۔ اگر یہ (کسی گرنے والے ستارے کا) کوئی ٹکڑا
 آسمان سے گرتا دیکھیں تو کہیں یہ جہاں ہوا یا دل ہے اس کی تفصیل تفسیر "بیان للناس منزل مقیم میں
 ملے گی۔ واللہ اعلم بالصواب (اللسان)

شکارِ قتل اور جھگڑا منبوع تھا، لیکن اہل مکہ اسی شہر میں آں حضرت کو ایذا پہنچاتے تھے
 اگر دنیا کے مقدس ترین شہر میں ایک مقدس ترین انسان، انسانی دست دراز یوں سے
 محفوظ نہ رہ سکا، تو دنیا کی باقی بستیوں میں عام انسانوں پر کیا بیت ہی ہوگی؟
 (ب) انسانی ولادت پر غور کرو، انسان ظلمتِ شکم میں نو ماہ تک اپنے کے بعد کسی تکلیف
 سے جنم لیتا ہے۔ اور کتنی مصیبتوں کے بعد پلتا ہے، زندگی کا کوئی مرحلہ دیکھ دو دسے خالی
 نہیں، عیال داری کی الجھنیں، طلبِ علم و تلاشِ معاش کی صعوبتیں اور قلبِ رانی و بال پرواہی
 کی مصیبتیں تمام واپس بھیچا نہیں چھوڑتیں تو پھر انسان جو جفاؤں کا یوں تختہ مشق بنا ہوا ہے کیوں
 نہ ذرا اور دیکھ اٹھا کہ سعادۂ جاوداں کی گھائی پر چڑھنے کی کوشش کرے فَلَا تَقْتَحِمُ الْعُقَبَةَ
 (رج) انسان کی تمام زندگی تلاشِ سکون میں کٹ جاتی ہے، لیکن یہ نعمت اُسے پھر بھی
 حاصل نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ انسانی سعادت و شقاوت کی باگ کسی اور طاقت کے
 ہاتھ میں ہے۔ اَيَحْسَبُ اَنْ تَنْ يَّعْدِرَ عَلَيَّ اَحَدٌ - (ابلاہ)

(د) انسان ہمیشہ شکایت کیا کرتا ہے کہ اُس نے لاکھوں روپے کمائے، لیکن اطمینان
 کی دولت سے پھر بھی محروم رہا، کاش اُسے معلوم ہوتا کہ اطمینانِ فردانی دولت حال نہیں
 ہوتا، بلکہ یہ نعمت اعضاء و جوارح کے صحیح استعمال سے میسر ہوتی ہے، اعضاء کا صحیح استعمال
 کیا ہے؟ اس کا جواب صحیفِ سماویہ کے علاوہ خود انسانی ضمیر میں بھی موجود ہے۔

وَهَذَيْنَاكَ الْبُحْدَيْنِ اِہم نے انسان کو سعادت و شقاوت کی دونوں راہیں دکھا دی ہیں۔
 (۷) دنیا کے بڑے بڑے مصلح بے شمار جسمانی اذیتیں سہتے اور قید و بند کی صعوبتیں
 برداشت کرتے رہے، لیکن پھر بھی خوش تھے، یہ اس لیے کہ وہ اعضاء کا صحیح استعمال
 کرنے کے بعد اطمینانِ قلبی کی نعمت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔

لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حَلِيٌّ قَسَمِ مگر کی اور تم کہ میں عنقریب فاتحانہ داخل ہوا جاؤں
 بِهَذَا الْبَلَدِ وَالَّذِي بَدَا لَهُ قَدْ دیکھو گئی اور قسم جو جتنے والی ماں اور جسے ہو چکے کی کہ
 خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ أَيْحَسِبُ أَنْ تَقُولَ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَقُولُ أَهْلَكَ قَالَ اس پر کسی کو قدرت حال میں غلامی وہ جلا تا ہو کر اسے ہمیشہ
 لَبَدًا أَيْحَسِبُ أَنْ تَمُرَّ بِهِ أَحَدٌ أَلَمْ تَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ وَهَنَ بِنَاةُ الْيَحْدِثِينَ فَلَا تَقْتَحِمُ الْعُقَبَةَ وَمَا آذَنَّاكَ مَا الْعُقَبَةُ هُوَ ثَلَاثُ رَقَبَةٍ أَوْ اطْعَمْنِي يَوْمَ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاتَوُا بِالصِّبَا وَتَوَاتَوْا بِالْمَرْحُومَةِ أَوْ أَهْلِيهَا أَلَيْسَ الْيَمِينَةُ قَالَتِ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا هُمْ أَهْلُ الْمَشْأَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤَصَّدَةٌ رُبَّمَا تَنْقُصُ الشَّمْسُ فَلَاحُ الْإِنْسَانِ كَمَا اخْتَصَارَ تَرْكِيهِ دَلُّ دِمَاغٍ بِرَبِّهِ يَتَذَكَّرُ أَعْمَالِ حَسَنَةٍ أَوْ
 مَطَالَعِ فِطْرَتِهِ حَالِ بُوْتَا هِيَ آفَتَابُ مَا هَتَابِ كِي نَوْرِ بَاشِيَاں اور ارض و مہم کے دیگر
 مَنَاطِرُ كَمَا مَطَالَعُ الْإِنْسَانِ دَلُّ دِمَاغٍ بِرَبِّهِ كَيْفِيَّتُ خَشْيَتِهِ وَحَيْرَتُ طَلَارِي كَرْدِ تِلْبَسِ كَرْدِ طَارِ
 تَحْيَلِ انْ جَمِيلِ فِضَاؤِں كُو حَبِيرِ خِيَامِ قَدَسِ تَكَا بِنِجْنِ كَرْدِ بے تاب ہو جاتا ہے جس طرح
 حَسَنِ كَائِنَاتِ آفَتَابِ رَمِيں مَسْتَبِ اسی طرح بزمِ الْإِنْسَانِ كِي رُفْقِ تَرْكِيهِ دَلُّ دِمَاغٍ بِرَبِّهِ

ہیں جس طرح بادل نور آفتاب کو روک لیتے ہیں، اسی طرح گناہوں کی ظلمتیں اللہ
نفس کو ڈھانپ لیتی ہیں اور دنیا سے دل ایک ظلمت کدو بن کر رہ جاتی ہے مجالِ حسنیہ
میں سب سے بڑا عمل مطالعہ کائنات ہے کہ اس کے جہاں انسان کی تختی طاقیں یہ عجائب
ہیں، وہاں فطرت کا سب سے بڑا راز یعنی اللہ متلاشی مگاہوں کے سامنے عریاں ہو جاتا ہے۔
کنت کذا تخفيا فاردت ان اعرف | میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے بے حجاب ہونا چاہا
فخلقت آدم (حدیث) | تو اس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کر دیا۔

چونکہ فطرت میں ہر سونہایت حسین و جمیل مناظر بکھیرے ہوئے ہیں، جن میں ہر ایک
پر معبود ہونے کا دھوکا ہو سکتا ہے، اس لیے پیر و ابراہیم کو مطالعہ کائنات کے وقت ابڑھی
نظر سے کام لینا ہوگا، نہ کہ مشرکانہ سطحیت کہ کبھی چاند کے سامنے سر جھکا دیا اور کبھی سورج کے سامنے
فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (آل عمران ۵۰) | تم خدا پرست ابراہیم کے پیچھے چلو اور یاد رکھو کہ
وہ مشرک نہ تھا۔

وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا ۖ إِذِ الْقَمَرُ لَدَ الْأُفُقِ ۖ
وَالنَّهَارُ إِذِ اجْتَلَاهَا ۖ وَاللَّيْلُ إِذِ ابْغَشَاهَا ۖ
وَالسَّمَاءَ وَصَابِئُهَا ۖ وَالْأَرْضَ حَالِجُهَا ۖ
وَالنَّفْسَ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا ۖ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۖ وَقَدْ
خَابَ مَن دَسَّاهَا ۖ (شمس ۱-۱۹)

حسن کائنات کو بے نقاب کر دینے والے سورج،
رات کو بقعہ نور بنانے والے چاند، روشنیوں پر حجاب
پھینکنے والی رات، ارض و سما کے حسین و جمیل مناظر
اور انسان کی فطرت کا مادہ جسے ہم نے گناہ و نفاق کی
تمام راہیں بتا دی ہیں) کی قسم کہ نزدیک نفس باعثِ فلاح
اور آلودگی نفس باعثِ خسران و ملامتِ الٰہی ہے۔

اللیل | ہماری زمین و فضاؤں کے مقابلے میں ایک ذرہ و میقرا جیسی زیادہ حسرت
نہیں رکھتی جب رات مناظر ارضی کو ڈھانپ لیتی ہے تو پہنائے فلک کی لائٹنا ہی دنیاؤں

کو عریاں کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس اگر دن زمینی نیرنگیوں کو بے حجاب کرتا ہے، تو
گروں کے لاتعداد عوالم کو نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔

موت زندگی کی شام ہے، جس کے آتے ہی اس دنیا کے مناظر اوجھل ہو جائیں
اور وہ تمام اسرار جو نصف النہار حیات میں چشم بینا سے نہاں تھے، عیاں ہو جائیں گے۔

تھیں نبات الغش گردوں، دن کے پردوں میں نہاں

شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہوئیں (غالب)

نیل و نہار اور مونٹ و مذکر کا اختلاف دراصل ایک اہل و اہل نظام کا حال ہے۔

جس طرح یہ اختلاف حسن فطرت ہے، اسی طرح قبائل انسانی کے ذوق و رجحانی تنوع

سے یزیم انسان کی بہار قائم ہے۔ اقوام کا عمل، قبلہ، منہج، تمدن اور رنگ تفکر ایک

دوسرے سے جدا جدا ہے اور اسی اختلاف سے روح مقابلہ زدہ ہے۔ ایک قوم کے رُوح

سے دوسری میں رشک پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر آج یہ جذبہ سرد پڑ جائے تو انسانوں کی

دنیا ڈھوروں کی دنیا بن کر رہ جائے۔ اقوام و افراد ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی

کوشش ترک کر دیں اور ہر سینے میں شرارتیں جو بچھ جائے۔

کامیابی کوشش کا نام ہے، جو لوگ تعمیری کوششوں میں جانی و مالی ایتار

کام لیتے ہیں وہ کامران بن جاتے ہیں، اور جوان قربانیوں سے دور بھاگتے ہیں، انہیں

پس دیا جاتا ہے۔

وَالْقِيلِ إِذْ أَيْغَشَىٰ لَّوَالنَّهَارِ إِذْ تَجَلَّىٰ سَيَاهُ رَاتٍ، روشن دن اور مونٹ و مذکر کے ختلاف

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ إِنَّ سَعْيَكُمْ کی قسم کہ تم انسانوں کے اعمال میں ختلاف کی جس

لَشَىٰ فَلَمَّا مَنَّ أَمْنًا وَتَقَىٰ وَصَدَّقَ قوم یا فرد نے مالی قربانی کی نافرمانی کے نتائج سے ڈر

بِالْحُسْنِ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى ۝
 وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝
 بِالْحُسْنِ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى ۝
 يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ۝ (ہل آتا)

اور حسنت کو اختیار کیا تو اسے راحت و آسانی ہوگی۔
 اور جس نے بخل سے کام لیا، تو انہیں نوز و فلاح سے بے پروائی
 رہی اور ہر چھٹی ہدایت کو جھٹلایا تو ہم سے مصائب کا شکار
 بنادیں گے اور اس کی دولت اسے تباہی نہیں بچا سکے گی۔

الضحیٰ احادیث میں مذکور ہے کہ کچھ عرصے کے لیے آں حضرت صلعم پر وحی کا نزول
 بند ہو گیا تھا، اس سے آپ کی طبیعت مکرر رہنے لگی اور کفایت طعنے دینے لگے کہ لو آپ
 کی رسالت ختم ہو گئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

جس طرح دنیا میں لیل و نہار کا سلسلہ قائم ہے اور ہر دو الٹی رحمت ہیں اسی طرح
 وحی کا آنا یوم رسالت اور رک جانا شب رسالت ہے اور ہر دو رحمت ہیں۔
 جس اللہ نے ایک یتیم پر اس قدر نوازہ شیں کیں کہ اُسے پالا، دشمنوں سے بچایا،
 تاج رسالت سر پر رکھا اور چوپاں سے سلطان عالم بنا ڈالا، تو کیا آئندہ کے لیے
 اُسے اپنی نوازشوں سے محروم کر دے گا؟

وَالْفَلْحَى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى ۝ مَا
 وَدَّ عَلَافَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى ۝ وَلَآ آخِرَ
 خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى ۝ وَكَسُوفٌ
 يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَارْضَ ۝ أَلَمْ
 يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا
 ضَالًّا فَهَدَى ۝ وَوَجَدَكَ عَالِمًا
 فَلَا غِنَى ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝

روزِ روشن اور شبِ سیاہ کی قسم کہ اللہ نے تمہیں تو رحمت کیا
 اور نہ وہ ناراض ہے تمہارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا (دنیا دیکھ
 لیا کہ یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی) اور تمہیں یوں کیا
 بنائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ تم ایک یتیم تھے۔ ہم نے تمہیں اپنی
 پناہ میں لیا۔ تم اصلاح تو م کے وسائل سے بچنے میں حیران تھے
 اور اسی ایک خیال میں کھوئے تھے (ضالاً) ہم نے تمہیں ہدایت
 دی کہ اگر بتائے (فہدی) تم فقیر تھے۔ اور ہم نے علم و سلطنت دے کر

وَأَمَّا الْمَسَائِلُ فَلَا تَنْهَرُنَّ وَأَمَّا تِهْمُنَّ فَلَا تَنْهَرُنَّ وَتِهْمُنَّ (تم تہم لہ چکے ہو) اس نئے تہموں پر ہم
بِذَنْبِ مَعْتَدٍ رَبِّكَ تَحَدَّثُ ۝ اٹھایا کرو۔ سائل کو مت ڈانٹو اور الہی نعمتوں کا ہر جگہ ذکر کیا کرو۔

الثین | انجیر (تین) سریع الہضم، طبعین، محلول ہضم، گردوں کو صاف کرنے والا،
اور مثانہ کی ریت بہا لے جانے والا میوہ ہے۔ بطور مشہور پہاڑ ہے، جہاں حضرت کلیم کو
اللہ تعالیٰ سے شرف تکلامی حاصل ہوا تھا۔ پہاڑ میوہ معادن کے خزانے ہوتے ہیں،
لیکن طور مقام وحی بھی تھا، مگر مولد رسول اور مقام کعبہ ہے۔

اگر اللہ میوؤں، پہاڑوں، اور شہروں کو طبع برکات بنا سکتا ہے تو کیا انسان
کی تخلیق ہی ناقص ہونا تھی۔

سرزمین بابل میں انجیر کی کثرت تھی اور یہوشلیم کے گرد و نواح میں زیتون کی فراوانی
طور کا تعلق حضرت موسیٰ اور مگہ کا آں حضرت مسلم سے ہے۔ ان چار چیزوں کا ذکر
فرما کر اللہ نے ہمیں ان چار انبیاء علیہم السلام کی طرف متوجہ کیا جو کفرستان میں پیدا
ہونے کے باوجود اپنی بہترین فطرت کی بدولت شہوس ہدیٰ بن کر چکے۔ اور ظلمت عصیان
کو سیل نور بن کر بہا لے گئے۔ اگر انسان کی فطرت ناقص ہوتی تو یہ مصلحین کرام اس
تاریک ماحول، اور گناہ آلود دنیا سے بآں آب و تاب کیوں کر جلوہ گر ہوتے۔

وَالزَّيْتُونُ وَهُوَ السَّيْنُ وَهَذَا الْبَلَدُ (سرزمین) بین زیتون اور طور مگر کی قسم کہ ہم
الْأَمِينُ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (انسانوں کو بہترین فطرت سے پیدا کیا ہے۔

العلق | اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ وَإِنَّا
وَرَبُّكَ الْكَرِيمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (علق اٹھا
”عَلَّمَ الْإِنْسَانَ“ میں اگر قلم کو عَلَّمَ کا فاعل سمجھا جائے تو تفسیر میں یادہ حسن پیدا

ہو جاتا ہے یعنی قلم نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جس سے وہ نا آشنا تھا۔ ظاہر ہے کہ تہذیب و تمدن کا ارتقا قلم کا زمین منت ہے، اگر اسلاف کے افکار ہم تک بذریعہ قلم نہ پہنچتے، تو ہم بدستور تہذیب کے ابتدائی مراحل میں ہوتے۔

یہ وہ پہلی آیات ہیں جو آنحضرت پر غار حرا میں نازل ہوئی تھیں غور فرمائیے کہ اس پہلے سبق ہی میں کس زور سے کائنات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ ”تم اُس رب کے نام سے پڑھو جس نے جو تک سے انسان بنایا۔۔۔۔۔“

انسان ماں کے رحم میں ایک مرحلے پر پاک چونک تھا، رفتہ رفتہ انسان بنا اور پھر مختلف مدارج تہذیب و تمدن سے گزر کر سلطنت و نبوت کے درجے تک پہنچا، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ جاہل عرب ہشت و بربریت کی ظلمتوں سے نکل کر فلاح و ہدئی کے جلوہ زاروں میں جا پہنچیں؟ ہم والد کی تعظیم اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مربی اور بہ ظاہر رازق ہے۔ استاد کے سامنے اس لئے جھکتے ہیں کہ وہ اخلاقی معلم ہے، اور مرشد کا ادب اس لئے کہ وہ ہادی رہبر ہے۔ اللہ تعالیٰ میں یہ تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود ہیں۔ وہ ہمارا خالق و رازق بھی ہے، ہادی و رہبر بھی ہے اور معلم و مربی بھی۔ اس لئے وہ بہت زیادہ تعظیم کے قابل ہے

وَرَبُّكَ الْكَرِيمُ -

اللہ نے قلم کی قسم کھائی اور انسانی ذہن و زبان کو نظر انداز کر دیا۔ حالاں کہ تحریر احساسات ذہنی کی تصویر مودتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذہنی تصورات مٹ جاتے ہیں اور تحریر باقی رہتی ہے۔ بدیگر الفاظ قلم انسانی افکار کا نفاذ ہے۔ اور اس لئے اسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ اگر بے جہان قلم سے اس قدر علوم و فنون دنیا میں کھیل رہے ہیں

لہٰذا سورہ کی اندرونی شہادت (عبداللہ اذہب) کہ یہی ہے کہ نماز اس سے پہلے پڑھی جاتی تھی جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ کم از کم سورہ فاتحہ کا نزول ہو چکا تھا بعض صحابہ بھی اس کے مصدق ہیں (البیہ)

تو جان دار عربوں سے یہ توقع بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے تھی۔ یہ آیات ایک طرح کی پیش گوئی
معاوم ہوتی ہیں کہ عرب بہت جلد سیاست و تمدن کے منازل طے کرنے کے بعد دنیا کے معلم
و ہادی قرار پائیں گے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت کس طرح درست نکلی۔

ترجمہ آیت: ”پڑھ اور اُس اللہ کا نام لے کر پڑھ جس نے انسان کو پہلے بونک اور پھر انسان
بنایا۔ اُس معزز و معظم و عظیم و عباد کا نام لے کر پڑھ جس نے قلم کو علم دیا اور انسان کو وہ کچھ
لکھایا جس سے وہ نا آشنا تھا۔“

القدر | قدر کے معنی لغات میں یوں دیئے ہوئے ہیں۔

تقدیر، تکوین، تقسیم، تعین، فیصلہ، اندازہ وغیرہ۔

قرآن حکیم کا نزول بلا ریب تقسیم نعمت و تعین صراط اور تکوین ملت کا پیغام تھا۔
بدکرداروں کو کفر و ارتداد پہنچانے کا اہل فیصلہ اور باعمل اقوام کے لیے دنیوی و آخری
کامراہیوں کا پرزور اعلان تھا۔ اس محشر بیدار من صحیفے کا مقصد سلیح ارضی پر ایک بڑے
اخلاقی و سیاسی انقلاب برپا کرنا تھا۔ پست کو بلند اور بلند کو پست بنانا تھا، اس لیے
کہنا غلط نہیں کہ قرآن کریم کا نزول ایک ایسی اہم بات میں ہوا جو اقوام عالم کے لیے فیصلہ کن
رات تھی قیصر و کسریٰ کے زوال اور پروان رسول کے عروج و ارتقاء کی رات تھی۔ اس آیت
کے پردوں میں سینکڑوں انقلابات و بیجانانات اقوام مستقبل کو جھانک رہے تھے۔ نظم کس
ٹوٹا ہوا تھا اور نظام نو پورے شان و شکوہ کے ساتھ حریم انسانی میں داخل ہو رہا تھا۔
اُس وقت کفر و عصیان کی شب تاریک تمام عالم پر محیط تھی۔ اس رات کے آخر
حصے میں قرآنی روشنیاں الہامی بلند یوں سے برسا شروع ہوئیں تو جو رات کہ ان زمین
کی طرف آسمانی برکات کی بشارتیں لے کر آئی تھی، وہ یقیناً ہزاروں مہینوں کے بہتر تھی۔

..... خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ط

الف شہر ہزار ماہ کی دو تو جیسے ہو سکتی ہیں، اول کہ اس سے مراد زمانہ جلیلیت لیا جائے۔ یوں تو یہ زمانہ کئی سو سال لیا تھا، لیکن آخری اتنی برس ہر لحاظ سے نہایت نازک تھے۔ دوم اُن حضرت صلعم نے ایک نوجوان قوم کی بنیاد ڈالی تھی۔ ہر چیز زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد کامل بنتی ہے، گندم کا پودا چھ ماہ اور آم کا درخت آٹھ برس کے بعد مکمل ہوتا ہے۔ اقوام کی رفتار عروج بہت زیادہ صبر آزما اور سست ہوتی ہے۔ برطانیہ نو سو برس کے بعد ایک طاقتور سلطنت کا مالک بنا اور یہی حال دیگر اقوام کا ہے۔ الف شہر سے ہمیں بشارت دی تھی کہ تقریباً اتنی برس گزرنے کے بعد مسلمان ایک بدست شنشا کی بنیاد ڈال چکے ہوں گے اور علوم و فنون کا آفتاب اسلامی افق سے طلوع ہو رہا ہو گا۔

اس حقیقت سے ایک عالم آشنا ہے کہ خاندان امیہ کے آخری دور میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں مشرق میں ملتان اور مغرب میں روم و ایران تک پھیل چکی تھیں۔ علوم و فنون کے چشمے پھوٹ رہے تھے اور بڑے بڑے محدث، مخبر، مؤرخ اور فلسفی ابھر رہے تھے۔ پھر جب خاندان عباسیہ برسر اقتدار آیا تو علوم کا گویا ایک سیلاب مٹ پڑا۔ ہزار ہا اہل قلم نے تنہم اور لاکھوں کتابیں تصنیف ہوئیں۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ بغداد میں ۲۷۰ دارالکتب موجود تھے۔

اور بقول ڈاکٹر ڈریپر (مؤرخ مذہب و سیاست) زبید والدہ امین کی ذاتی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ ایک مرتبہ مامون اور شاہ یونان کے درمیان جنگ پھڑکی، جس میں یونان کو شکست ہوئی۔ مامون کی غلام نواری دیکھ کر عجز کیا کہ اب (مجموعی) کے تمام سلطنت شکست خوردہ بادشاہ کو واپس دے دی۔ اُس دور نہضت میں علم کی بجائے زیادہ ہمت اہل ایران نے سرانجام دی تھی۔ علماء اطباء حکماء اور فلاسفہ کی ایک کثیر تعداد ایرانی تھی اور

اس طرح آں حضرت کا وہ ارشاد بھی پورا ہو کر رہا۔ کہ

لو كان العلم بالثريا لئلا له رجل من اهل النار | اگر علم ثریا میں بھی ہوگا تو ایران کا مرد اسے اتار لائے گا۔
تو یہ تھی وہ صبح جس کا نور کو فہ و بنی آدم کے افق سے ہوا تھا بھی حتیٰ مطلع الفجر۔
علم کے بغیر کوئی حکمران قوم مہذب نہیں بن سکتی۔ تاراریوں نے تھوڑی سی مدت میں
تمام اسلامی ممالک کو دہلا دیا تھا، لیکن بے علم تھے۔ اس لیے مؤرخ انھیں بدستور حشی
غیر مہذب اور جاہل لکھتا ہے۔ علم افراد و اقوام ہر دو کی زینت ہے۔ اور یہی وہ آفتاب ہے
جس سے اُن کی خراب تیرہ منور ہوتی ہے۔

آں حضرت نے عربستان کی اخلاقی و سیاسی تاریکیوں میں ایک قوم کی بنیاد ڈالی۔
عمل ارتقا جاری رہا اور تقریباً بیس برس بعد مشرق بعد اد سے علم و حکمت کا آفتاب طلوع ہوا۔
اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ كَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا كَيْلَةُ الْقَدْرِ الْقَدْرُ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ
اَلْفِ شَهْرٍ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحُ فِيْهَا يَاْذُنُ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ
ہم نے یہ قرآن ایک فیصلہ کن رات میں نازل کیا، جانتے ہو کہ یہ شب فیصلہ کیا ہے؟ یہ رات گذشتہ یا
آئندہ؟ ہزاروں سے بہتر ہے۔ اس میں الٰہی حکم سے فرشتے نازل
ہوتے ہیں اور زندگی زمین پر اتر رہی ہیں۔ یہ رات امن
اور سلام کا پیام لیکر آئی ہے اور طلوع سحر تک باقی رہے گی۔
ہی حتیٰ مطلع الفجر (القدر)

العادیات | گھوڑوں کا خالق اللہ ہے، اور انشری نے اُن کی غذا پیدا کی انہیں
صرف اتنا کرتا ہے کہ جب تک سے چارہ لا کر گھوڑے کے آگے ڈال دیتا ہے۔ گھوڑا اس جھوٹی سی
مہربانی کا بدلہ یوں ادا کرتا ہے کہ مالک کی خاطر دوڑتے دوڑتے ہانپ جاتا ہے سنگلاخ
زمینوں میں یوں گرم سیر ہوتا ہے کہ اُس کے سیموں سے شرابے جھوٹے لگتے ہیں ہر جھپوں اور
بھاؤں کی پروانہ کرتے ہوئے صفوف اعدا پر پھوٹ پڑتا ہے اور گرد و غبار کے طوفان کو جبر کھاتا

دوسری طرف انسان کو دیکھو کہ اللہ نے اسے پیدا کیا، نعمت عقل عطا فرمائی۔ اس کی پرورش کا حیرت انگیز سامان فراہم کیا اور آفتاب و مانتاب تک اس کے قبضے میں دے دیئے لیکن یہ پھر بھی سرکش کا سرکش ہی رہا اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اتنا معا و تمہ بھی ادا نہ کر سکا جتنا گھوڑا اپنے مالک کی چھوٹی سی نوازش کا کیا کرتا ہے۔

وَالْعَصِيرَاتِ صُبْحًا لَا فَأَلْمُورِلِت قَدْ حَاكَ الْقِسْمُ هُنَّ كُفُورِدُنْ كِي جُودُورْتِ دُورْتِ ہَا نَبَا تَنَ فَا تَمَغِيرَاتِ صُبْحًا فَا ثَرُونِ بِا تَقْعَاہُ اہیں جن کے سموں، گنگ لکھتی ہے، چو صبح دم دشمن پڑھاوا قوسطن بد جمعہا ان الی انسان لکھتا ہے میں جو گرد و غبار کی اندھیاں اٹھا کر صفوں علیا لکھتا ہوں (العادیات انا) میں جاگستہ ہیں کہ انسان اپنے پالنے والے کا یقینا باغی ہے۔

العصر اوقات تاریخ انسان زیاں کاریوں، ناکامیوں اور تباہیوں سے لبریز ہیں، سینکڑوں اقوام دنیا میں ابھریں، بھلیں، بھولیں، اور جو نہی آئینِ فطرت سے دور رہیں، تو فطرت نے انھیں پس کر رکھ دیا۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَكْفَرًا تاج عالم شاہ ہے کہ روزِ انصاف کہ انسان ہمیشہ اِلَّا الَّذِیْنَ یَتَذَكَّرُوْنَ ناکامی دنیا مرادی کا شکار رہا۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو الٰہی قانون پر عمل پیرا ہو گئے۔

الفیل | ابوہریرہ بن الصبراح نے صنعائیں ایک "کعبہ" بنوایا جس کا نام قلیس رکھا، اور لوگوں کو اس کعبے کے طواف و غیرہ پر مجبور کیا۔ ایک من چلا مکئی رات کے وقت موقعہ پا کر اس "کعبے" میں پاخانہ پھر گیا، جس پر ابوہریرہ بھڑک اٹھا اور ایک طاقتور فوج (جس میں ۱۴ ہاتھی بھی تھے) لے کر کعبے کو گرانے کی ٹھان لی۔ کہتے ہیں کہ مکہ کے قریب پہنچ کر ہاتھی رک گئے۔ اگر انہیں صنعاء کی طرف متوجہ کیا جاتا تو جل پڑتے، ورنہ بیٹھ جاتے۔

مکہ کے پاس عبد المطلب (آں حضرت کے جد امجد) کے دو سواونٹ چہرے تھے جنہیں ابرہہ نے پکڑ لیا۔ جب عبد المطلب انہیں چھڑانے کے لیے آیا تو ابرہہ کہنے لگا "تم قریش کے سردار ہو، اور کعبہ کے متولی بھی۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کعبہ گرانے آیا ہوں حیرت ہے کہ تمہیں اونٹوں کی فکر ہے، لیکن کعبہ کی کوئی فکر نہیں۔"

عبد المطلب نے کہا: "میں صرف اونٹوں کا مالک ہوں، اس لیے مجھے اُن کی فکر ہونی چاہئے۔ باقی رہا کعبہ، تو اس کا بھی ایک مالک موجود ہے جو مجھ سے بہت زیادہ طاقتور ہے وہ خود اسے بچالے گا، میں تمہاری خوشامد کیوں کروں؟"

اتنے میں ابابیل منہ میں کنکر لیے آہنچے۔ یہ کنکر ہاتھیوں، گھوڑوں اور سپاہیوں کے جسم سے سیدھے باز نکل جاتے تھے۔

"یہاں دو محتمل حل طلب ہیں: (۱) ابابیل کا پتھر لے کر آنا (۲) پتھروں سے گھوڑوں وغیرہ کا ہلاک ہو جانا۔ پہلا معرکہ بدستور حل طلب ہے، اور انسانی علم ابھی اس رات سے نقاب اٹھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اور دوسرے معرکے کو آج قانون افتادہ حل کر دیا ہے۔ قانون افتادہ اگر ہم ہوائی جہاز سے جو دس ہزار فٹ کی بلندی پر اڑ رہا ہو، ایک پتھر ٹپکائیں تو کشش ارضی کی وجہ سے ہر ثانیہ کے بعد اس پتھر کی رفتار بڑھتی چلی جائے گی۔ حساب کرنے کے بعد ہم ایسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ رفتار پہلے سیکنڈ میں صرف ۶ فٹ دوسرے میں ۶۴ تیسرے میں ۹۶، اور چوتھے میں ۱۲۸ فٹ ہوگی۔ اصول یہ ہے:

۱۔ سیکنڈ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

x x x x x x x x x x x

۱۶ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲

۱۶ ۶۴ ۹۶ ۱۲۸ ۱۶۰ ۱۹۲ ۲۲۴ ۲۵۶ ۲۸۸ ۳۲۰ ۳۵۲ ۳۸۴

دی گئی تھی اور کسی میں بعض میری کوتاہیوں کو بے حجاب کیا گیا تھا۔ میں ان ہر دو قسم کے
بزرگوں کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اڈل الذکر کا اس لئے کہ انہوں نے میری اس حقیر تحریر کو
قابل توجہ سمجھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مؤخر الذکر کا اس لئے کہ انہوں نے نہایت
خلوص محبت سے مجھے سیدھی راہ دکھائی چونکہ بحث میں ابھنا میرا ذاتی و تیرہ نہیں اس لئے
ایک دھ خط کا میں نے جواب دیا۔ اس پر خلافت کی معافی چاہتا ہوں۔

صحیفہ کائنات کے بے شمار پہلو نشہ تکمیل رہ گئے۔ کچھ تو خود طوالت نظر انداز
کر دیئے گئے اور کہیں میری کم علمی نے بے بضاعتی حائل تھی۔ میں نے طلبہ کائنات کو راہ دکھادی
ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی زیادہ باہمت تمام پہلوؤں پر اس قدر روشنی ڈال سکے
کہ متلاشیان علم کی تشنگی فرو ہو جائے۔

میں سائنس کا طالب العلم نہیں ہوں، اس لئے ممکن ہے کہ بعض مسائل طبیعیہ کو میں نے
غلط بیان کر دیا ہو، لیکن بالفاظ سعدیؒ اس قدر تعالیٰ کی اجازت دیجئے:

چو "قوے" پسند آیدت اند ہزار ہمدی کہ دست از تعنت بردار

ہمانا کہ در ہند "انشائے من" چو مشک است بے قیمت انداختن

میرے محترم بھائی مولانا غلام احمد صاحب پر ویز نے شکایت کی تھی کہ مضمون
بہت لمبا ہو چلا ہے اور ممکن ہے کہ بعض دیگر قارئین "البیان" بھی مجھے کوستے ہوں لیکن
لذی بود حکایت دراز تر گفتم:

شعرائے عرب جب کسی موضوع پر نظم لکھتے تھے، تو مجبوریہ کی تعریف سے شروع

کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات اس موضوع پر صرف چند اشعار ہوتے تھے۔ اور مجبوریہ
کی تعریف میں تین چوتھائی سے زیادہ۔ جب کعب ابن زہیر رسول اللہ صلیم کی خدمت

عالیہ میں ۵۵ شمار کا قصیدہ مدحیہ پیش کرتا ہے تو محبوبہ کی شان میں ۵۰ شمار کہہ جاتا ہے
 طرفہ اپنی نائقہ کی تعریف میں ۲۹ اور لبید بن ربیعہ ۳۱ شمار لکھ جاتا ہے۔ یہی حال
 امراء القیس، عمر بن کثیم، اور دیگر شعرائے عرب کا ہے۔ اگر آپ ان شعرا کی اس بے لٹی
 کو برداشت فرماتے رہے۔ اگر آپ کشف، معالم التنزیل، بیضاوی اور جلالین کی
 صرفی و نحوی موشگافیوں، علامہ فخر الدین رازی کی منطقیانہ نکتہ سنجیوں اور بعض دیگر
 مفسرین کی فقہی مطلب طرازیوں کو گوارا کرتے رہے تو مجھے امید ہے کہ الہی صنائع
 پر میری ان بے ربط تفاسیل کو بھی برداشت فرمائیں گے۔

ایک ہرے بھرے کھیت ایک زمیندار اپنے بیل کے ساتھ داخل ہوتا ہے وہاں
 ایک ماہر اقتصادیات اور ایک عالم نباتات پہلے موجود ہیں۔ اب یہ تمام اس کھیت
 کو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ بیل صرف آزدی کا منتظر ہے کہ
 مالک ٹلے اور وہ اس لہماقی ہوئی کھیتی سے پیٹ بھرے۔ زمیندار اندازہ لگا رہا ہے کہ
 اس دفعہ کتنا قرض بے باقی ہو جائے گا۔ ماہر اقتصادیات یہ سوچ رہا ہے کہ اس سال
 ملک کی خوش حالی پر کتنی فصلوں کا کیا اور کتنا اثر پڑے گا اور عالم نباتات ان پودوں کے
 عناصر ترکیبی، اختلاف الوان، زمینی بکٹیریا اور پتوں کی حیرت انگیز مشین پر غور کر رہا ہے۔
 قرآن حکیم اسی کھیتی کی طرح ہے، کسی نے اس کو متصوفانہ نگاہ سے دیکھا، کسی
 اس کی سحر بیانی کی تعریف کی۔ نیم خواندہ واعظ نے دل چسپ کہانیاں انتخاب کیں۔
 حریص ملا ذکر حور و شراب طور پر مست ہو گیا۔ مفتیوں نے اسے مسائل فقہی کا ایک
 ضابطہ سمجھا۔ گدی نشینوں نے سجدہ تعلیمی کے جواز پر آیات ڈھونڈیں۔ راہب نے ترک
 دنیا کے دلائل تلاش کیے اور بعض نے اسے منتر و جنتروں اور ٹوٹکوں کی کتاب بنا ڈالا۔

لیکن مجھے اس کتاب میں انسان کی سیاسی، اقتصادی و اخلاقی سطوت کے بے ہا
 گرے۔ میں نے نگارستان گیتی کی اس میں تفصیل دیکھی، اور مجھے حتماً معلوم ہو گیا کہ
 اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں مکمل مشابہت ہے۔ کائنات کیا ہے؟ قرآن کی تفصیل
 اور قرآن کیا ہے؟ کائنات کا متن۔

اللَّهُ تَزَالُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ | اللہ نے کتاب کائنات کی بہترین تفصیل (احسن الخلق)
 كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِي تَفْشِيرُ | نازل فرمائی۔ یہ کتاب کائنات سے ہر رنگ میں مشابہ
 مِنْهُ جُلُودٌ الَّتِي تَخْشَوْنَ | اس کا مثنی (مثنی) ہے اس کے مطالعہ سے اُن (طلبہ کائنات)
 سَاءَ بِهِمْ - (زمرہ ۲۴) | کے رنگ گھٹے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کیفیتِ خشیمہ موجود

محفل گیتی میں شاہد ہستی مستور ہے اور مسلم کا فرض اسے بے نقاب کرنا ہے۔

مراد دل سوخت بر تنہائی او

کنم سامان بزم آرائی او (اقبال)

میں نے اس عروسِ حجلہ نشیں کو بے حجاب کرنے کے لئے یہ حقیر سی کوشش کی
 ہے، میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں؟ مجھے معلوم نہیں۔ ہاں اس قدر یقیناً معلوم
 ہے کہ وہ موجود ضرور ہے۔ اور یہ گل و انجم کے جلوے اُسی کے پر تو ہیں۔

نور بینانِ بارگاہِ الست

بیش ازین پے نہ بردہ اند کہ ہست

جس طرح اس کائناتی روح کو خلوتِ گہ حجاب سے نکال کر جلوہ آرائے محفل
 بنانا انسانی کوشش کی انتہائی منزل ہے، اسی طرح خود انسانی قلب و دماغ
 میں بھی ایک لنگین دنیا آباد ہے، جس کا طور تکمیل انسانیت ہے۔

نمود اس کی نمود تیری نمود اس کی

خدا کو تو بے حجاب کر دے خدا تجھے بے نقاب کرے (اقبال)

شکریہ | حد درجہ کی احسان فراموشی ہوگی، اگر اس اداۃ البیان "اور کتاب تہل

کشمیری بازار لاہور کا شکر یہ ادا نہ کروں، جن کی کرم فرمائی سے میری یہ تحریر ملک کے طول

عرض میں جا پہنچی غور و فکر کی نئی راہیں کھل گئیں اور مسلمانان ہند کو قرآن کے

تَفْصِيلاً تَكُلُّ شَيْءٌ ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور اگر یہ ادارے میری دست گیری نہ

کرتے تو میری آواز میرے سینے میں یوں دبی رہتی جس طرح کوئی کلی کھلنے سے پہلے ہی مرجھا

جاتے اور اس کی عطریتوں سے کوئی مشام مستفید نہ ہو سکے جزا اہم شہر حسن الجزائر

ماخذ | میں نے جن کتابوں سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، ان کے نام درج ذیل

ہیں۔ بعض کتب کے صرف نام درج ہیں، مصنفوں کے نام حافظے سے اتر گئے ہیں۔

اور اب ڈھونڈ رہا ہوں تو وہ کتابیں نہیں ملتیں!

(۱) تفسیر جواہر القرآن - ۲۵ جلد (علامہ جوہری طنطاوی مصری)

(۲) طبقات الارض (مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند)

(۳) مَطَلِ قَدِیمہ

(۴) انسان اور چوپایہ (ڈاکٹر ایم، ایل، سٹیمپی)

(۵) نباتات اور نباتاتی خوراک (" " ")

(۶) القمر (مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند)

(۷) تذکرہ (علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی)

(۸) تفسیر بیان القرآن (سورہ فاتحہ) (مولانا ابوالکلام آزاد)

انگریزی کتابیں

9. World of Plants.
10. Peeping into the Universe.
11. Wonders of the sea.
12. War inventions.
13. Miracle of life.
14. How our bodies are made.
15. Wonders of Science.
16. Marvels of Life.
17. Great Design.
18. Science during the last 3000 years.
19. Science from day to day.
20. A. B. C. of Chemistry.
21. Animal World.
22. Starland.
23. Marvels of Geology.
24. Nature's Wonder Workers.

وَالْخَيْرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ *

غلام حبیب لانی برقی

جہان نو

مصنف

علامہ جیلانی برق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی

فاضل مصنف نے قیام پاکستان سے قبل اور بعد مسلمانوں کی علمی و اخلاقی کمزوریوں اور لغزشوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے، اور جو عوامل ہماری قومی زندگی کو گھٹن کی طرح کھائے جا رہے ہیں، اُن کو بڑے لطیف پیر میں سپرد قلم کیا ہے۔

جن اہل علم حضرات نے شہرہ آفاق تصنیف ”دو قرآن“ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ فاضل مصنف تعلیمات اسلام کا وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ اُن کی نظر میں ”ملا کا اسلام موت ہے۔ اور قرآنی اسلام زندگی کا ایک دھڑکتا ہوا پیغام۔ ملا ہمیں چند ظواہر و مناسک کے چکر میں مقید رکھنا چاہتا ہے، اور قرآن ہمیں حدود زمان و مکان کو پھلانگ کر لامکان کی بے کراں وسعتوں میں پرواز کی ترغیب دیتا ہے۔“

مصنف کی ضرورتوں کے تحت ”جہان نو“ پیدا کرنا چاہتا ہے

کیا آپ اسکی انتھک مساعی میں مدد و معاون نہیں ہو سکتے۔؟

آج ہی ”جہان نو“ طلب فرمائیں۔ یہ آپ کے لئے مشعل راہ و قیمت مجلد تین روپے

کتاب منزل لاہور

اسلام کے عالمگیر اصول

مصنف:- علامہ فرید وجدی مصری ترجمہ سید احمد حسن نقوی

مصر کے نامور فلسفی علامہ فرید وجدی کی مشہور کتاب الاسلام دین
عاک خالد کا اردو ترجمہ جس میں اسلامی اصول کا علم و فلسفہ کی روشنی میں تجزیہ
کیا گیا ہے، وہ بھی اُس دور میں جبکہ مغرب میں تئی تئی ایجادات نے مغربی قوموں کے
ہمہ گیر سیاسی اقتدار کو بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔ جب سائنس کی کرشمہ ساز یوں سے
مشرقی اقوام بھی اثر انداز ہو رہی تھیں، یہاں تک کہ مذہب اسلام پر بھی زور پڑ
رہی تھی۔ چنانچہ فاضل مصنف نے اقوام عالم کے سامنے واضح کیا ہے کہ اسلام کو
سائنس سے کوئی پر خاش نہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات ہی سائنس کا مظہر ہیں۔ "اسلام
کے عالمگیر اصول" میں معاندین و مخالفین اسلام کے نظریات و اعتراضات کا
مٹل جواب ہے۔ تمدن و معاشرت کے موجودہ سینکڑوں قوانین کے مقابلہ میں اسلام
کے ہمہ گیر اولاد حیرت انگیز اصول پیش کئے گئے ہیں، جن سے اسلام کی سر بلندی
و سرفرازی کو چار چاند لگ گئے اور جو آج بھی ہماری رہنمائی کے لئے اٹل ہیں۔
ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ جس سے نئی
تصنیف کا شبہ ہوتا ہے۔ قیمت مجلد تین روپے دسے،

کتاب منزل لاہور

موازنہ صلیب و ہلال

مصنف
عبد السمیع صاحب - نکہت شاہجہانپوری

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے اکثر علوم و فنون یورپ کی موجودہ ترقیاں اور حیرت انگیز ایجادات اسلامی تعلیمات کا ہی فیض ہیں۔ اگرچہ عیسائیت نے اسلامی تہذیب کو بہت کچھ مٹایا، لیکن متلاشیانِ حق کے لئے آج بھی ہر قسم کے عمل و یا قوت موجود ہیں۔

اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ اپنی موجودہ حالت کا گزشتہ احوال سے توازن کر کے پیچیدہ حقائق کا انکشاف کیا جائے۔ مغربی تہذیب و تمدن کے خیر ہونیوالی آنکھوں کے لئے اسلام کی دعوت ہے۔ یورپ کے ہزاروں "ازم" کے مقابلہ میں اسلام کا بین الاقوامی اور ہمہ گیر قانون اٹل اور زندہ حقیقت ہے۔ فاضل مصنف نے عیسائیوں کے ممتاز مورخین لیجان، میکیب، ارنلڈ، جوزف، ہیل اور اسکاٹ وغیرہ کی مستند اور شہرہ آفاق تالیفات سے اسلام کے تمدن کی سر بلندی بیاں کی ہے، "موازنہ صلیب و ہلال" صوبہ ممبئی میں بطور سکیٹ بک منظور ہے۔ اور ہر سال ہزاروں نو بہالانِ اسلام اسکی جادو اثر تحریرات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ۴۴ صفحات طباعت اور کاغذ عمدہ، جلد مضبوط۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کتاب منزل لاہور

خطبات بدر

مؤلفہ

مولوی بدر الدین صاحب بدر جالندھری

جو زمانہ حاضرہ کے مسلمانوں کی تمام ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت دلچسپ عام فہم اور سلیس اردو زبان میں خاص ترتیب سے مرتب کئے گئے ہیں۔ تمام خطبات نزاعی مسائل سے مبرا اور شہری و دیہاتی جملہ مسلمانوں کی مشترکہ ضروریات پر حاوی ہیں مسلمانوں کی دینی و دنیوی، مذہبی و سیاسی اور اقتصادی معاشرتی زندگی کا مکمل نصاب ہیں۔ ہر ایک خطبہ اپنے اپنے موقع و محل کے مطابق ایسی حکمت عملی سے تیار کیا گیا ہے کہ بڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تیار کیا گیا ہے معمولی قابلیت کا امام بھی حسب استعداد ان سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

قیمت فی جلد چار روپے آٹھ آنے

کتاب منزل لاہور

اسلام کا تمدنی و سیاسی نظام

— اصنفقا —

نکبت شاہجہاںپوری

فاضل مصنف نے قرآن مجید کی صرف ایک آیہ کریمہ
کی تفسیر شرع و بسط کے ساتھ کر کے یورپ کے موجود
نظام حکومت کے ہزاروں "ازم" کے مقابلہ میں اسلام کا
نظام حکومت پیش کیا ہے، جس سے ملک کی آئندہ انتظامی
و اصلاحی صلاحیتوں میں گوناگوں اضافہ ہوگا۔ اس کتاب کے
مطالعہ کے بعد طرز حکومت، مسائل حکومت اور لوازمات
حکومت کے اسلامی نظریہ کو سمجھنے میں امداد ملے گی۔

بڑے سائز کے چار صد صفحات

قیمت مجلد چوبیس روپے

کتاب منزل لاہور

مَقَالَاتِ قُرْآنی

حُرِّتَبَہ

علامہ عبداللہ العمادی

قرآن مجید جہاں ہمیں جہانِ نبانی کی تعلیم دیتا ہے وہاں تاریخِ گذشتہ کے اُن واقعات و حادثات سے روشناس بھی کراتا ہے، جو ہماری موجودہ تاریخ کا سنگِ بنیاد قرار پائے۔ اور جن سے ہماری صلاحیتوں کو چار چاند لگ گئے۔ علامہ عبداللہ العمادی ہمارے ملک کے جدید عالم ہیں۔ اُن کی دور رس نگاہیں واقعات و حالات کی تہ تک پہنچتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید سے ”قرآن کی دولت“ ”تعلیمِ کلام اللہ الکریم“ ”من وسلوی“ ”سدرۃ المنتہی“ ”بازارِ ساحری“ ”گوسالہ سامری“ ”تبدیلِ جلود“ ”کرشمہ قدرت“ ”سعد و نحس“ ”غرائیقِ عملی“ ”تذکارِ نزول قرآن“ ”کشفِ ساق سے قرآن کا مدعا کیا ہے“ ”مسئلہ بدار“ ”ناسخ و منسوخ“ اور ”نمازِ اخلاص“ وغیرہ کے متعلق معلومات افزا مضامین مرتب فرمائے ہیں۔ ان مضامین کا مطالعہ ہماری شاہراہِ زندگی کا سنگِ میل ہے۔ آج ہی ”مقالاتِ قرآنی“ کا مطالعہ فرمائیں۔ قیمت مجلد چار روپے آٹھ آنے

کتاب منزل، لاہور

اسلام میں امامت کا تصور

مصنفہ

مولوی بدرالدین صاحب بدایہ جالندھری

پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کے پیش نظر قوم کے تعمیری پروگرام کی تکمیل کا اہم مسئلہ ہے۔ اور اسی قوم کی فلاح و نجات کا دار و مدار اس کی صحیح قیادت پر ہے۔ سو نئی روشنی کے نوجوان طبقہ کے ذہن میں قیادت کا صحیح اسلامی تصور پیدا کرنے کے لئے مصنف کتاب ہدایہ نہایت تفحص اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اور اس بے نظیر تالیف کے ذریعہ قوم کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ قائدین ملت کے لئے عموماً اور آئمہ مساجد کے لئے خصوصاً اس کتاب کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ بلکہ کسی مسلمان کو حسب استعداد اس کے بصیرت افزا مطالعہ سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

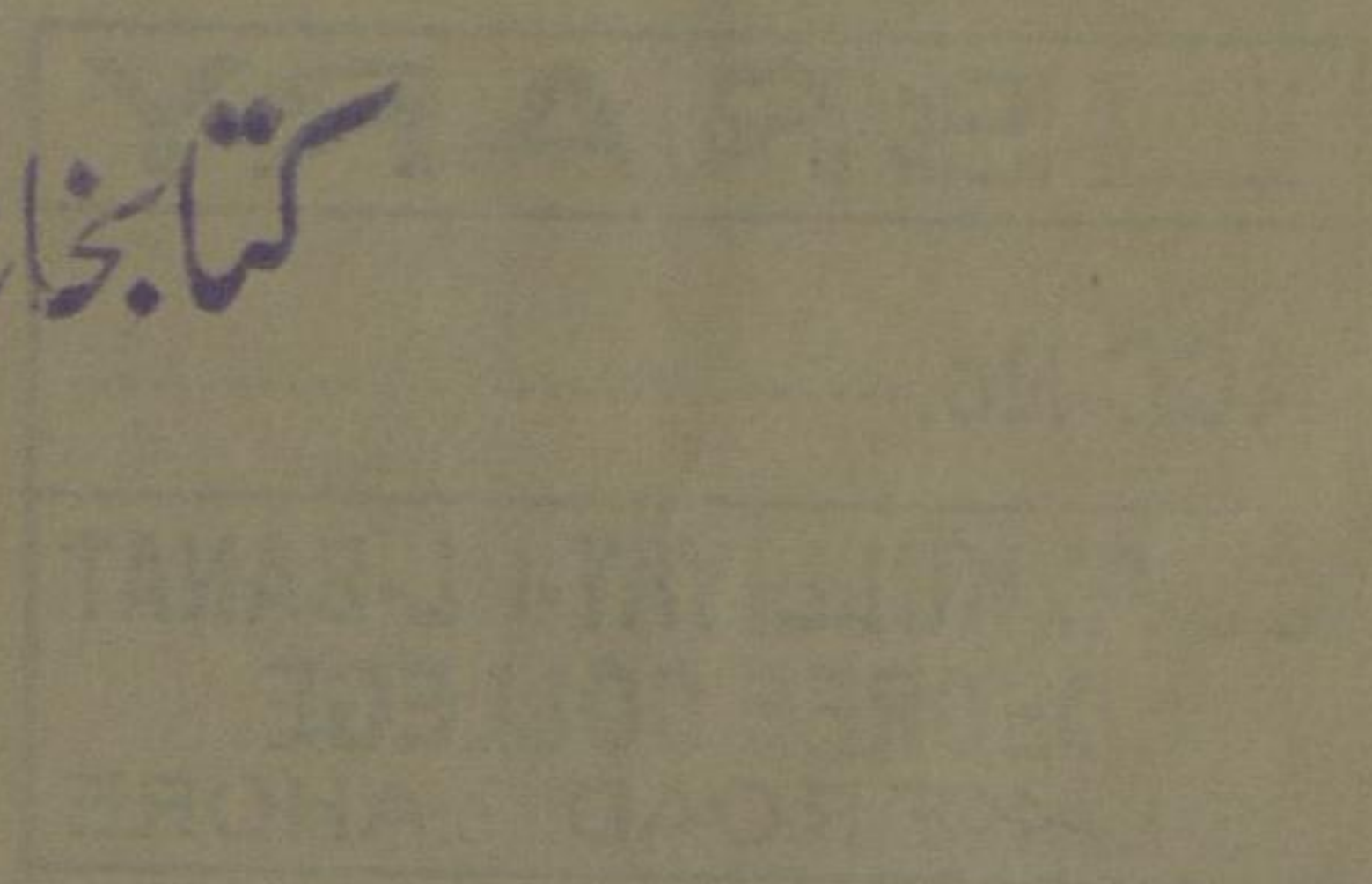
قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے (بغیر
کتاب منزل لاہور)

عہد حاضر کے تین شاہکار

اسلام کا نظریہ جہاد | ملک کے بلند پایہ مقالہ نگار حیدر زمان صدیقی (پہری پور ہزارہ) کی تازہ تصنیف ہے، جس میں فاضل مصنف نے مسئلہ جہاد کے اُن غریب اور نادریہ پہلوؤں پر محققانہ بحث کی جو جن پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ اور اس کتاب کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علم و تحقیق اور عشق و جنون، حقیقت نگاری اور جوش نہاد کا کچھ ایسا امتزاج ہے کہ پڑھنے والے پر کیفیت وجد طاری ہو جاتی ہے، قیمت عام اسلامی نظریہ سنیاء | یہ کتاب اس سے پہلے پٹنہ میں شائع ہو چکی ہے اور اب ہم افغان کے ساتھ اسکا دوسرا ایڈیشن شائع کیے ہیں۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے اسلامی نظریہ حکومت و سیاست کے بیشتر اجزاء پر فاضلانہ بحث کی ہے، اور کتاب سنت کے حقائق کو بے نقاب کیا ہے، نیز مغربی جمہوریت کے نقائص و مفاسد پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ شروع میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کا طویل اور پُر انداز معلومات مقدمہ ہے، موجودہ حالات میں اہل پاکستان کے لئے یہ کتاب نہایت کار آمد ہے۔ قیمت عام اسلامی معاشراتی نظام | اسلامی معاشیات پر بلند پایہ تصنیف، اس میں اسلام کے اہم معاشی مسائل، حکومت اسلامیہ کے موارد و مصارف، ضروریات حاضرہ اور اسلامی نظام معیشت، بجا گیری، مسد مزاحمت اور دیگر اہم مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے نیز نظام اشتراکیت پر فاضلانہ تنقید کی گئی ہے۔ اس کتاب کے کچھ حصے مشہور علمی مجلہ "معارف" میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں چند ایسے مباحث ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکیں گے۔ قیمت عام

کتاب منزل لاہور

کتابخانه / محمد یارون موسی



کتاب آپ کے پاس امانت ہے
اس کو احتیاط و حفاظت سے رکھیں

شکریہ

LIBRARY
ACC No.
GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT DEGREE COLLEGE 15-LAKE ROAD, LAHORE

